TIGHT BINDING BOOK

brown book

UNIVERSAL LIBRARY
OU_222444
UNIVERSAL LIBRARY

١٧٥٣٥
٨٩١٫٤٣١٦
ر ـ و

راسخ ـ محمد عبدالرحمن

ارمغان جدید

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۸۹۱۵ ۴۳۱۶ ر - و Accession No ۱۷۵۳۵

Author راسخ محمد عبد الرحمن

Title ارمغان جدید

This book should be returned on or before the date last marked below.

ان من الشعر لحکمة وان من البیان لسحرا

نام بمیمنت آغاز و مسرت انجام مجموعۂ نازک خیالی و نتیجۂ ابداع کمالی مسمی باسم تاریخی

...ان جدید

معروف بہ

...ن راسخ

و اسم قومی تاریخی

...ۂ الخیال

...نتائج فکر شاعر عدیم المثال جناب مولوی محمد عبدالرحمن صاحب راسخ

فضل المطابع دہلی میں بحسن زیبا طبع شد

مختصر فہرست کتب موجودہ افضل المطابع دہلی زنپنج بک ایجنسی دہلی جو بلا غنا زا متصا حتا ...

ہمارے مطبع میں عربی۔ فارسی۔ اردو۔ پشتو سنسکرت وغیرہ مختلف زبانوں کی کتابیں ہمیشہ چھپتی رہتی ہیں طویل فہرست سے آپ کو علوم ہو جائے گا کہ ہماری ایجنسی جمیع علوم وفنون کی مختلف کتابوں کا بڑا ذخیرہ رکھتی ہے۔ اسلامی اور انگریزی مدارس کی تمام کتابیں۔ مولانا حالی۔ ڈپٹی نذیر احمد صاحب دہلوی۔ اور شمس العلما منشی ذکاء اللہ صاحب کی تصانیف کا پورا سلسلہ اور اکثر مشہور ناول آپ کو ہماری معرفت بکفایت ملیں گے اور معرا قرآن شریف متبرک مقامات کے نقشے دہلی۔ بمبی۔ لندن کی مطبوعہ حمائلیں خط لکھنے کے کاغذ اور لفافے۔ دہلی کی ساخت کی مشہور چیزیں سلمہ کاری زیور۔ ٹوپیاں۔ جوتے۔ اور ان کے علاوہ دیگر تمام ضروری چیزیں ہم بکفایت و باحتیاط تمام روانہ کر سکتے ہیں۔ قابل دید جدید کتابیں ... ے مطبع سے نکلی ہیں مندرجہ ...

... ائل الحسنین ...

آجتک اس ... جسقدر کتابیں چھپی ہیں ... اصلی واقعات سے خالی ہیں۔ نظر ... ماہین کے متعلق مفصل کتاب سعادۃ الکونین سے فضائل الحسنین چھاپی ہے جسکی ہر روایت مستند حدیثوں اور تاریخ کی معتبر کتابوں سے لیگئی ہے۔ زبان کی سلاست۔ محاورات کی نفاست ہرگز اجازت نہیں دیتی کہ اس کتاب کو شروع کر کے ہاتھ سے رکھدیجے قیمت اسکی فائدہ عام کے لیئے بہت کم رکھی گئی تاکہ ہر شخص کو فیض پہنچے یعنے فی جلد ۱۴؍

کشت زار

فن طب میں بے مثل اور لاجواب طب کی دشوار گذار گھاٹیوں کو مشقت کے خس و خاشاک سے پاک کر کے دماغ ... لیکر پاؤں تک کے تمام امراض کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور ہر مرض کے متعلق صرف وہی نسخے درج ہیں جو علامہ مصنف کے بار ہا تجربے میں آچکے ہیں۔ سب سے بڑی خوبی اس میں یہ ہے کہ اکثر امراض کا علاج جڑی بوٹیوں سے بتلایا گیا ہے قیمت صرف ۸ محصول ڈاک بذریعہ ویلیو

دیوان لطیف

نعتیہ دیوان نہیں بلکہ بیاض حسان الہند ہے۔ ردیف وار غزلیں بالکل نئی زمینوں آسمان سخن ہونے کا دعوی کر رہی ہیں۔ ... تر اشعار میں آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ کا اقتباس اس انداز سے کیا ہے کہ اس سے ...

... انہ ے

... دل اللہ

... مختصر

... بدکا ثبوت

... رسالہ

کی سات فصلیں ہیں جن میں حیلہ گروں کے اقوال کا رد حقیقت کرامت کا بیان اشراک فی العقیدۃ۔ اشراک فی العبادت۔ بیان شفاعت اشراک فی العادت۔ اشراک فی التسمیہ کا نہایت تفصیل کے ساتھ بیان ہے۔ اردو سلیس زبان میں ترجمہ کر کے ایک کالم میں فارسی دوسرے میں اردو نہایت صفائی و صحت کے ساتھ چھاپا ہے قیمت صرف ۳؍ مع محصول

۱۷۵۳۵
Checked 1965
Checked 1978

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱ ردیف الف ۱۱

ثنائے حق میں دل کو فکر تھا مضموں نگاری کا
قلم خود مصرعِ برجستہ نکلا حمدِ باری کا

ملا رتبہ رسولِ پاک کی مدحت نگاری کا
مرے پہلو میں گویا دل ہی بوذرِ غفاری کا

پڑھوں میں نزع میں تسبیح تیرے نام کی یارب
عدم ننانوے کے پھیر میں ہو دم شماری کا

بنایا خاک کے پتلے کو عینِ عرش کی پتلی
بڑھایا پایہ گردوں سے پایہ خاکساری کا

بنی تسلیم جھک جاؤں جو دوزخ ہو رضا تیری
پشیمانی سلیقہ ہے مری عصیاں شعاری کا

نگاہوں کا نشانہ بن گیا ہے عارضِ روشن
تری نیرنگیوں میں ہے تماشا چاندماری کا

بچھا ہے جال کس کا گیسوئے مشکیں کے پردے میں
حسینوں کی بھوؤں میں کاٹ ہے کس کی کٹاری کا

عطا ہو جائے ذیلِ مغفرت میں ننگِ عالم ہوں
پریشانی گناہوں کی ہے فقرہ نثر عاری کا

نہیں مقبول نازِ طاعتِ صد سالہ توبہ ہی
گریگا لیکے دوزخ میں قدم پرہیزگاری کا

زہے قدرت کھلائی پھول ساقِ پائے مجنوں میں
دیا بیڑی کو عہدہ موجۂ بادِ بہاری کا

لیا ہے بیہوشیوں سے کام ہمنے

نکالکر میکدے سے بابِ توبہ پر گرے راسخ
لیا بیہوشیوں نے کام ہمنے ہوشیاری کا

۱۷

شبِ فراق ہی کچھہ انتظام کر لینا
ہمارے نالوںکی تم روک تھام کر لینا

اسیرِ زلف و رخِ لالہ فام کر لینا
اونھیں شکار بنا صبح و شام کر لینا

ستمگروں میں بس قتل نام کر لینا
ہمارے پھولوں میں تم دھوم دھام کر لینا

پھڑک پھڑک کی ہیں کاٹی شبِ فرقت
تڑپ تڑپ کے ہمیں دن تمام کر لینا

میں خودکشی کروں یا صبر کچھہ بتادو مجھے
کہ ہجر میں یہ نکرنا یہ کام کر لینا

نہ ٹوٹے حشر کہیں دوش پر نہ رکھنا ہاتھ
لحاظِ غیر بھی وقتِ خرام کر لینا

یہ لینگے جھک کے بتوں سے کوئی ملے نہ ملے
کہ بندگی ہے ہماری سلام کر لینا

وہ بھاگا جاتا ہی لیکر کوئی متاعِ قرار
وہ کوئی کہتا ہی دل تھام تھام کر لینا

شبِ وصال ہے پاس لن ترانی کا
مگر حرام نہیں ہے کلام کر لینا

مدام سر پہ تقاضے مدام پینے کے
ہمیں تو فرض ہیں ہی مدام کر لینا

نہیں کچھہ اور لیاقت تو پانو دابینگے
ہمیں کو بندہ بنا تا غلام کر لینا

ستا ستا کے ہمیں خاک میں ملا دینا
مٹا مٹا کے ہمیں خوب نام کر لینا

یہی تو دیکھیں ہے یہ بندگی میں مجکو کمال
خدا بنا کے بتو تم کو رام کر لینا

خدا ہی منزلِ اول تک اسکو پہنچائے
قدم قدم جسے چلکر مقام کر لینا

ہزار محتسب خود پسند دل توڑے
ہمیں تو آتا ہے شیشے کا جام کرلینا
ہمیشہ زہر کے پیالے چڑھائے ای قاتل
ہمیشہ زخم کا منہ ہم کو خام کرلینا

منحصر ۳۰ لکھائے

یہ فاقہ مستی میں راسخ ہماری عادت ہے
کہ ہوں نہ دام گرہ میں تو وام کرلینا

۱۱

کنول سا کھل گیا ہے گلشنِ فیضِ مخلد کا
ملا جسد نے پانی چشمۂ میمِ محمد کا
عقیدہ تیرے ثانی کا عقیدہ ہے کسی بد کا
کسی کافر کا ملحد کا کسی بددین کا مرتد کا
کفن پر اپنے لکھونگا ثنائے عارضِ روشن
پہنکر جاؤنگا میں جامہ قرآنِ مجلد کا
ہے ہوتے ہیں زخمِ دل فراقِ بیخ اخضر میں
مرا ہر اشک قطرہ بنگیا آبِ مرد کا
بچھے زیرِ قدم عرشِ بریں فرشِ زمیں ہو کر
پسند آئی پیغمبر ہو کر شیوہ خوشامد کا
کسی کافر صنم کو کیوں جگہ دی عشقِ پیغمبر
اثر آئینہ دیکھیں ہے ذوالقرنین کی سد کا
زباں شمشیرِ حیدر بنگئی نعتِ پیمبر سے
نہایت تیز ہے لوہا مری تیغِ مہند کا
الٰہی جی نچھوٹے جادۂ طیبہ کی زلفوں سے
تعلق تا دمِ مردن نہ اس دام سی دد کا
خدنگِ دیدۂ شیعاں ہے اعجازِ شہادت سے
اثر کلمہ کی انگلی میں نہاں ہے تیر کی زد کا
شہادت ثبت ہو کر التمغائے پیمبر کی
عجب کیا ہے کہ نیک اعمالنامہ ہیں لئیں بد کا

۴

دلِ ناداں کو ہیں تعلیم دونگا نعتِ احمد کی
کھلے گا منہ سے اس بچی کے راسخ قفلِ ابجد کا

× ۱۱

سحر اک رنگ اسکی جلوۂ آئینۂ خد کا
قمر اک نور اسکے آفتاب سایۂ قد کا ۴
ازل میں جلوہ گر تھا چہرہ نورِ محمد کا
سراپا ظلِ الٰہی ہیں جنکے سایہ آپکے قد کا ۴

پس تحقیق سیدھی بات کہہ دی مجھ سے ہاتف نے
وجودِ معنیِ قد ہے وجود اُس سایۂ قد کا

کہیں اوجِ دنا الائی زمیں پر کس طرح رہتا
کہ تھا ابرِ کرم سایہ رسول اللہ کے قد کا

شبِ معراج تھا بارِ نبوت سے تنزّل میں
ستونِ عرش بنکر رہ گیا سایہ ترے قد کا

سُنا ہے مکہ والوں کی پرستش گہ میں بہ حرمت
رہا کعبے میں ہو کر سنگِ اسود سایہ اُس قد کا

رخِ فاروق کا تل دیدۂ بوبکر کی پتلی
سویدائے دلِ حیدر تھا سایہ اُس بھی قد کا

چھپا رکھا تھا ذوالنورین نے گیسو کی ریچ میں
مجسم تھا بلالی شکل میں سایہ ترے قد کا

عیاں صورت سے سروِ ریاضِ قد قامت میں ۴
نہاں ہے حرفِ قد قامت میں سایہ اُس کے قد کا

حقیقت میں علی الحق کہی پیرِ طریقت نے ۲
رسولِ عالمِ معنی تھا سایہ آپکے قد کا

۵	جوابِ حضرت ختم الرسل ممکن نہ تھا اسنے یہ باعث تھا وجوبِ امتناعِ سایۂ قد کا	۱۵

الٰہی کھیل بھی کھیلوں تو شوقِ نعتِ احمد کا
پھری اک ہاتھ میں کاغذ قلم اک ہاتھ میں گل کا

ہے خیرِ مجسم غل ہوا جب اُسکی آمد کا
زبانِ ہر صنم پر غلغلہ تھا خیر باشد کا

نیا دولھا بناتا گر وہ بزمِ فیضِ سرمد کا
نہ دیتا عرش کے پایہ سے گوشہ اُسکی مسند کا

ہو الاول ہو الآخر کا باطن ہو گیا ظاہر
محمد میں یہ گویا وصف ہے میمِ مشدّد کا

سناؤں نعت گر تیری تو بتخانہ بنے کعبہ
زبانِ ہر صنم پر زمزمہ ہو اشہد اشہد کا

کھنچی جسوقت چمکی جلوۂ نامِ خدا بن کر ۴
تری شمشیر میں عالم تھا بسم اللہ کی مد کا

سمجھ لے مجھ سے واعظ یدرک الابصار کا باعث
کہ چشمۂ عینِ علّام یہ ہے میمِ محمد کا

مسیحائی اگر منظور ہوتی زلفِ مشکیں کو
تو بنتا گاوِ عنبر گاؤ تکیہ اُسکی مسند کا

فراقِ شاہِ دیں سے تو وہ سنگِ حوادث ہو
علاج اچھا ہوا ہی میرے نفسِ واجب الحد کا

اگر عشقِ محمد ہو تو ہر ابرو بنے کعبہ
بتونکی زلف کا بوسہ ہو بوسہ سنگِ اسود کا

عصا سے ہوی ایک ایک انگلی بنگئی انکی
لکیریں انگلیونکی معجزہ تھا جزر کا مد کا

اٹھا رکھا ہی اک بارِ شفاعت اس نے امت کا
ترے حرفِ کمر کا میم نقطہ ہی ندارد کا

قیامت میں نہ ہوگی بات ہلکی پلہ بھاری ہے
مرے عصیانِ بیحد سے ترے احسانِ بیحد کا

عجب کیا دور سے دیکھوں تو شادیمرگ ہو جاؤں
ہلالِ عید بنجائے کلس روضے کے گنبد کا

۶ خدا کہتا ہی راسخ رحمۃ للعالمیں جسکو
وہ ضامن سبکے مطلب کا ہی حامی کُل کے مقصد کا ۱۱

نظر پھیر کر کجکلاہوں نے مارا
قضا بنکے ترچھی نگاہوں نے مارا

بغاوت طبیعت نے چاہوں نے مارا
وفاؤں نے لوٹا نباہوں نے مارا

نکلکر کہاں حشر سے جا سکو گے
یہ میدان اب دادخواہوں نے مارا

لگے تیر ملتے ہی نظروں سے نظریں
مجھے ملکے میرے گواہوں نے مارا

سہا طفلِ اشک نے اسپِ داغِ دل
گنہگار کو بے گناہوں نے مارا

تری زلفِ پرخم میں غارت ہوا دل
مسافر کو پیچیدہ راہوں نے مارا

خدا سمجھے سمجھانے والونکو میرے
نصیحت گروں دین پناہوں نے مارا

نکلتا نہیں منہ سے گر آہ ضعفِ ہجراں
تو سمجھوں بڑا تیر آہوں نے مارا

حنا بستہ ہر شام رہنے لگے پانو
ترے خواب کے شب تباہوں نے مارا

شبِ غم مجھے ڈس گئے مارِ گیسو
اندھیری اِن روسیاہوں نے مارا

۷ ادائیں کسی بت کی خنجر ہیں راسخ
اشاروں نے مارا نگاہوں نے مارا ۱۷

چھا گئی ہے ساقیا کالی گھٹا
بھرتی ہے ساغر کا دم خالی گھٹا

مستی ملکر گالیاں دیجے مجھے
مجھ پہ برسے کاش یہ کالی گھٹا

نعش دشمن کو نہ یوں تلووں سے مل
دیکھ ظالم رنج پا مالی گھٹا

بجلیاں ہیں برق تیرے کان کی
تیری زلف مشکبو کالی گھٹا

بارش لطف تکلم کچھ نہ پوچھ
تیرے منہ کی ہو گئی گالی گھٹا

لیکے آئینے نے عکس زلف یار
نور کے سانچے میں لا ڈھالی گھٹا

میکدہ میں اندر برسات ہی
برق صہبا ۔ بوتلیں کالی گھٹا

دخت رز رندوں سے زاہد جا ملی
کرتی ہے در پردہ دلالی گھٹا

جیسے تیرے نو نیاز ہیں ہی چرخ
رتبۂ ناز کہن سالی گھٹا

پھبتیاں سوجھی ہیں زلف یار پر
قسمت عشاق ۔ بنگالی گھٹا

میرے گھر فرقتیں برساتی ہی سانپ
لمبے لمبے گیسوؤں والی گھٹا

ہیں سیہ مستوں کے سارے جھینپ ڈھنگ
تیرے صدقے میری متوالی گھٹا

میکدہ میں رقص صوفی دیکھ کر
بنگئی نیلم پری کالی گھٹا

ساقیا للہ لے افطار شیخ
میری اک بوتل سے اک پیالی گھٹا

ہی حباب حسن میں یہ کچھ نمود
اس سیہ کرتی کی ہی جالی گھٹا

خوں اتر آیا ہی خالی جام سے
ہو گئی ہی آنکھ کی لالی گھٹا

٨	یاد آتی ہیں وہ راسخ کاکلیں مار ڈالے گی مجھے کالی گھٹا	١٧

زباں بنگیا ہی منہ مے ہر زخمِ پنہاں کا
درِ توبہ نمونہ ہی مرے چاکِ گریباں کا

گریبانے مے پردہ تنِ پر زخم کا ڈھانکا
کوئی دھجی نہی بچا ہا کوئی تاگا بنا ٹانکا

رگِ جاں تار بنجائے ترے گیسوئے پیچاں کا
دلِ صد چاک شانہ ہو تری زلفِ پریشاں کا

ادھر خارِ مغیلان مانگتے ہین آبلے دل کے
ادھر کنتھے میں تمنے موتیا کے گوکھرو ٹانکا

خیالِ یار میں ہی بیخودی پوری ہوئی منت
کسیکی یاد سے بھرتا رہونگا طاقِ نسیاں کا

لہو بھی چار چلو بڑھ گیا مشقِ ستم بڑھ کر
ترے چہرے پہ قاتل رنگ ہے خونِ شہیداں کا

چمک جاتا ہی شکلِ شعلہ شمشیر آنکھوں میں
کنارہ بنگیا بجلی مے قاتل کے داماں کا

عدم نے ہر طرف ہستی کا ناکا روک رکھا ہے
گماں ہے بابِ امکاں پر درِ شہرِ خموشاں کا

کنول دل کا کھلا تیری نگہ کے زخم کھا کھا کر
بحمد اللہ سبق لینے لگا بلبل گلستاں کا

سلبل مذکر

سیہ کاروں کی بن آئے گنہگاروں پہ رحمت ہو
ٹپے محشر کے دن پر سایہ گر شبہائے ہجراں کا

تری ٹھوکر سی ہی برباد مٹی مرنے والوں کی
لحد میں گھس لگا نیکو نہیں گم وہ مسلماں کا

گیا ہی مجکو سودائے بتاں نے ایسا گُشتہ
بگولا بنگیا ہوں اپنی وحشت سے بیاباں کا

زبانِ تیغِ قاتل چوس لینگے نازکی گُشتے
دہانِ زخم سے منہ چوم کر چھوڑینگے پیکاں کا

نظر میں پھر رہی ہی تیری زلفوں کی سیہ تابی
بیاضِ صبحِ جنت ہی اندھیرا شامِ ہجراں کا

وہ خود دہر جاتی تھی لہو ہو جاتا دیدہ بھی بہ جاتی
ادھر تاکا ادھر تاکا یہاں جھانکا وہاں جھانکا

پریشاں طبع ہوں سودائے زلفِ یار سے لیکن
مری آنکھوں کے سرہا رہا خوابِ پریشاں کا

۹	یہ جی میں ہے مرے بے موت ای کنجِ لحد راسخ ٹھکانا تیسے گھر میں ہو اگر ناخواندہ مہماں کا	۱۷

الٰہی ہو رحصہ کو کسی سید سے مسلماں کا
ہیں وہ چاہئے معشوق جو بانکے سے ہو بانکا

اٹھا ہی آج گھونگھٹ عارضِ پر نورِ جاناں کا
چھپا ہی دامنِ شبنم میں منہ مہرِ درخشاں کا

نہایت شوخ دیکھا پھول عاجس گلستاں کا
چھپا ہی دوپٹے پر ترے خونِ شہیداں کا

ترے ابرو نے دل لیکر کیا کیا دھوکے
ل پر داغ گلدستہ ہو گویا طاقِ نسیاں کا

ادھر وہ سرخ ہوتا ہی ادھر یہ خون دیتی ہے
ماری آنکھ کر ڈوری سے رشتہ ہو رگِ جاں کا

نہ کھٹکا بادِ صرصر کا نہ حاجت شمعِ روشن کی
ری تربت پہ جگنو کا ہم دیتی ہیں چراغاں کا

ترے کوچے میں مل لی ہی عجب رنگیں تماشا ہی
یں گل کا کہیں بلبل کا کہیں خونِ شہیداں کا

پسِ چلمن بٹھا رکھا ہی فرطِ بدگمانی نے
ہا بانکا نگہباں ہی وہ بت دربان کے در بانکا

تماشا ہی کہ دل ڈوبے گری یوسف حضر نکلے
بت تنگ ہے ترے خطِ چاہِ زنخداں کا

نصیبِ خفتہ کی صورت الٰہی یا نو سو جائیں
پنے خواب دیکھا ہی طوافِ کوئے جاناں کا

تعلق ہی مری تقدیر کا شامِ غریباں سے
سے جا ملا رشتہ مرے چاکِ گریباں کا

کوئی مجھ جیسے مجنوں کی مقابل پھیلنا دیکھے
اہی نام گر پہلی ہوا اس زلفِ پریشاں کا

سوا ہیں خوف سے آنکھیں لڑیں چلمن میں دشمن سے
اروں نے مجھے دھوکا دیا شیرِ نیستاں کا

فراقِ یار میں اشکِ جگر گوں رنگ لائے ہیں
انخلِ مژگاں بنگیا ہی نخلِ مرجاں کا

کسی سب سے بھی اپنی حسن کی گرواد لینی تھی
رکھنا تھا آئینہ ہماری چشمِ حیراں کا

پریشاں کرکے زلفیں حالِ وحشت پوچھتی ہے
یں ایسا نہو جی چھوٹ جائے اہلِ زنداں کا

۱۰	لئے زلفیں اٹھا کر شب رخِ پر نور کے بوسے اندھیرے میں ملا راسخ ہو چشمۂ آبِ حیواں کا	۱۷

ارم اک تختہ پژمردہ باغ زخم پنہاں کا | سقر اک شعلہ افسردہ میری آہ سوزاں کا

الٰہی کس پری رو نے پڑی تسخیر دل جھانکا | کہ ہی ہر رخنہ در حلقہ انگشت سلیماں کا

نہ ہوگا بند پھاٹک حشر تک چاک گریبانکا | کسی حاتم کا دروازہ ہی یا شہر زخمو شانکا

زلیخا کیوں نہ رکھے تو نے ڈھیلے اپنی آنکھو نکے | گلہ کرتے ہیں یوسف رخنۂ دیوار زندانکا

بڑی دقت سے پہر رکھا فتیلہ دل کی زخمو نمیں | بڑی مشکل سی پہر باندھا ہی شیرازہ گلستانکا

جنو نمیں موت آئی ہی مجھے پھولونسی کیا مطلب | مری تربت پہ سہرہ ہو مرے تار گریبانکا ۴

زلیخا کا دل صد چاک اک مدت سے کہتا تھا | کہ ان زخمونکو چھانا چاہیے یوسف کے دامانکا ۴

شب وصل اور پھر ایسی حیا یہ شرم تو یہ ہی | مری آنکھونسی پٹی باندھکر ہاتھونسی منہ ڈھانکا ۴

ہرے ہوکر پھٹے انگور دل کے زخم سینے کے | بہار آتے ہی طوطی خوب چہکا اس گلستانکا ۴

نہیں وہ سبزۂ خط خضر ہیں دہانی قبا ہی | نہیں وہ مانگ اندھیرے میں ہی چشمہ آب حیوانکا ۴

دل پر داغ کی آہونسی پروانہ بنا قمری | ہوا اک سرو اٹھ اٹھکر دھواں سرو چراغانکا ۴

نزاکت دیکھنا معنی عیاں ہیں حرف مضمون سے | بیاض گردن جاناں ورق ہی میرے دیوانکا

دکھایا معجزہ عکس لب رنگین عارض نے | گلے میں ہار بنکر رہ گیا لعل بدخشانکا

بجھی تھی تیغ کیا شور آبہ اشک شہیدانسے | دہان زخم قاتل بنگیا ہی منہ نمکدانکا ۴

کسی سرکش کو دینگے تختہ انگو کنج مست | جناب شیخ ٹھیکا لیچکے ہیں باغ رضوانکا

جمائی اسنے افشانکے ستارے بیت ابرو میں | مسلمانو چلو میلہ ہی کعبے میں چراغانکا ۴

۱۱	بہار آئی ہی راسخ آستیں میں نے چڑھائی ہی جنوں کے ہاتھ میں گوشہ ہی دامان بیابانکا	۱۷

یہ جان دینے میں قاتل کمال کسکا تھا — تمام کشتوں میں چہرہ بحال کسکا تھا

بلا لو قیس سے فرہاد سے مری تصویر — یہ حال کسکا ہوا ہے یہ حال کسکا تھا

الٰہی پوچھ لے اُس بیوفا کی زلفوں سے — گناہگار مرا بال بال کسکا تھا

گذر گئی بڑی حسرت سے میکدے میں شیخ — حرام کہتے ہیں کسکو حلال کسکا تھا

گمان ہے مجھے دل کا تمہارے جوبن پر — یہ کچھ نہ کچھ جو چھپایا تھا مال کسکا تھا

تمہیں بتاؤ بنانا ہلال ابرو کو — نہ تھا کمال تمہارا کمال کسکا تھا

مرے طلب پہ دیئے ہیں رقیب کو بوسے — جواب کسکو ملا ہے سوال کسکا تھا

وہ کیسے دیوے عوض دل لیگئے یہ کہکر — تری بغل میں یہ جو رہا مال کسکا تھا

خرام ناز سے دشمن پہ حشر ڈھا دیتے — تمہیں لحاظ تھا کسکا خیال کسکا تھا

وہی ہے مہر میں پر تو جو ذرے ذرے میں — فروغ بخش دو عالم جمال کسکا تھا

کسی کی زلف شکن در شکن نے دی پھانسی — گلے پڑا ہے یہ کسکے وبال کسکا تھا

ہمیں تو چھپ کے تھی وصال دشمن سے — ٹپکنے کو عرق انفعال کسکا تھا

یہ کسکا صبر پڑا ہے کہ ڈھل گیا جوبن — گرہ یہ کاٹی تھی کسکی یہ مال کسکا تھا

وہ جاں نثار ہمیں تھے کہ مر مٹے تم پر — کسی کی جان کا لیوا وصال کسکا تھا

پھنسا لیا دم رفتار دل کو گیسو نے — یہ چال کسکی تھی ظالم یہ جال کسکا تھا

کیا ہے رام مری بندگی نے کافر کو — وگرنہ وہ صنم بدخصال کسکا تھا

۱۴	کہا رقیب سے ٹھکرا کے گور راسخ کی تمہیں خبر ہے کہ یہ پائمال کسکا تھا	۱۵

کیا سمجھے ہے کہ دل دوست ہے دشمن اُنکا　　مجکو وہ غیر سمجھتے ہیں لڑکپن اُنکا
صاعقہ ریز جگر ہے رُخِ روشن اُنکا　　دلِ دیرانکدہ ہی وادیِ ایمن اُنکا
پھول محرم پہ سینے پڑھ گیا جوبن اُنکا　　بابلبلیں لوٹ ہیں جلی سہی گلشن اُنکا
تھی حیائے طلبِ وصل شبِ عید وعید　　بنگیا تیغ ہلالِ خمِ گردن اُنکا
جلوۂ یار ذرا ہوش کی لینے دے مجھے　　نکلا جاتا ہی مرے ہاتھ سے دامن اُنکا
وہ ہلاتے دلِ ویرانمیں ہا کرتے ہیں　　یہی اجڑی ہوئی بستی تو ہی مسکن اُنکا
یاالٰہی جو گرہ دلمیں ہی باہر آئے　　میرے پلے سے کوئی باندھ دی دامن انکا
مرنے والونکا الٰہی کہیں پر وہ ڈھک جائے　　دھجیاں ہوکے پڑے لاش پہ دامن اُنکا
زخمہائے دل پر داغ ہی جا بجا ہیں عیاں　　ان جھروکونسے ہوا کرتا ہی درشن اُنکا
رکھدیا ہمنے گلا تیغ پہ گویا شبِ وصل　　صبح تک ہاتھ رہا ہے تہِ گردن اُنکا
بھولی باتونکا تقاضا ہی کہ تاقتلِ عدو　　ہے ہے آغوشِ جوانی میں لڑکپن اُنکا
وہ سوجد ہوں جو کہاروں انھیں یکتائے زمن　　نام ہر صبح جپے شیخ و برہمن اُنکا
جستجوئے حرم و دیر مایوس ہوں میں　　کچھ بتا تو ہی بتا وادیِ ایمن اُنکا
اونکی تصویر دکھا دونگا جو انہیں انھیں　　پینے کا غذمیں اٹھایا ہی لڑکپن اُنکا

۱۲　　کہہ رہے ہیں دلِ محروم کا ماتم راسخ　　۱۳
پچھلی راتونکو سنا کرتے ہیں شیون اُنکا

وہ شبِ قدر رہی یہ جلوۂ ایمن اُنکا　　زلف بکھری ہوئی نکھرا ہوا جوبن اُنکا
دبگیا چڑھتی جوانی سے لڑکپن اُنکا　　اونکے سینے پہ چڑھا آتا ہے جوبن اُنکا

کسقدر غازہ سے چمکا رخ روشن انکا — حسن یوسف سے ٹپکتا رہا جوبن انکا
میری آنکھوں میں ہی عکس رخ روشن انکا — سونیکے کانٹے میں تلنے لگا جوبن انکا
ہی وہاں جوش جوانی تو یہاں جوش جنوں — جیب عشاق ہی پھٹ پڑ نہیں جوبن انکا
کچھ چرایا ہی چھپایا ہی دبا رکھا ہے — دلکو مٹھی میں لئے رہتا ہی جوبن انکا
ہوتے جاتے ہیں وہ تصویر پس عہد شباب — سانچے میں ڈھلنے کو تیار ہی جوبن انکا
چھلے پہنا کے نہ چھل اکوئی دم دے دیکر — چٹکیوں میں کہیں اڑ جائے نہ جوبن انکا
منہ کے بل گرتا ہی اور سینے کو ابل اٹھتا ہی — ٹھیلیاں لیتا ہی جاتے ہوئے جوبن انکا
عشق دشمن کی چھپی چوٹ ابھر آئی ہی — فتنہ انگیز ہی اور بھرا ہوا جوبن انکا
اونکی آنکھوں میں کھبا جاتا ہی میرے دلمیں — دونوں سے نوک کی لینے لگا جوبن انکا
زلف بن بنکے نہ چھا گئی تتلی کی حضور — ایک تل بھر تو جگہ چھوڑ دے جوبن انکا

۱۴ — ایک اسنخ ہی نہیں عاشق رخ روشن کے — جلوہ اونکا ہی ادا اونکی ہی جوبن انکا — ۱۵

ساتھ دیتی ہی گرچہ کبھی چتون ان کا — ہولیاں خون سے کھیلے گا لڑکپن انکا
شعلہ ہی برق ہی عکس رخ روشن انکا — پردہ رکھا کے گرتی ہی چلمن انکا
غیر نے پھولنکے گہنے کی بہاریں لوٹیں — لٹ گیا پہلے مرے پھولوں سے گلشن انکا
دونو منہ پھٹ ہیں کہے دیتے ہیں حال شب عیش — چولی مسکی ہوئی لٹکا ہوا دامن انکا
ہیں لب مرگ بھی جگر میں تہلکے بیتاب — بنگیا چرخ بریں گنبد مدفن انکا
قرض دشمن سے چمکتی ہوئی قسمت لاؤں — میرے کوچے میں بھڑک جائے جو توسن انکا

سجدے کرنے لگا سایہ قدِ موزوں کا اُٹھیں
بُت جسے سمجھے تھے نکلا وہ برہمن اُنکا

سخن اقرب کے وظیفے کا ملا پھل مجکو
آج خنجر ہے قریبِ رگِ گردن اُنکا

بُت بنے بیٹھے ہیں خاموش ہیں چپ ہیں لیکن
وصل میں سیف زباں ہی خمِ گردن اُنکا

ہاتھ پھیلائے ہیں جب مٹھی میں ال لیتا ہوں
اُف رے یہ سادگی اللہ رے لڑکپن اُنکا

اُنکی تسبیح زبانیں ہے سمرن اُنکی
حرم و دیر میں ہی شیخ و برہمن اُنکا

کیوں گئے جو محل میں کہ ہر ہا دستِ عدو
دامنِ عصمتِ یوسف سہی دامن اُنکا

اُسنا ایک و رہا دیتا ہی آگے اُنکے
اُنکا آئینہ حریف اُنکا ہی دشمن اُنکا

کہدو بسمل سے کہ اک ہاتھ جگر پہ رکھے
اور اک ہاتھ سے تھامی رہی دامن اُنکا

۱۶
مطرب و شاہد و مے پاس ہی جنکے راسخ
گلشن اُنکا ہی چمن اُنکا ہے ساون اُنکا
۱۷

سوالِ وصل پہ وہ بُت نفور ہمسے ہوا
بڑا گناہ دلِ ناصبور ہمسے ہوا

جو کچھ نہ ہوتا تھا ربِ غفور ہمسے ہوا
کئے گناہ بہت کم قصور ہمسے ہوا

فراقِ یار میں ہاں ہاں قصور ہمسے ہوا
ضرور صبر دلِ ناصبور ہمسے ہوا

جفا کے شکوے پہ اُنکی وہ نیچی نیچی نظر
وہ ہاتھ باندھ کے کہنا قصور ہمسے ہوا

اُمید کہتے ہیں کسکو یقین ہے زاہد
گئے بہشت میں ہم عشق حور ہمسے ہوا

کھنچا بصورتِ خنجر بنا رگِ گردن
وہ جتنا پاس ہا اُتنی دور ہمسے ہوا

گناہگار نہ ہوتے تو عفو کیا ہوتا
الٰہی تیرے کرم کا ظہور ہمسے ہوا

بھلے گا بونیہ کسدن تھا چار چلو خون
شہید وہ ہیں کہ چہرے پہ نور ہمسے ہوا

یہ کہہ رہے ہیں کسکی نشیلی آنکھ کے تیر
کہ چشم زخم جگر میں سرور ہمسے ہوا

کہے تو جائیے ترک تبا نکی ای واعظ
حضور ہمسے یہ ہوگا حضور ہمسے ہوا

ہمیں تو توڑتے ہیں جام محتسب سچ ہے
کسی کا شیشۂ دل چور چور ہمسے ہوا

خطا معاف یہ جی میں ہے لیکے بوسۂ زلف
تمھیں سے عرض کرینگے قصور ہمسے ہوا

حیا میں شوخی سکھائی تمھیں کو ہم نے ستم
نگہ میں ناز ادا میں غرور ہمسے ہوا

شراب پی ہے بیاد رخ ملیح بتاں
یہ آب رشک شراب طہور ہمسے ہوا

سلیقہ ہمنے بتایا ستمگری کا تمھیں
تمیز ہمنے سکھائی شعور ہمسے ہوا

نکال لائے تو نکو ہزار پردوں سے
جہاں میں عام تماشا طور ہمسے ہوا

۱۷ کمال یہ ہے کہ انساں بنے وہ بت اے شیخ
یہ مانا رشک پری رشک حور ہمسے ہوا ۱۷

ہے حلقہ حلقہ زلف کا حلقہ کمند کا
کیا حال پوچھتے ہو مرے بند بند کا

گاہک ہے کون میرے دل دردمند کا
میری پسند کا نہ تمھاری پسند کا

تیرے یہ تین دن تو مرے سر کو ہو عروج
یعنے شہید ہوں بت بالا بلند کا

تعظیم کو اٹھا قد آدم مرا غبار
ہمدوش مرکے ہوں ترے سرو بلند کا

دیکھا جو مجھکو دور سے دونو چمک گئے
بجلی تھا تازیانہ تمھارے سمند کا

محرم کے بند توڑے ہیں کسنے ستم ستم
میری زباں پہ مرثیہ ہے چار بند کا

کہتے ہیں جسکو لوگ مرحبا ہلال چرخ
نیچا سا طاق ہے ترے بام بلند کا

مجھکو بچائے موت کی تلخی سے ہمنشیں
لادے کسیکی چوٹی سی موباف قند کا

ملوار تیرے ہاتھ کی میٹھی چھری ہوئی | زخموں نکو میرے لطف ملا نوشخند کا
باب قبول میں نہ سمایا شب فراق | بالا بلند دست دعائے بلند کا
پھولی ہیں جوش الفت گیسو میں رگیں | گردنمیں میری رہتا ہی لچھا کمند کا
وہ مہروش جو گرم عناں ہو تو سیر ہو | ٹیکا ہو آفتاب جبین سمند کا
تسلیم ہے شفا کو مسیحا کو بندگی | دم ہوں مریض ہجر کا۔ دل۔ دردمند کا
رنگ حنائے دست کو تیرے نظر نہ ہو | تل بنگیا ہتیلی کا دانہ سپند کا
بازار مصر حسن سے لایا ہے مول عشق | سودا پسند ہی دل سودا پسند کا
ٹپکے عسل جو بال نہا کر نچوڑ دے | یہ معجزہ دکھائیگا موباف قند کا

۱۸ بعد فنا بھی جو نہ صبا سے ہوا بلند
تھا یہ غبار راسخ پستی پسند کا ۱۷

ہے شعلہ ریز حسن یہ کس خود پسند کا | جل جلکے تلے ڈھیر ہوئے ہیں سپند کا
طوبی ہے چور مصرع قد بلند کا | دھوون ہیں مہر و مہ ترے حسن دوچند کا
دل لے شریک حال ہوں ہر دردمند کا | جلتا ہوں دیکھ دیکھ کے جلنا سپند کا
افشاں پہ اُن بھوؤں کی ہی پروانہ مرغ دل | ہر ذرہ اک چراغ ہے طاق بلند کا
نکلے ہوئے ہیں تیری طرح شوخیوں کے پانو | پڑجائے کاش صبر دل سوگمند کا
اچھا کیا کہ ہاتونمیں زلفیں سنبھال لیں | تھا فکر تیرے دزد حنا کو کمند کا
اے تلخ گو شراب مرے حق میں سم ہوا | اُلٹا اثر ہوا ہی ترے زہر خند کا
کبتک چڑھائے زلف کے کانٹونکو خون دل | کبتک ہے کوئی متحمل گزند کا

اے طفلِ شوخ دیکھ الف ہو کے رہ گیا
سروِ بلند نام ہے تیرے سمند کا

کھینچے گا آہ یادِ قدِ دلفریب میں
ڈالونگا شاخِ سرو میں پھندا کمند کا

ہے جلوہ گر یہ کس بتِ شیریں دہن کا عکس
دریا میں جو حباب ہے کوزہ ہے قند کا

اُن ابرووں کے نیچے اللہ کی پناہ
جو نکلوں نے خون چوس لیا بند بند کا

باندھے ہیں کھینچ کھینچ کے دزدِ حنا کے ہاتھ
پکڑا ہے اونسے چور دلِ دردمند کا

مصحف پہ ہے غلاف کہ بدلی ہے چاند پر
گھونگٹ ہے منہ پہ گیسوئے مشکیں پسند کا

ہے دم شمار یونسے مجھے کام ہجر میں
دوری میں اُنکے پاس ہے انفاسِ چند کا

دل ہی مقامِ رنج ہے اُٹھیں یہیں سے حشر
بیٹھے سمٹ کے درد یہیں بند بند کا

۱۹

راسخ بس اب خموش کہ برہم ہے انجمن
لوگوں کو انتظار ہے مقطع کی بند کا

۱۳

وقفِ دل ہے اختلاج اچھا ہوا
اب مریضِ لاعلاج اچھا ہوا

کشتۂ گیسو کو سنبل چارہ گر
مار ہی رکھا علاج اچھا ہوا

داغ سرکارِ محبت نے دئے
کھوٹے سکے کا رواج اچھا ہوا

آج مارا کہہ رہی ہے اُنکی زلف
لب کا دعوے ہے کہ آج اچھا ہوا

اک جہاں ہے بندۂ زلفِ بتاں
پھر ہوا کالونکا راج اچھا ہوا

کر ستم ہے قاعدہ ہر کام کا
آج سے کل کل سے آج اچھا ہوا

ہجر میں ضبطِ فغاں یا ترکِ جاں
کر لیا جو کام کاج اچھا ہوا

جان لی اُس بیوفا نے لیکے دل
بڑھ گیا ہم پر خراج اچھا ہوا

کہتے ہیں ذکرِ وفا پر چونک کر
یا الٰہی یہ رواج اچھا ہوا

مینے بھوں چومی تھی توڑی تیغ دی
جو ہوا اے بد مزاج اچھا ہوا

داغِ سودا میں ہی چھالا زیبِ سر
ملگیا وحشت کا تاج اچھا ہوا

سر نہیں تکیے سے اُٹھ سکتا ندیم
اوس ستمگر کا مزاج اچھا ہوا

دولتِ الفقر فخری مل گئی
راسخ کم احتیاج اچھا ہوا

٣٠ — ١٧

کھلا ہی رنگ شبِ ہجر میرے آنسو کا
عزیز رکھتی ہیں آنکھیں نظارہ جگنو کا

کیا یہ عذرِ گنہ بوسہ لیکے گیسو کا
کہ باندھ لو مری مشکیں خطا ہوئی چوکا

وہ گرتے دیکھکے پروانے شمع پر بولے
الٰہی ایسونکے مُنہ کو لگے کہیں لوکا

خبر لو اپنے گریبانکی پھٹ پڑا جوبن
تمھارے قبضہ سے نکلا تمھارے قابو کا

ہمارے پہلو سے پہلو تہی نہو ای درد
یہ ایک پہلو ہے ظالم ہزار پہلو کا

دہانِ شیخ میں کیں ہمنے کُلّیاں پی کر
یہ پیچ ہی حلق میں آتا ہے چرخ کا تھوکا

الٰہی عارضِ روشن کو کس سے دوں تشبیہ
کہ شمعِ طور ہے اکا کسی کے بازو کا

کرونگا ذکرِ وصالِ عدو سے شرمندہ
اُنھیں دکھاونگا آئینہ اُنکے زانو کا

بچا رہا جو ہمارا دھرا رہا ایمان
خدا بھلا کرے اُس بُت کے طاقِ ابرو کا

الٰہی توبہ ہی کھا کھانہ جائے اکیکو ایک
کہ ہی تمھاری محبّت کا اک جہان بھوکا

چڑھلکے تیوری سکتے نہ ڈالئے صاحب
کہ لاجواب ہی مطلع تمھارے ابرو کا

سیاہ خانۂ عشاق ہی یہ تیرہ و تنگ
کہ بجلیونکی چمک ہے پتنگہ جگنو کا

یہ بات بات پہ کیوں نامِ غیر تکیہ کلام
رقیب تکیہ ہے شاید تمھارے پہلو کا

کسیکے شانے پہ کھل کھلکے دلپہ مارا ہاتھ
دراز دست لقب ہے تمھارے گیسو کا

اٹک رہا ہے مرے حلق مین دم ای ساقی
بہت دنوں سے ہوں محتاج آپکے چلو کا

خدا کا نام ہے جس دلمین ہو نہ یادِ بتاں
یہ ہمنے مانا کہ ہے وہ مکاں مگر ہو کا

٨ — یہ کسکی آنکھوں کا تھا میں شہید ای راسخ
گمان ہے روزنِ تربت پہ چشمِ آہو کا — ط١

رہتا ہے کوئے یار میں یہ جوشِ نقشِ پا
سو سو قدم ہیں نقش بیک دوشِ نقشِ پا

رفتارِ یار سے نہ رہے ہوشِ نقشِ پا
ہے مستِ نازِ چشمِ جفا کوشِ نقشِ پا

نالوں سے میرے پھوٹ گئے گوشِ نقشِ پا
ہے وقفِ الاماں لبِ خاموشِ نقشِ پا

وہ عرضِ بوسۂ کفِ پا سے بگڑ گئے
مجکو دکھلاتے جاتے ہیں پاپوشِ نقشِ پا

ہر دلمیں نقش ہیں تری رفتار کے چلن
سینہ کی تختیاں ہیں زرہ پوشِ نقشِ پا

ہر نقشِ پائے یار زمیں پر ہے گوشِ گل
ہر ذرہ بنگیا ہے دُرِ گوشِ نقشِ پا

آتش قدم وہ ہیں کہ ہر نقشِ پا ہے داغ
ہر خار شمعِ مجلسِ خاموشِ نقشِ پا

رکھتا نہیں زمیں پہ کبھی بھول کر قدم
گویا بدی ہے اسنے فراموشِ نقشِ پا

آسودگانِ خاک کو معراج مل گئی
دامن ہے انکا غاشیہ بر دوشِ نقشِ پا

سو جائیں اسکے کوچہ میں ای کاش میرے پانو
خوابِ عدم ہو خوابِ فراموشِ نقشِ پا

پامالیوں سے قبر کی وہ بت عرق فشاں
ہیں خاکساریوں سے قدح نوشِ نقشِ پا

قرباں خرامِ ناز کے چلتا ہے جب وہ شوخ
کہتا ہے مرحبا لبِ خاموشِ نقشِ پا

رکھونگا تیری راہ میں آنکھیں نکال کر
ڈھیلوں نکو میں بناؤنگا سرپوش نقش پا

عکس حنائے پا سے ترے سر نشاں ہی سرخ
معجز نما ہے شاہد گلپوش نقش پا

ملتا ہی خاکسار سی جھک جھک کے خاکسا
دیکھا ہی نقش پا کو ہم آغوش نقش پا

طاؤس تیری چال اڑانے کو ای پری
مست خرام ناز ہی مدہوش نقش پا

۴۳
راسخ وہ خاکسار ہوں مشت غبار ہوں
رکھتا ہوں پیرہن میں تن و توش نقش پا
۱۷

دل گیا تم لے گئے جاتا رہا
کیا رہا میری گرہ میں کیا رہا

دین و دنیا دونو سے جاتا رہا
تمپہ مر کر کوئی کس گھر کا رہا

میرے منہ میں گر رہی تیری زباں
پھر نہ سچی ہو تو میں جھوٹا رہا

جذب پنہاں سے نہ چھوٹا تیر یار
دل سے گر نکلا جگر میں جا رہا

عشق میں معجز نما تھی زندگی
بے جیئے جی مرتا رہا جیتا رہا

بارے تیرے کان میں کیسی کہی
جھک کے بوسہ لے لیا کیا رہا

ہائے میرا باوفا معشوق دل
روز پہلو میں مرے بیٹھا رہا

دلسے یاد دلستاں جاتی نہیں
بارہا سمجھا چکا ہوں بارہا

بنگئی قاصد پہ کیا یارب وہاں
مر گیا کھویا گیا جاتا رہا

ہے عجب شہر خموشاں زندہ دل
جنگلونمیں تیرے دن میلا رہا

قرض لیکر بوسے تمکو دیدیے
سچ تو یہ ہی تم سے میں اچھا رہا

لیکے جان و دین و دل وہ کہہ گئے
دیکھ لو کیا کیا گیا کیا کیا رہا

دل رہا تیرِ نگاہِ یار میں — نیش زن دلمیں مرے کانٹا رہا
خوش قدونکے عشقمیں وحشی تہامیں — تا قدِ آدم کفن اوچھا رہا
دفترِ عصیاں فرشتے لے اُڑے — میں قیامت میں بہت ہلکا رہا
لفظ تنہا کی طرح وحشت سرمیں — عالمِ کثرت میں بھی تنہا رہا

٢٣ — زندگی سمجھا تھا جسکو موت تھی
مجبورا سنخ عمر بھر دھوکا رہا — ١٩

بیقراری ہی کہا کی دلِ مضطر آیا — صادق القول ہے آیا وہ مقرر آیا
حسرتیں لیکے بتوں پر دلِ مضطر آیا — سارے لشکر کو لئے فتنۂ محشر آیا
ناتوانی کے سبب ٹھوکر دنمیں سر آیا — پھلے جو پانونمیں تھا سر میں وہ چکر آیا
بنگیا تازہ کہانی سے مری حشر کا دن — ہوگئی شام تو سمجھا کہ گھڑی بھر آیا
ہاتھ کٹوائینگے مشاطہ کی وہ شانے سے — مانگ میں فرق اگر بال برابر آیا
وعدۂ وصل موکد ہی بسوگندِ رقیب — آپ کے سر کی قسم اب مجھے باور آیا
غمزے کرتا ہوا جاتا ہی جدھر کوئی حسین — چیخ اُٹھتا ہے بغل سے دلِ مضطر آیا
خال ہیں رُخ پہ ترے میں تری صورت کے نثار — یا یہ قرآن میں آیا ہے مکرر آیا
تیر نکلے دلِ خوں گشتہ سے آنسو ہوکر — شیشہ خالی ہوا پیمانے کا دل بھر آیا
چھوڑ بیٹھے ہو مگر چھوٹنا آسان نہیں — کیا کروگے جو دلِ زار مکرر آیا
بسترِ مرگ سے تا گور سفر تھا مشکل — مر کے طے منزلِ دشوار ہوئی گھر آیا
اُنکی شوخی نے حیا میں بھی دکھائے جوہر — خمِ گردن بھی سنبھالے ہوئے خنجر آیا

یاس نے دل میں مرے خاک اُڑا رکھی ہے
ہجر میں لب پہ دم آیا تو مکدّر آیا

بُلبلِ بسملِ شوخی ہے گلِ گلشنِ ناز
ہائے وہ لفظ ترے مُنہ سے جو باہر آیا

دعوئِ تنگ دہانی نہ چلا پیشِ عدو
وعدۂ وصل زباں تک ترے کیونکر آیا

خدمتِ طوفِ صنمخانہ ملی ہے مجکو
کھا کے چکر مرے رستے پہ مقدّر آیا

ناپ دیکھے ترے قامت سے قیامت قد کو
گر بہت آیا تو کندھے کی برابر آیا

ہی جنوں عشق میں اُن مہندی لگی ہاتونکے
بنگیا لعل مرے سر پہ جو پتھر آیا

۲۴

تیوری چڑھنے لگی پھول کہاں نکلے راسخ
میری تُربت پہ وہ کھینچے ہوئے خنجر آیا

۱۳

کیا دن تھے وہ کہ عشق کو اپنا سلام تھا
پہلو میں چین سے دلِ جنت مقام تھا

دیکھا ہجومِ یاس تو دل سے وہ کہہ گئے
اس بیوفا سے ہمکو اکیلے میں کام تھا

یادِ پری رخاں نے اُڑائی لحد میں نیند
میں مردِ عشق تھا مجھے سونا حرام تھا

لوٹا نگاہِ ناز نے شب بزمِ یار میں
کیا خوب بندوبست تھا کیا انتظام تھا

تسلیم کرکے پانو پہ قاتل کے ہم جھکے
سجدہ نماز عشق کا یہ وہ سلام تھا

لو دیکھنا کہ چشمِ سخنگو بھی ہے خموش
پہلے فقط تمہارے دہن میں کلام تھا

قاتل دہانِ زخم سے آتی ہے یہ صدا
بے رحم ایک ہاتھ میں قصہ تمام تھا

زاہد گناہگار ونکا بھی ہو گیا سلام
محشر تھا یا حضور کا دربارِ عام تھا

پہلو تہی اجل بھی دمِ قتل کر گئی
اُس بیوفا کے ہاتھ میں خالی نیام تھا

قاصد لفافہ کھل گیا خط میں یہ چال تھی
میرے پتے سے تمہارے دشمن کے نام تھا

آئی بھڑک بھڑک کے اجل ہجرِ یار میں
رشکِ پیامبر سے مجھے موت آگئی

اپنا سمندِ عمر بھی نازک خرام تھا
دم لب پہ تھا مرے کہ زبانی پیام تھا

۲۵ راسخ کہاں گیا وہ زمانہ ہزار حیف
گردن میں دستِ یار تھا گوش میں جام تھا ۱۱

چین کا گھر کوئی آرام کا کونا نہ ملا
ہائے نے سنگھ نیند ہمیں قبر میں سونا نہ ملا

جاں نہ تڑپا نمکِ خندہ سے وقتِ کشتن
نکلا میٹھے میں سفاک سلونا نہ ملا

نہ ملا چین پسِ مرگ بھی یارب ہم کو
گیہ عمر مرکے ملا تو بھی بچھونا نہ ملا

دلِ مضطر کو کلیجے سے لگا رکھا ہے
نہ کبھی ہمکو ترے ساتھ جو سونا نہ ملا

میرے زخموں پہ نمک بھی تو چھڑک دے قاتل
میٹھی چھری ہو کا مزا آیا جو سلونا نہ ملا

ہمتو بہ جاتے ترے کوچے کی جانب لیکن
ضبطِ کمبخت کی تاکید سے رونا نہ ملا

نہ دیا خنجرِ سفاک نے پانی ہے ہے
ہاتھ ہمکو تو کبھی جان سے دھونا نہ ملا

میں وہ طالب کہ مرے نقشِ قدم تک معدوم
تو وہ عنقا کہ ترے ملنے کا کونا نہ ملا

خاک میں ملکے یہ کہتا ہوں کہ خاکم بسر
تیرے کوچے میں مجھے خاک بھی ہونا نہ ملا

بجلیاں کھو کے شبِ وصل وہ ہیں گرمِ تلاش
آنکھ کی نیند گئی کانوں کو سونا نہ ملا

۲۶ انکی تسخیر کا ڈھب ہاتھ نہ آیا راسخ
کوئی افسوں کوئی جادو کوئی ٹونا نہ ملا ۱۱

کسیکا مال ہے رہزن کسیکا
سنا کرتے ہیں وہ شیون کسیکا

پڑا ہے لوٹ میں جوبن کسیکا
سریلا ہے غضب ارگن کسیکا

رہا اک ہاتھ دل پر وقتِ رخصت
رہا اک ہاتھ میں دامن کسیکا

ہوئی معراج اونکی ٹھوکر دنسے
فلک پر چڑھ گیا مدفن کسیکا

حیا نے وصل کی شب مار ڈالا
سر وہی تھا خم گردن کسیکا

مجھے کہتے تو ہو دشمن کا دشمن
کسی کا کون ہی دشمن کسیکا

عدو نا تم میں کچھ نہیں ہے نہیں
کسی کے پھول ہیں گلشن کسیکا

کسیکو ڈھونڈتا پھرتا ہی کوئی
کسیکے دلمیں ہے مسکن کسیکا

ہوائے بوسہ بھڑکاتی رہیگی
چراغ عارض روشن کسیکا

رہا یوسف زلیخا بنکے ہر صبح
ہمارا ہاتھ پیراہن کسیکا

۲۷

عدو نکلے مرے ہم نام راسخ
نہ میرا ہے نہ وہ بدظن کسیکا

۱۱

جو میں نکتہ فہم ہوتا جو میں با کمال ہوتا
کسی دل کا نقطہ بنتا کسی لب کا خال ہوتا

غمِ عشق سہی ہی میری ہر وقت دل لگی سہی
یہ ملال اگر نہ ہوتا تو مجھے ملال ہوتا

شبِ وعدہ گر نہ پھرتا مری ساتھ ساتھ دشمن
تجھے کچھ خیال ہوتا مجھے کچھ خیال ہوتا

مجھے تیغ تم نہ دیتے تو لہو یہ رنگ لاتا
کہیں ہاتھ لال ہوتے کہیں چہرہ لال ہوتا

ترے ملنے کی تمنا جو عدو ہے جاں نہ ہوتی
شبِ ہجر وصل ہوتا شبِ غم وصال ہوتا

دلِ زار کہہ رہا ہی شبِ ہجر بنکے آنسو
کوئی درد تو نہ تھا میں کہ شریکِ حال ہوتا

ترے پاسباں کے تیور جو ہوئے تھے کھچکے خنجر
ترے در کا سایہ ڈھلکر مرے حق میں ڈھال ہوتا

مجھے رشک جلنے دیتا تو یقیں تھا عاشقوں میں
کبھی قحطِ عشق ہوتا کبھی غم کا کال ہوتا

تری زلف کا تصور کم و بیش بہر دشمن — کبھی کھل کے حلقہ بنتا کبھی بڑھ کر جال ہوتا
شب ہجر و وصل جب تھی کہ سرور بادہ ساقی — کسی شب حرام ہوتا کسی شب حلال ہوتا

۳۸	مری یکتائیاں ہیں مجھے سودمند راسخ کوئی باکمال ہوتا تو اُسے زوال ہوتا	۱۳

ہے یہ رتبہ مری تنہائی کا — ہوں مقابل تری یکتائی کا
شیخ محراب عبادت سمجھا — اُف رے عالم تری انگڑائی کا
ای پری چاک گریباں ہو کر — پھٹ گیا دیدہ تماشائی کا
صبر پڑ جائے تری شوخی پر — جانِ محزوں کی شکیبائی کا
طور کہتے ہیں جسے جلوۂ طور — ڈھیر ہے تیرے تماشائی کا
برق کی طرح نہ ٹھیرونگا کہیں — ہوں تصور کسی ہرجائی کا
میں وہ مضطر ہوں کہ بیتابی پر — رنگ ہے میری شکیبائی کا
رتبہ باقی ہے تمھاری شہرت — نام لے کر مری رسوائی کا
تنبیہ جو مرتے ہیں جی جاتے ہیں — زندہ ہے نام مسیحائی کا
آیت سجدہ ہے حرف تقدیر — حکم ہے مجکو جبیں سائی کا
سارے محشر میں تمھیں تم نکلے — روز بازار تھا زیبائی کا
اونکو دیتا ہے سبق آئینہ — خودستائی کا خودآرائی کا

۳۹	حسرت عمر گذشتہ راسخ صیغہ ہے ماضی تمنائی کا	۱۳

پازیب جب پہن کے وہ چھم سے نکل گیا
دم عاشقوں کا پہلے قدم سے نکل گیا

ہیں خوگرِ ستم تمھارے حق میں ستم ہوا
اک حرف بھی جو لفظ ستم سے نکل گیا

کھاؤنگا صاف پینے پلانیکی میں قسم
جسدن سنونگا قاف قسم سے نکل گیا

ہستی میں نیستی کی یہ طے کی ہیں منزلیں
میں کوسوں دور ملکِ عدم سے نکل گیا

سفاک دور ہی ترے کوچہ سے قتل گاہ
یہ کشتنی تو حدِ حرم سے نکل گیا

نکلا تھا پہلے لفظ قسم ٹوٹ ٹوٹ کر
پیمان شکن پھر اپنی قسم سے نکل گیا

نظارگی یہ محو کہ تھم ہو کے رہ گیا
تیرِ نظر وہ تیز کہ تھم کے نکل گیا

مدت سے تھی جفائیں اُٹھانے کی آرزو
یہ حوصلہ تمھارے کرم سے نکل گیا

شاید کدورتِ دلِ دشمن تھا وہ غبار
پہلے جو تیرے نقشِ قدم سے نکل گیا

مے پی کے ہمنے دامنِ زاہد کی لی خبر
باتو نکا چھینٹا قدرِ درم سے نکل گیا

قامت سے تیرے کیا ہو قیامت کو ہمسری
زلفیں یہ کہہ رہی ہیں کہ ہم سے نکل گیا

دم دے رہے تھے جس پہ شہیدانِ آرزو
وہ کام تیری تیغِ دو دم سے نکل گیا

۳۰	راسخ مٹے گا کیا تری تقدیر کا لکھا یعنے نکل گیا جو قلم سے نکل گیا	۱۷

پسِ گناہ زبان پر جو یا غفور آیا
لحاظ معاف کرانے کو خود قصور آیا

قرار اب تو تجھے جانِ ناصبور آیا
ضرور آئیگا وعدے پہ وہ ضرور آیا

ہوائے بادہ پرستی سے بھی سرور آیا
خیالِ میکدہ مجھ تک نشے میں چور آیا

سوالِ حسن کہ بنتا ہے کون بندۂ عشق
جوابِ عشق کہ دل لیکے میں حضور آیا

ہوئی یہ میرے جنوں کی ڈراؤنی صورت
کہ سایہ ساتھ بھی آیا تو دور دور آیا

ملا نہ چین کسی طرح رشک کے ہاتوں
خیالِ وصل بغل میں دبائے حور آیا

ہماری جان گئی تمنے جب سنبھالا ہوش
ہمارے ہوش گئے جب تمھیں شعور آیا

وہ عرضِ وصل پہ تیور چڑھائے بیٹھے ہیں
الٰہی خیر کہ خنجر لئے غرور آیا

شبِ وصال کی زلفیں ہوئیں بیاضِ سحر
پیامِ مرگ ترے دشمنوں سے دور آیا

نکال لایا ہے وہ شوخ قد قیامت کا
اب آفتاب سوا نیزے پر ضرور آیا

وہ ناتواں ہوں میں پی لی شبِ وصال اگر
ہزاروں ٹھیکیاں لیتا ہوا سرور آیا

وہی ہی مہر میں ذرے میں ہے جو رنگ نمود
کسی میں تیز کسی میں فرا ظہور آیا

ہوئی نہ مدتِ مے رشک سے پئے ناصح
کہ سر سے ہوش گئے عقل میں فتور آیا

ہمارا زخم نہ چوکا نمک کے شکوے سے
دہن کے کھلتے ہی خنجر پہ منہ ضرور آیا

بلند بام کسی شعلہ رو کا جب دیکھا
کہا یہ دل نے مبارک ہو کوہِ طور آیا

وہ خاک پاس محبت سے پاس آئیگا
جو دور دور سے کہتا ہے دور دور آیا

۳۱	یہ خون حضرتِ راسخ کا رنگ لایا ہی کہ سرخ گال ہوئے انکے منہ پہ نور آیا	۱۵

دلکو فکرِ وصال تھا نہ رہا
تھا خیالِ محال تھا نہ رہا

کشتۂ مارِ زلف کا کیا غم
ایک آشفتہ حال تھا نہ رہا

یاسِ جاوید کو دعائیں دو
مجھ میں تم میں ملال تھا نہ رہا

جھوٹے وعدو نہ عذر تو دیکھو
کہہ رہے ہیں خیال تھا نہ رہا

قطع کی زلف تم نے خوب کیا
شیشۂ دل میں بال تھا نہ رہا

تیری تصویر ہو گئی گھر گھر
خوبرویوں کا کال تھا نہ رہا

کیا چھپاتے ہو ڈھلگیا جوبن
وہ جو چوری کا مال تھا نہ رہا

بوسۂ لب کی آرزو نہ گئی
دل جو لالونکا لال تھا نہ رہا

حل ہوئی یاس سے مری مشکل
پہلے جو کچھ محال تھا نہ رہا

مر گئے خالِ یار کے عاشق
یہ مرض خال خال تھا نہ رہا

ایک بوسہ بھی اب نہیں ملتا
ایک لقمہ حلال تھا نہ رہا

انتہا عشق کی خدا جانے
ابتدا میں جو حال تھا نہ رہا

غیر کو بھی ہے شوق پھانسی کا
عشقِ گیسو و بال تھا نہ رہا

بے کمالی کی داد ملتی ہے
ایک مجھ میں کمال تھا نہ رہا

۳۲
کی جفا اُسنے شکوے پر راسخ
مجکو جو انفعال تھا نہ رہا
۱۷

تلخیِ ہجراں تمھارے عشق کا پھل ہو گیا
نخلِ الفت بار یہ لایا کہ حنظل ہو گیا

ہجر کی شب دردِ دل گُھٹ گُھٹکے بادل ہو گیا
چشمِ دریا بار یہ برسی کہ جل تھل ہو گیا

کسکے بوسونکا نشاں ٹیکا ہی ماتھیکا ترے
ہاتھ کسکا زیبِ گردن بنکے ہیکل ہو گیا

عقدۂ مشکل بنی زلفِ گرہ گیرِ بتاں
چینِ پیشانی مری تقدیر کا بل ہو گیا

ملگیا وحشی سے وحشی بڑھگیا جوشِ جنوں
قیس ہمسے ملگیا جنگل میں منگل ہو گیا

حیرتِ دیدار سے پتھرا گئی پتلی مری
آنکھ کا پردہ تمھارے منہ پر آنچل ہو گیا

ہوں وہ مفلس جستجو میں گھس گئے ہیں میرے پانوٗ
چارہ گر میرے لئے خود درد صندل ہو گیا

یوں خراب آباد دل سے کہہ گیا اُنکا خیال
ای تری شان اب مرے رہنے کو جنگل ہو گیا

کب تری تیغِ دو دم پر پھیر سکتی ہے نگاہ
دیدۂ خورشیدِ عالمتاب احول ہو گیا

تشنہ کامی جب بڑھی محرومیِ قسمت بڑھی
یعنی ہر سمٹا خمِ صہبا کہ بوتل ہو گیا

شوخیاں تیرے لڑکپن کی ہوئیں آموزگار
بنگیا فتنہ دلِ نادان چنچل ہو گیا

چشمِ زخمِ دل سے یا رب دور ہو ہر زخمِ چشم
دودِ آہِ ہجر ان آنکھوں کا کاجل ہو گیا

ابرِ رحمت ہیں بیاباں کے لئے میرے قدم
پانوٗں میں پہلے جو چھالا تھا وہ چھاگل ہو گیا

فکر تھا ہوتی ہے کیونکر مغفرت کی یا رب حال
قاضیِ صاحب صفا کے سبب مسئلہ حل ہو گیا

اب تو ڈاڑھی آگئی غمزے نہ کر ای شوخ چشم
اب تو نخلِ سرو قامت بڑھکے پیپل ہو گیا

بنگئی قاتل تری گوری کلائی سمجھے
رنگِ محفل دم کی دم میں رنگِ مقتل ہو گیا

۳۳ | ہو گئی راسخ مرے کنجِ لحد میں روشنی
داغِ دل داغِ جگر جل جل کے مشعل ہو گیا | ۱۱

دلِ عاشق میں داغ ہے کسکا
کعبے میں یہ چراغ ہے کسکا

دلِ پُر داغ باغ ہے کسکا
چشمِ پُر خوں ایاغ ہے کسکا

مینے مانا کہ تم نہیں بے مہر
آسماں پر دماغ ہے کسکا

کوچۂ غیر سے تمھیں کیا کام
کون تھا یہ سراغ ہے کسکا

کرکے جو رنگ مجکو نازسے وہ
کہتے ہیں چار باغ ہے کسکا

اُس بتِ بد دماغ کا ہی جہاں
وہ بتِ بد دماغ ہے کسکا

داغِ دل جل رہا ہے بے روغن — یہ طلسمی چراغ ہے کسکا
سانپ سونگھے جو سونگھ لی زلفیں — کسکی طاقت دماغ ہے کسکا
سوزِ ہجراں سے داغ داغ ہے کون — آج دل باغ باغ ہے کسکا
کسکا بندہ بنا ہے اے واعظ — تیرے ماتھے پہ داغ ہے کسکا

٢٤ شعر راسخ وہ سُنکے کہتے ہیں — دل یہ کسکا دماغ ہے کسکا ١٣

جاں بحق اک وار میں بسمل بُتِ سفاک تھا — سارا قضیہ مٹ گیا تھا سارا قصہ پاک تھا
بند ہوتا کس طرح مرنے سے پہلے ہمنشیں — توبہ کا دروازہ گویا میرے دلکا چاک تھا
اک سبنتی پوش کے جلوہ نے بیخود کر دیا — رنگ چہرہ کا مرے اُتری ہوئی پوشاک تھا
لیگیا دزدِ حنا مشعل جلا کر نقد دل — کیا دلاور چور تھا کیا ہاتھ کا چالاک تھا
مرتے مرتے دشتِ وحشت میں مجھے چکر دیے — آبلہ تھا یا زمیں یا گنبدِ افلاک تھا
حیف ہے گردن جھکالی نو عروسِ تیغ نے — شوق اِدھر بیباک تھا قاتل اُدھر بیباک تھا
مر گیا میں جی گیا میں ساقیا دو گھونٹ سے — زہر تھا تریاک میں یا زہر میں تریاک تھا
ساقیا کیا تیز تھی کھلتے ہی نشہ کھل گیا — ہوش کہتے ہیں جسے بوتل کا گویا کاک تھا
دیکھنے سُننے کو حالت بیکسی کی عمر بھر — دیدۂ نمناک تھا یا خاطرِ غمناک تھا
موذیوں کے سر نہیں چڑھتا بجز موذی کوئی — سانپ کا پھن زینتِ تاجِ سرِ ضحاک تھا
زندۂ جاوید تھا جو مر چکا تھا پیش مرگ — پاک تھا جو خاک ہو جانے سے پہلے خاک تھا
جوشِ گریہ میں نکل آئی ہے پتلی آنکھ سے — مردمِ آبی تھا یہ یا آدمی تیراک تھا

۳۵	کیوں نہو راسخ مری مٹی تبرک بعدِ مرگ عاشقِ خاکِ درِ شاہنشہِ لولاک تھا	۱۱

بام پر رشکِ حور نے مارا	جلوہ فرمائے طور نے مارا
شیخ لاسے پہ لگ گیا وہ پری	خوب کمبا حضور نے مارا
ہے شبِ وصل بھی وہ ہمسے نفور	پاس کی دور دور نے مارا
تیر تیری نگہ نے چلمن سے	جب گیا کوئی گھور نے مارا
حسن بخشش سے حشر میں مجکو	حور بنکر قصور نے مارا
قول کی طرح ہو گیا جھوٹا	ہاتھہ جب شکِ حور نے مارا
بادۂ وصل سے ہوں شادیمرگ	مجکو میرے سرور نے مارا
ہو گیا برق عکسِ روئے صبیح	نار بن بن کے نور نے مارا
تھا شبِ وصل رنج روزِ فراق	خوف یوم النشور نے مارا
دل لیا گیسوؤں نے اڑا اڑ کر	جال مجھپر طیور نے مارا

۳۶	انکی فرقت میں جان راسخ سے خاطرِ ناصبور نے مارا	۷

لطف کیا آہِ آسماں رس کا	کاش ہوتا اثر مرے بس کا
تیری رفتار سے ہی جانِ ستم	لبِ محشر پہ شور بس بس کا
چھٹ چکی مے جنابِ واعظ سے	پڑ گیا ہے حضور کو جسکا
موت نے بھی خبر نہ لی شبِ ہجر	کون پرساں ہے مجھسے بیکس کا

صبح کو پانچ بوسے شام کو پانچ	رکھ لے نوکر مجھے کوئی دس کا
تنکے چُننے لگے بہار میں ہم	بنگلہ شاید وہ چھائینگے خس کا

٣٧	شب کوئی میکدہ میں تھا راسخ آپ کی صورت مقدس کا	٩

پہلے ہیں دو امانِ قاتل تھامتا	پھر کلیجا تھامتا دل تھامتا
آستیں کی دھجیاں تھیں ہتکڑی	کسکے ہاتھو نسے سلاسل تھامتا
کسطرح دل تھامتا میں وقتِ ذبح	کسطرح بسمل کو بسمل تھامتا
کاش مجنوں کا غبارِ ناتواں	دامنِ لیلائے محمل تھامتا
حشر تک تو ساتھ دیتا دردِ ہجر	تو مجھے منزل بمنزل تھامتا
جسکے جلوے سے مجھے غش آگیا	کاش وہ زہرہ شمائل تھامتا
ڈوبتا کیوں گر وہ آنسو پونچھتے	طفلِ اشک آغوشِ ساحل تھامتا
ضبط گر ہوتا نہ سدِ راہِ آہ	شاخِ سدرہ نالۂ دل تھامتا

٣٨	رکھدیا تھا تمنے پتھر نعش پر ورنہ راسخ دل بمشکل تھامتا	٩

فسانہ ہے ہر سو ہمارا تمھارا	زمانہ ہے بدگو ہمارا تمھارا
محبت ہمیں ہمسے تمکو عدو سے	نہیں دل پہ قابو ہمارا تمھارا
نہ کُھلنے دو غیرو نپہ رازِ محبت	سخن تکیہ ہو تو ہمارا تمھارا
رہے موج زن بحرِ الفتِ الٰہی	سمندر رہو آنسو ہمارا تمھارا

جو تم چاہو ملنا تو کیا کر سکے گا	رقیب سیہ رو ہمارا تمھارا
لگے آگ اس سرد مہری کو یارب	رہے گرم پہلو ہمارا تمھارا
سلائیں تمھیں یوں جو تقدیر جاگے	کہ تکیہ ہو زانو ہمارا تمھارا
کرو قتل ہم کو تو خون تمنا	بڑھے چار چلو ہمارا تمھارا

۳۹
نہیں وصل تو قتل راسخ یہ ہاں ہو
کہ قضیہ ہو یکسو ہمارا تمھارا
۱۱

خوب کی فریاد کیا کہنا ترا	ہاں دل ناشاد کیا کہنا ترا
رکھدیا گلشن میں بلبل کا قفس	مرحبا صیاد کیا کہنا ترا
چال کرتا ہے قیامت یہ چلن	غیرت شمشاد کیا کہنا ترا
کرکے وہ پامال مجکو کہہ گئے	خانماں برباد کیا کہنا ترا
تو نے تسمہ تک لگا رکھا نہیں	خنجر جلاد کیا کہنا ترا
بنگئی گھٹ گھٹ کے دلمیں داغ دل	گرمی فریاد کیا کہنا ترا
سچ تو یہ ہے خودکشی تھی ننگ عشق	ہمت فرہاد کیا کہنا ترا
شیخ صاحب میکدے میں آپ ہیں	ہاتھ لا استاد کیا کہنا ترا
نیم بسمل کا تماشا دیکھ کر	کرگئے ارشاد کیا کہنا ترا
پھبتیا طوبی یہ کیوں اے سرو قد	واہ رے آزاد کیا کہنا ترا

۴۰
خوب راسخ کی سنی روداد غم
بانی بیداد کیا کہنا ترا
۱۹

جب قدم بسمل نے قاتل حد سے باہر رکھہ دیا
پانو پر سر رکھہ دیا - یا پانو سر پر رکھہ دیا

جان رکھدی سامنے دل بندہ پرور رکھہ دیا
حضرتِ غم ماحضر جو تھا میسر رکھہ دیا

پھرتے ہیں پہنے ہوئے چھاجن وہ گھر گھر بانصیب
پانو میں کسکے مری قسمت کا چکر رکھہ دیا

بھوں چڑھا کر جتنوں نیں پھیریں سوالِ وصل پر
دلمیں نشتر رکھہ دیا - گردن پہ خنجر رکھہ دیا

سجدہ ہائے شوق کو کیا شکل و صورت سے غرض
دیر میں بت رکھدے کعبے میں پتھر رکھہ دیا

رہے چھاتی کی سل سے ہجر میں سر پھوڑ کر
ہمنے پتھر کے تلے نقشِ مقدر رکھہ دیا

دل دیا مینے کسی کافر کے داغِ عشق کو
ایک پیسے پر گرو اللہ کا گھر رکھہ دیا

کاش زخموں پر مرے پھاہا نہ رکھتا چارہ گر
تونے جو احساں کیا ظالم وہ منہ پر رکھہ دیا

اتنو بسم اللہ کر قاتل کہ بسمل نے ترے
پانو پر سر رکھہ دیا خنجر برابر رکھہ دیا

تھے مری آنکھوں کے ڈھیلے پھوٹ جانیکے لئے
تونے کیوں دیوار کے روزن میں پتھر رکھہ دیا

وہ نہ آئے غیر کے جھولوں میں لیکن اُف ری غم
بالیوں کو حلقۂ ماتم کے اندر رکھہ دیا

ہو گیا موزوں وہی جو نام رکھا ضعف نے
بارِ بستر رکھہ دیا - یا تارِ بستر رکھہ دیا

چشمِ گریاں پر مری ہنس ہنسکے یوں کہتی ہیں وہ
تونے دریا کسطرح کوزیمیں بھر کر رکھہ دیا

گالیاں دیکر دئے دو لب کے بوسے یار نے
زہر دیکر سامنے قندِ مکرر رکھہ دیا

دل تری ٹھوکر میں ہے دلمیں ہجومِ شوقِ وصل
راہ میں خانہ خرابی نے بھرا گھر رکھہ دیا

اپنے زانو پر نہ کیجے نازشِ سنگِ در سہی
ہو گیا تکیہ وہی ہمنے جہاں سر رکھہ دیا

بارِ احساں اور مجھسے ناتواں پر بعدِ مرگ
تمنے مٹی دی مری چھاتی پہ پتھر رکھہ دیا

سجدے اک شمشاد قد کے بیتِ ابرو میں کئے
ہمنے اونچے طاق میں ایماں اٹھا کر رکھہ دیا

۴۱	ابرِ رحمت ہو کے برسے گا گنہگاروں کے گھر میں نے گر دوزخ پہ راسخ دامنِ تر رکھ دیا	۱۱

نہیں ہے اب کوئی عرضِ حالِ پُر آفات کرنیکا
کہ مجھکو ہے نہ قاصد کو سلیقہ بات کرنیکا

دعائے مرگ اثر سے جا بھڑی یاربّ شبِ ہجراں
اندھیرے میں بڑا موقع ہے دو دو ہاتھ کرنیکا

بگڑ کر وصل کا انکار ہے اقرار دشمن سے
نکالا خوب تمنے قاعدہ اثبات کرنیکا

نہ ابتو حسرتیں دل کی کہ فرطِ ضعف سی مجھ میں
نہ طاقت ہاتھ ملنے کی نہ دم ہیہات کرنیکا

گھرے ہیں یعنی چاند سی چہرے پہ ہیں گیسو
ملیں صدقے کے بوسے وقت ہے خیرات کرنیکا

گناہوں کے دفتر روزِ محشر معجزہ بن کر
دکھا دینگے تماشا دو پہر کو رات کرنیکا

بجز توبہ ہمیں منظور ہے سب حضرت ناصح
کریں وہ کام جو ہو قبلۂ حاجات کرنیکا

فلک سے حشر سی کہتا ہے چل چلکر وہ بت چالیں
یہ ڈھب ہے بات کرنیکا یہ ڈھب شہ مات کرنیکا

مجھے توبہ نہ کرنے دی مئے پندارِ واعظ نے
ارادہ تھا وگرنہ ترکِ منہیات کرنیکا

رقم ہے جس میں حالِ دل اُسی کاغذ میں دل رکھدو
کوئی پہلو ملے گر پیشکش سوغات کرنیکا

۴۲	بس مُردن وہی ہے جنبشِ لب کیا کہوں راسخ مجھے تھا کس قدر ارمان اونسے بات کرنیکا	۱۵

مستی ملنا کمال ہو ہی گیا
دہنِ تنگ خال ہو ہی گیا

حافظِ رخ وہ خال ہو ہی گیا
یعنی زنگی بلال ہو ہی گیا

ہو بھلا مرگِ ناگہانی کا
ہجر میں بھی وصال ہو ہی گیا

دمِ تقریر تھا دمِ شمشیر
میں بھڑک کر حلال ہو ہی گیا

شکر ہے دشمنی ہوئی ہمسے — کچھ نہ کچھ تو خیال ہو ہی گیا
رو برو تیرے آپ آئینہ — عرقِ انفعال ہو ہی گیا
غیر سے وہ نہیں کبھی خالی — یہ خلا بھی محال ہو ہی گیا
دل لگی دل لگی کو سمجھے تھے — آخر اوسنے ملال ہو ہی گیا
نقش بنکر خیال بوسے کا — تیرے عارض کا خال ہو ہی گیا
ہے تصور میں ہمکنار وہ ماہ — بدر بڑھ کر ہلال ہو ہی گیا
تجکو فقرونمیں چالبازی میں — رفتہ رفتہ کمال ہو ہی گیا
نہ سہی وہم بوسہ کچھہ نہ سہی — چہرہ تو لال لال ہو ہی گیا
مر چلے مر چلے محبت میں — جو نہ ہونا تھا حال ہو ہی گیا
ہمپہ مرتے تھے جو وہ مر ہی گئے — مرنے والونکا کال ہو ہی گیا

۴۳	سانپ کے منہ میں لیگیا راسخ عشقِ گیسو وبال ہو ہی گیا	۹

جب دشمنِ بے پیر کو دیکھا اوسے دیکھا — اغیار کی تصویر کو دیکھا اوسے دیکھا
اللہ تری نیم نگاہی سے بچائے — ہر سینے میں جس تیر کو دیکھا اوسے دیکھا
غش ہو ہی گئی دیکھ لے کیوں حضرتِ ناصح — دیکھا بتِ بے پیر کو دیکھا اوسے دیکھا
خاموش مرے کان نہ کھا نالۂ شبگیر — ہاں ہاں تری تاثیر کو دیکھا اوسے دیکھا
کس پیچ سے خط لکھتا ہے وہ شوخ کہ جسنے — میرے خطِ تقدیر کو دیکھا اوسے دیکھا
کھلجاتے ہیں انداز مرے بختِ سیہ کے — اوس زلفِ گرہ گیر کو دیکھا اوسے دیکھا

دم دیتی ہے مشتاق شہادت کو ہمیشہ مشتاق تکلم ہے تصور سے ترے عشق		قاتل تری شمشیر کو دیکھا اوسے دیکھا گویا کسی تصویر کو دیکھا اوسے دیکھا
۴۴	ہستی ہے مری خانہ خرابی کا نمونہ راسخ مری تعمیر کو دیکھا اوسے دیکھا	۱۱

ادھر سفید ہوئے بال اُدھر شباب نہ تھا		ہوئی سحر تو کہیں دیکھنے کو خواب نہ تھا
الٰہی پرسشِ اعمال کا جواب نہ تھا		ہزار شکر کہ میں قابلِ خطاب نہ تھا
نظر نہ ٹھیر سکی آفتاب عارض پر		نہ تھا حجاب میں لیکن وہ بے حجاب نہ تھا
سوالِ وصل پہ کھولی زبانِ تیغ دو دم		ہماری عرض مگر کا یہ جواب نہ تھا
کبھی یہ دن ہیں کہ ملتی ہیں گالیاں لاکھوں		کبھی وہ دن تھے کہ بوسوں کا کچھ حساب نہ تھا
ملا کے لائے تھے زمزم میں مغبچے لیکن		جناب شیخ کی قسمت ہی میں ثواب نہ تھا
کہاں گئیں وہ ترنگیں کہاں گیا وہ دماغ		حنا کے عطر کی خوشبو سی تھی شباب نہ تھا
ہمارے دل میں ہوا کرتے گر پری بنکر		تمہارے شیش محل کا کہیں جواب نہ تھا
چڑھاتے تم جو کسی شب تو دن نہ ہو جاتا		چراغ تربتِ عشاق آفتاب نہ تھا
وبالِ جاں تھا نہ تھا جو وبالِ جانِ خودی		خراب تھا جو خرابات کا خراب نہ تھا

۴۵	ادھر نمو ہوا داغِ سینۂ راسخ اُدھر جو حشر میں دیکھا تو آفتاب نہ تھا	۱۳

ساقیا منہ کھلے جو بوتل کا تپِ فرقت کو سمجھے گر ہلکا		ریشِ قاضی ہو ٹکڑہ بادل کا دستِ ناصح میں پڑی چھلکا

کچھ دکھاتا ہی کچھ چھپاتا ہے — شعبدہ ہی یہ اونکے آنچل کا
بوسے دشمن کو سو تو میرے دو — ایک آخر کا ایک اوّل کا
صورِ محشر بھی نام ہے گویا — تیزی جھانجھن کا تیری چھاگل کا
اوسکو سمجھوں میں خطِ پیشانی — پرچہ بھیجو جو چار انگل کا
وہ بتِ سرو قد ہی جوبن پر — کون پوچھے درخت پیپل کا
میری برہم ہی خوابِ دشمن میں — کیا ٹھکانا تمھاری چھل بل کا
اوڑ گیا چرخ پر زحل بن کر — کاک تھا یہ ہماری بوتل کا
جا بجا ہی ہٹ نکل سر کے چال ور — ہے سبق اوس شریرِ چنچل کا
شبِ فرقت کی چاندنی پہ نثار — مل گیا ہے کفن بہت ہلکا
کسکی وہ بد دماغ سنتا ہے — جسکا قشقہ ہے لیپ صندل کا

٤٦

عشق بے پھل دیا ہمیں راسخ
دلمیں چھالا جگر میں ہے پھلکا

١٥

ساغرِ بادہ ساقیا چھلکا — کیوں گلا گھونٹتا ہی بوتل کا
فیضِ شمشیر عام ہو قاتل — چشمہ جاری ہو سیمِ مقتل کا
تجھمیں یوسف میں فرق ہی ای بت — نقش ثانی و نقش اوّل کا
ہو گیا ہی ترے گلے کا ہار — ہلکا کرتا سفید ململ کا
زیرِ حنا شعبدہ ہی وہ زلف — زیرِ مشعل ہوا ہی مشعل کا
چار آنکھیں ہوئی ہیں اس بت سے — ہی نشہ مجھکو چار بوتل کا

کل نہ آنے دو کل نہ آنسے دو
وعدہ کرتے رہو ہمیں کل کا

اُف رہی خوں گرمیاں شہادت کی
لب خنجر پہ پڑ گیا پھلکا

نعش پر ہو ترے قدم کی خاک
خاکساروں کو دے کفن ہلکا

فیصلہ کر زبانِ خنجر سے
منتظر ہوں میں قولِ فیصل کا

بارِ نقطہ کمر سے اوٹھ نہ سکا
یہ دماغ اور ایسے مہمل کا

کاکلیں جانیں داغ دل جانے
سانپ جنگل کے مور جنگل کا

محتسب ڈر سے نہ توڑ سبو
پھٹ نہ جائے کلیجہ بادل کا

تم نہ سمجھے تھے مرنے کو ہی کوئی
ہم نہ کہتے تھے ہے گھڑی پل کا

۴۷

بندۂ دردِ دل ہیں ہم راسخ
نخلِ ماتم درخت پیپل کا

۱۱

خیر مقدم ہے گرفتاروں میں کس ناشاد کا
خانۂ زنجیر میں غل ہے مبارکباد کا

شکوہ کرتا ہے زبانِ حال سے بیداد کا
کھینچ کے لب پر آ گیا دم خنجرِ جلاد کا

مٹنے بے نام و نشاں ہو کر یہ پایا ہے عروج
لامکاں زینا ہے میرے خانہ برباد کا

بھولکر بھی اب تو مجھکو ہچکیاں آتی نہیں
بندہ پرور بندہ قائل ہے تمھاری یاد کا

کھینچنے بیٹھے اگر ابروے قاتل کی شبیہ
خون تھو کے ہاتھ ہو جائے قلم بہزاد کا

سہ رہا ہے راتدن جو ٹیں خدنگ ناز کی
میرا سینہ ہے تمھارا آئینہ فولاد کا

پوچھتا پھرتا ہے شاید قصر شیریں کا پتا
ہے حباب موج جوئے شیر سر فرہاد کا

راتدن آٹھوں پہر چونسٹھ گھڑی شام و سحر
مشغلہ اونکا مرا بیداد کا فریاد کا

تمکو دشمن کی خوشی کا پاس دل کا مجکو پاس / شاد کو ہے شاد کا ناشاد کو ناشاد کا
ہی کمال مصحف رخ چشم و ابروئے بتاں / ایک سورت نون کی ہی ایک سورہ صاد کا

۴۸ — بے تعلق ہو کے مار زلف سی ہم بچگئے / ہی عصائے موسوی راسخ الف آزاد کا — ۱۵

دل پکڑ لیتا ہے ہر فقرہ مری فریاد کا / بنگیا ہے مرثیہ شیون دل ناشاد کا
برق اک شعلہ مری آہ دل ناشاد کا / صور اک فقرہ مری تھمتی ہوئی فریاد کا
ہجر کے صدمو نسے دم نکلا یہ کس ناشاد کا / زمزمہ ہی گور کے لب پر مبارکباد کا
ایکدو چھپے وار میں پھر سر تڑپکر لوٹ کر / ہمنے ہاتوں دل بڑہایا اوس ستم ایجاد کا
میری وحشت سی ہوا دیوانہ میرا چارہ گر / پہلے اپنی فصد لے گر بس چلے فصاد کا
یا الہی چھوڑ ڈالیں میری آنکھیں اشک نے / خانہ برباد ایسے طفل خانماں برباد کا
داغ غم داغ الم داغ محبت داغ رشک / جل رہا ہے چومکھا میرے دل ناشاد کا
ایک کے دو بوسے لیکر کہدیا اوس شوخ سے / اک ہماری بھول کا ہی اک ہماری یاد کا
دشمنو نکے کان بہری ہو وہ کافر زیب بام / یا الہی بول بالا ہو مری فریاد کا
دُھل چکا بس خون کشتی کا داغ جوئے شیر سے / کاش ہو جاتا سفید اس سے لہو فرہاد کا
خوبی قسمت سے تا گلشن قفس اُڑتا نہیں / بلبلو نکے دام سے چلتا ہی گھر صیاد کا
اب گئی جان اب چلا دم واہ وا اک ہاتھ اور / یوں بڑہایا ہمنی دم دے دیکے دل جلاد کا
کی نگاہ مہر تونے مجھ پہ بجلی گر پڑی / آسماں پر ہی داغ ای بت مری اُفتاد کا
دشمنو نکو چھوڑ بیٹھا وہ بت شمشاد قد / سرو کے مصرع میں باندھا قافیہ آزاد کا

۴۹ — کس قدر جوشِ مسرت تھا کہ راسخ وقتِ قتل
پھر گیا چہرے پہ پانی خنجرِ جلاد کا — ۱۵

ذکرِ وصال موت کا پیغام ہوگیا
ایسی خوشی ہوئی کہ مرا کام ہوگیا

میں مستِ چشمِ ساقیِ گلفام ہوگیا
آنکھوں کا ڈورہ ڈورۂ خطِ جام ہوگیا

شب تم کہیں رہے نہیں کچھ کام ہوگیا
لو ہاتھ لاؤ کیوں ہمیں الہام ہوگیا

کنجِ لحد میں روئی مری بیکسی مجھے
ٹیا محل کے گوشے میں کہرام ہوگیا

کوٹھے پہ تم چڑھے جو سرِ شام بے نقاب
غیرت سے آفتاب لبِ بام ہوگیا

بوجہ سرخیِ لبِ قاتل غلط غلط
علّے شہیدِ لذتِ دشنام ہوگیا

ہم ابتدائے عمر میں اس بت پہ مر مٹے
آغاز ہی میں خیر سے انجام ہوگیا

چھالے ہیں تیغِ یار میں بسمل ہیں سخت جاں
سِل ہوگئی اِسے اُسے سرسام ہوگیا

ہے یہ نمک کا پاس کہ کہتے ہیں میرے زخم
بھر پایا ہمنے سب ہمیں آرام ہوگیا

اللہ رے یہ قدر بکا کوڑیوں کے مول
تیرا شہید حوروں میں نیلام ہوگیا

پیری میں شوقِ دیدِ بتاں ہے گیا حرم
تارِ نگاہ جامۂ احرام ہوگیا

قربانی نے دعوے خدائی کے کھو دیئے
اللہ تیری شان وہ بت رام ہوگیا

بھڑکا دیا ہے سوزِ دروں چشمِ زار نے
آنکھوں کا تیل روغنِ بادام ہوگیا

میری طرح ہے طائرِ رنگِ حنا اسیر
صیاد تیرے ہاتھ کا خط دام ہوگیا

۵۰ — رکھ لی خدا نے خنجرِ قاتل سے آبرو
راسخ بلا سے جان گئی نام ہوگیا — ۱۴

جب جدائی کا مزا جاتا رہا
آشنائی کا مزا جاتا رہا

لطفِ وصل او بھی جدائی کھو دیا
ہاتھا پائی کا مزا جاتا رہا

جبر پر کرتے ہیں وہ تاکیدِ صبر
اب دوہائی کا مزا جاتا رہا

قطرہ ہی آبِ زمزم میں نہیں
اس ٹھنڈائی کا مزا جاتا رہا

سنگِ اسود بن گیا وہ سنگِ در
جبہ سائی کا مزا جاتا رہا

سیدھی سیدھی گالیاں دینے لگے
کج ادائی کا مزا جاتا رہا

روتی ہے مخلوق میرے حال پر
جگ ہنسائی کا مزا جاتا رہا

کھو دیا ہے لن ترانی نے تمہیں
خودنمائی کا مزا جاتا رہا

کہہ رہا ہے زخم تیرے بے نمک
منہ بھرائی کا مزا جاتا رہا

گل نہیں سنتا فغانِ عندلیب
خوشنوائی کا مزا جاتا رہا

وہ دلاسا دے رہے ہیں غیر کو
دلربائی کا مزا جاتا رہا

مٹ گیا نقشِ قدم اوس چال پر
رہنمائی کا مزا جاتا رہا

۱۵ منہ لگی ہے جب سے راسخ دخترِ رز
پارسائی کا مزا جاتا رہا ۱۱

بیکسی نے دلِ وحشی کو بہلنے نہ دیا
دشت میں ساتھ مرے سایے کو چلنے نہ دیا

گود لیکر ترے پیکاں کو مری حسرت نے
دل سے سینے سے کلیجے سے نکلنے نہ دیا

دلِ کمبخت کا رہتا ہی جگر درد شریک
دکھ بھی پورا سے قسامِ ازل نے نہ دیا

رکھ لیا چھاتی پہ پتھر شبِ ہجراں ہمنے
کوئی پہلو دلِ مضطر کو بدلنے نہ دیا

حیرت دید مری اور ترا نظارہ
اُس نے گرنے نہ دیا اِس نے سنبھلنے نہ دیا

سوز دل پر نفس سرد ترحم کیا تھا
تو نے دوزخ ہی میں کمبخت کو جلنے نہ دیا

چھوڑ کر عارض روشن پہ وہ شبگوں زلفیں
ہمنے سورج سحرِ وصل سے نکلنے نہ دیا

دلمیں ٹوٹے ہوئے پیکاں بھی نہ چھوڑے قاتل
مجھے لوہے کے چنوں سے بھی تو پلنے نہ دیا

ہمکناری کا رہا شوق تو بے لیکن
جس لئے تھی مجھے وہ کام بغل نے نہ دیا

طلب وصل پہ کچھ لفظ تو نکلے تھے مگر
دہن تنگ نے معنوں کو نکلنے نہ دیا

۵۲

گر یہی ہرزہ سرائی ہے تو راسخ خاموش
داد یاروں نے نہ دی ایسی غزل سے نہ دیا

۱۱

توبہ سے میں خجل بخدائے کریم تھا
ترک گناہ باعث جرم عظیم تھا

جنت کا تھا خیال نہ خوف جحیم تھا
بندہ قتیل خنجر امید و بیم تھا

ہوں وہ شہید قبر مری چار سو بنے
تھا جیتے جی دو پارہ جگر دل دو نیم تھا

طفل سرشک نام کو لخت جگر سہی
لیکن پلک سے گرتے ہی گویا یتیم تھا

طفلی ہی سے تھا رخ و زلف و دہن کا عشق
پہلا سبق ہمارا الف لام میم تھا

[illegible] حسن حیا کی رہیں لن ترانیاں
میرا غبار سرمۂ چشم کلیم تھا

قاتل کھلا ہی گلشن زخم دل و جگر
شرمندہ ہیں ترے تیر کے فیض نسیم تھا

ہوتی نماز قصر یہاں کسطرح ادا
واعظ میں تنگدل ہی تھا لیکن مقیم تھا

بدلا نہ بخت گردش لیل و نہار سے
ہم تو یہی کہینگے کہ عالم قدیم تھا

سنتا تھا کون تیری گلی میں مری فغاں
ہر نقش پا بصورت گوش صمیم تھا

۵۳

ٹھوکر نہ کھانے دی ہیں سر پھوڑنا کجا
راسخ یہ سچ ہے سنگِ درِ بت لئیم تھا

۱۳

خمِ زلف کیونکر نکل جائے گا
کہاں تیری چتون کا بل جائے گا

یہ مانا بدل لیں گے ہم شکلِ غیر
مقدر کہاں سے بدل جائے گا

نہ چڑھنے دو جوبن کو سینہ پہ تم
خبر لو گریباں نکل جائے گا

رہے خنجرِ یار کا دم قدم
ہمارے گلے پر بھی چل جائے گا

ذرا خود کو روکے ہوئے ای فغاں
کسی کا کلیجا دہل جائے گا

سرِ حشر چھپتے پھروگے کہاں
دلِ زار تم پر مچل جائے گا

سنبھالا لیا تیرے بیمار نے
تجھے یہ گماں ہی سنبھل جائے گا

رہیں گر تپِ غم کی خونگر میاں
کلیجہ پھپھولوں سے پھل جائے گا

تیرے ابھرے جوبن کی کیا بات ہے
ڈھلے گا تو سانچے میں ڈھل جائے گا

جھجھوڑیگا کالا تیری زلف کا
چپک لیگا دل من نگل جائے گا

قرار آچلا دل کو ای یاسِ وصل
سنبھلتے سنبھلتے سنبھل جائے گا

ترے گال بھی چکنے فقری بھی چرب
پھسل جائیگا دل پھسل جائے گا

۵۴

کہانی میں راسخ مری روزِ حشر
بڑی فجر سے دن تو ڈھل جائے گا

۱۱

رمضان بھر لبِ ساقی و مینا ہوگا
تیس دن موسگے ہیں گر یونہیں جینا ہوگا

طلبِ وصل پہ یوں دور سے گالی کیا خوب
یہ بھی کچھ بات کوئی یہ بھی قرینا ہوگا

لے رہیگا جو دلِ زار مچل جائے گا
دیکھ لینا کہ تمھیں حشر میں چھپنا ہوگا

کہہ رہا ہے ترے سینے پہ یہ جھک کر جوبن
کچھ وہی دب کے رہیگا کہ جو ہیٹا ہوگا

پسِ دشنام دئیے بوسے یہ کہکر اوسنے
زہر میں قند ملا کر تمھیں پینا ہوگا

ساقیا منتظرِ ابر نہیں تر دامن
ہم جہاں بیٹھینگے ساون کا مہینا ہوگا

دل کہیں جان کہیں ہوش کہیں صبر کہیں
تیری محفل میں ہمارا یہ قرینا ہوگا

سینت رکھونگا اوسے بہرِ کفن رشکِ پری
تیرے جوبن میلے دوپٹے میں پسینا ہوگا

غیر کی آنچ میں جلتا نہیں ہرگز کوئی
طور بھی موسیِ عمران کا سینا ہوگا

خانۂ چشم میں تم بیٹھو جو مردم بن کر
مری سونے کی انگوٹھی میں نگینا ہوگا

۵۵
تیرے پیکانکو ملے سینۂ راسخ میں جگہ
کہ رہیگا دلِ دشمن میں تو کینا ہوگا
۹

سوزِ پنہاں تری تدبیر سے دونا ہوگا
چارہ گر تیرے کلیجے کو بھی بھونا ہوگا

روتے روتے تو مری آنکھیں ہوئیں [illegible] سفید
یہ سفیدی تری دیوار کا چونا ہوگا

اے قیامت دمِ رفتار دکھائیگی تجھے
صورِ محشر کسی چھاگل کا نمونا ہوگا

رمضاں میں ہوئے گر صاف خم و جام و سبو
حضرتِ شیخ کی دستار کا جونا ہوگا

کام آئیگی پسِ مرگ تری دلسوزی
سنگِ مرمر لحدِ غیر کا چونا ہوگا

ہو وہ مقتول جسے دیتی ہیں [illegible]
ہاں تمھیں بھی تو مری نعش کو چھونا ہوگا

لوگ کہتے ہیں جسے برق تجلی کی تڑپ
وہ بھی میرے دلِ مضطر کا نمونا ہوگا

دیکھ پچھتائیگا یا تو نہیں جھلا کر ہمکو
ساقیا میکدہ ساون میں بھی سونا ہوگا

۵۶	حسرتِ خوبیٔ تقدیر سحر کا کھٹکا صدمہ راسخ یہ شب وصل دوگونا ہوگا	۱۵

آنکھ سحر البیان ہے گویا — یہ بھی تیری زبان ہے گویا
شیخ جی جس جگہ ہوں ظرفِ وضو — غنچے کی دکان ہے گویا
دشتِ الفت میں آبلہ میرا — پانو میں آسمان ہے گویا
رخ کے بوسے لئے ہیں دشمن نے — سامنے کا نشان ہے گویا
تیری دشنام کو مزے ہی ہے — منہ میں تیری زبان ہے گویا
ٹھوکریں مارتے ہیں نقش پہ وہ — پسِ کشتن بھی جان ہے گویا
نالہ پچھلے پہر شبِ فرقت — صبح غم کی اذان ہے گویا
کہتی ہے وہ کمر عدم کا حال — غیب کی ترجمان ہے گویا
فتنۂ حشر اٹھنے والا تھا — وہ تمھارا اٹھان ہے گویا (مونث)
دین و دنیا کے ہیں مزے دل میں — وسعتِ دو جہان ہے گویا
مجھے مرنے کو بھی جگہ نہ ملی — ہر مکاں لامکان ہے گویا
اے فغاں ہے بلند بامِ بتاں — ساتواں آسمان ہے گویا
سلسلہ رکھتے ہیں جو زلفوں سے — سب کا اک خاندان ہے گویا
جبہہ سائے درِ بتاں ہیں ہم — کعبہ ہر آستان ہے گویا

۵۷	تیر سینے سے کھینچتے ہو کیوں یہ تو راسخ کی جان ہے گویا	۱۵

کشش خاطر ناشاد تجھے دیکھ لیا
تپش گرمی فریاد تجھے دیکھ لیا

کہہ رہا تھا در میخانہ پہ واعظ سے کوئی
ہاں تو لا ادھر استاد تجھے دیکھ لیا

جھوٹے وعدے بھی مگر ہاتھ بھی جھوٹا نکلا
ہیچ تو یہ ہے مرے جلاد تجھے دیکھ لیا

لطف کی کسکو توقع تھی ستم بھی نہ کئے
آزما کے ستم ایجاد تجھے دیکھ لیا

یہ دم و خم ہے یہ رفتار ہے کیا کہنا ہے
چل پرے خنجر جلاد تجھے دیکھ لیا

جان کنی چاہیے تھی عشق میں یا کوہ کنی
واہ کیا بات ہے فرہاد تجھے دیکھ لیا

کون کہتا ہے کہ آنکھیں نہیں دیکھیں نہیں
چشم ہا روشن و دل شاد تجھے دیکھ لیا

حافظے کا تیرے قائل ہوں بت وعدہ خلاف
بھول ہی بھول ہے یاد تجھے دیکھ لیا

کسی تدبیر سے مٹتی نہیں یارب یارب
ہمنے سیکر لب فریاد تجھے دیکھ لیا

مٹی برباد کے پڑی قبر پہ بعد مردن
تیرے صدقے مری افتاد تجھے دیکھ لیا

کون مہمان ہے ٹھوکریں کھانیکے لئے
سیر کر لی عدم آباد تجھے دیکھ لیا

چشم موسی نے لیا ہے حق عین ثواب
تیرے جلوے یہ کیا صاد تجھے دیکھ لیا

غیر کو شکل دکھانے کی قسم کھائی ہے
او رہو بانی بیداد تجھے دیکھ لیا

چھپکے نظروں سے مرے دل میں اتر جاتا ہے
آئینے شیشے ہیں پریزاد تجھے دیکھ لیا

٥٨
توبہ کرکے بھی رہی بادہ پرستی توبہ
ہٹ کہیں راسخ ناشاد تجھے دیکھ لیا
١٧

دھوکے دیکر دل مجھے پھر سوئے دلبر لیچلا
جو مکرر دیکھا تھا وہ مکرر لے چلا

روکنا دل کو کہ سوئے کوئے دلبر لیچلا
تھا منا جنکو کہ دل قابو سے باہر لے چلا

میں نے جب پوچھا کہ دل محشر میں رکھ کر لیچلا
چھانٹ کر بغلیں کہا کیا خاک پتھر لے چلا

کر دیا بیہوش ساقی نیم جلوے نے ترے
میں چلا گرنیکو ہی پانوں سے ساغر لے چلا

گیا تعجب ہے فرشتے آئیں پڑھنے کو نماز
میں کفن میں سیکے اپنا دامن تر لے چلا

ناتوانی کا بھلا ہو کوئی جاناں کی طرف
دیدۂ تر مردمِ آبی بنا کر لے چلا

میری ہستی نیستی تھی نیستی ہستی ہوئی
گور میں لایا تھا گھر میں گور میں گھر لے چلا

طوف کوئی یار پھر تقدیر کو منظور ہے
پانو پڑ کر پھر مجھے قسمت کا چکر لے چلا

قُل رہا ہی پھولوں کے کانٹے ہیں جو بن دیکھتا
تول کر وہ کچھ نہ کچھ دل کی برابر لے چلا

بڑھ گیا دستِ تصور اونکے سینے کی طرف
پتھروں کے راستے میں مجکو رہبر لے چلا

لعلِ لب نے دل لیا طوطیِ خط نے مرغِ جاں
جانور کو جانور پتھر کو پتھر لے چلا

نامہ بر سے کہہ رہا ہی چہرۂ عاشق کا رنگ
تو ہمیں وہ لے چلا میں تو یہ ہم لے چلا

غمزۂ شمشیر دم دل لیچلا دیدے کے دم
نیم بسمل میں جو کچھ دم تھا وہ خنجر لے چلا

قطع کی یوں منزلِ تسلیم شوقِ قتل میں
پانو بنکر کوچۂ سفاک میں سر لے چلا

گا وہ تھا ہنگیا گا ہے سمندر بن گیا
نقشہ دل گمنام کا خطِ جبیں تر لے چلا

وہ لئے جاتا ہی دل اسکو پکڑنا تھا منا
دیکھنا لینا وہ بت اللہ کا گھر لے چلا

٥٩	قابلِ حسرت ہی مرگِ راسخِ عصیاں شعار ہاتھ خالی لے چلا ہی بوجھ سر پر لے چلا	١٩٠

وہ ہوا استعدِ قتل تو خنجر نہ ہوا
شکوۂ جورِ بتاں حشر میں باور نہ ہوا

لائے ہم مانگ کے خنجر تو وہ خود سر نہ ہوا
نہوا میری طرف داورِ محشر نہوا

صحبت جو رہی ہی کسی کی کہ کٹیں ہاتھ مرے
بھر کے چلتو ہی ہیں پی لونگا جو ساغر نہوا

گھر سے نکلے تو نہ پائی درِ خوباں پہ جگہہ
ہمیں یاد ہے گھر نہ ہوا در نہوا

حشر کے وعدے پہ بھی تمکو تامل ہی رہا
کوئی دن بھر ملاقات مقرر نہوا

وہ ستاتے رہے ایک ایک کی سو سو لیکن
دمِ تکرار کوئی لفظ مکرر نہوا

تم مرے دل میں ہو دشمن کی بغل میں شب بھر
بالگیا جو مجھے وہ تمکو میسّر نہوا

ترے سایے پہ تو پرچھاواں بھی تیرا نہ پڑا
یہ تو ڈھلکر بھی ترے قد کی برابر نہوا

مجھے مشکل ہوئی وہ بات جو مشکل نہ ہوئی
مجھے دو بھر ہوا وہ کام جو دوبھر نہوا

چار سو پھرتے ہیں ل تھامے وہ دشمن کے لئے
یہ بھی یارب مری تقدیر کا چکّر نہوا

جان کے ساتھ ہے درد محبت یہ کیا
کہ گھڑی بھر تو ہوا اور گھڑی بھر نہوا

ضبطِ الفت اسی کہتے ہیں کہ عریاں ہوکر
قیس میں تیری طرح جامے سے باہر نہوا

کھا گئے پھانسی تری زلف کے بندی الٹے
جو ترے سر ہوا گویا وہ ترے سر نہوا

میں غبارِ دلِ دشمن ہیں بھی دیکھ یارب
خاکساری کا بھلا ہو کہ مکدّر نہوا

سر کٹتی ہوئی کہتا ہی عدو جل جلکر
اسے بجلی نہ بنا آپ کا خنجر نہوا

موت بھی ہمکو نہ آئی شبِ ہجراں افسوس
یعنے تقدیر کا لکھا بھی میسّر نہوا

سنگِ اسود کو خدائی نہ ملی کعبے میں
اس سوا ای بت تری دہلیز کا پتھر نہوا

ہمنے ٹھانی تھی کہ دشمن سے گھٹینگے لیکن
غیر کا بھی وہ ستمگر نہوا پر نہوا

٦٠	مرگِ راسخ کی خبر سنکے رقیبوں سے کہا ہمیں دلبر جو کہا کرتا تھا جانبر نہوا	١٧

رخِ زیبا ہی یا مطلع بیاضِ مہرِ انور کا — قدِ موزوں ہے یا مصرع کوئی دیوانِ محشر کا

گنہگاروں کو کیا ڈر تشنگیِ روزِ محشر کا — بھلا ہو دامنِ تر کا بھلا ہو دیدۂ تر کا

شبِ وعدہ پتا کیونکر ملے ظالم ترے گھر کا — کہ چکّر تیرے کوچے میں ہی عاشق کے مقدّر کا

کسی گھر کا نہیں رکھا ترے عشق نے مجکو — نہ دنیا کا نہ عقبیٰ کا نہ اِس گھر کا نہ اُس گھر کا

ہمارا زخمِ دامن دار مُنہ پھیلائے بیٹھا ہے — بھریگا دیکھئے کسدن نمکداں شورِ محشر کا

رہا مانع شبِ وصل امتحانِ حیرت و تمکیں — اِدھر میں بت اُدھر وہ بت نہ وہ سرکے نہ میں سرکا

نہ نکلیگا نہ نکلیگا جنوں میں پانو کا چکّر — یہ چکّر ہے مرے سر کا یہ چکّر ہے مقدّر کا

یہ جی میں ہے بنا کر آج زلفیں آئنہ رکھدیں — بٹھا دیں سامنے اُنکے جواب اُنکی برابر کا

نہیں آتا نہیں آتا پگھلنا سنگدل جسکو — کسیکا دل ہی پتھر کا نہیں ہوتا ہے پتھر کا

اِدھر لا اپنی آنکھوں سے لگا لوں ہیچ مگر قاتل — سنا کرتا ہوں تیرے ہاتھ سے پھل شستہ خنجر کا

شبِ وصل آج ہی موذن تری گردن پہ چھری ہوگی — زبانِ تیغ سے دونگا جواب اللہ اکبر کا

نکل آئیں عدو کے گھر سے وہ بیتاب ہو ہوکر — الٰہی صبر پڑ جائے ہماری جانِ مضطر کا

جسے کہتے ہیں محشر منتظر ہے ایک مدت سے — ہٹا ہے ایک نالے کا تمھاری ایک ٹھوکر کا

یہاں آنسو ہیں آنکھوں میں وہاں آئے خون گردن پر — جواب اُنکی صراحی دے رہی ہے میرے ساغر کا

اِدھر ہیں سپر نالے ادھر ہیں رخنہ گر غمزے — کلیجا ہو گیا چھلنی تمھارے روزنِ در کا

ہزاروں داغ ہیں سینہ میں لاکھوں زخم پہلو میں — یہاں شعلہ وہاں شعلہ اِدھر جر کا اُدھر جر کا

۶۱	نکالے سے بھی یوں نکلا ہی راسخ اُنکے کوچے سے چلا چلکر گرا۔ گر کر اُٹھا۔ اُٹھ کر ذرا سرکا	۹

جفا کر کے وہ پچھتایا ستم ٹوٹا غضب آیا
ستم ٹوٹا غضب آیا ستم ٹوٹا غضب آیا

جنوں بھی ہے الٰہی بیکسی بھی ہے محبّت میں
کہیں میں ہوں کہیں سایا ستم ٹوٹا غضب آیا

قیامت ڈھائی مجھپر حشر توڑا اوس ستمگر نے
عدو کو قبر پہ لایا ستم ٹوٹا غضب آیا

کہا مینے کہ تمپر ٹوٹکر آیا ہے دل میرا
اُنھوں نے ہنسکے فرمایا ستم ٹوٹا غضب آیا

شب ہجراں کے نالے سے فلک ہیں ٹوٹنے والے
ہلا ہے عرش کا پایا ستم ٹوٹا غضب آیا

گلے پر تیغ رکھدے گا خم گردن شب وعدہ
اگر وہ آج شرمایا ستم ٹوٹا غضب آیا

کیا منہ جب کلیجے کی طرف سوفار نے قاتل
دل بیتاب چلایا ستم ٹوٹا غضب آیا

نمک وہ بھرتے میرے زخموں میں ہو کے برہم
کہا جب مینے بھر پایا ستم ٹوٹا غضب آیا

نصیحت گر سے کہدو چپ ہے گر جان پیاری ہے
۶۲ اگر راسخ کو سمجھایا ستم ٹوٹا غضب آیا ۱۷

دیکھیہ چولی وہ چلی دیکھیہ وہ دامن نکلا ترے قابو سے ترے قبضے سے جوبن نکلا

عاشقِ کوچۂ زلفِ بتِ پرفن نکلا دلکو ہم دوست سمجھتے تھے سو دشمن نکلا

حسرتِ وصل بتان کی رہی مٹی برباد ہر دلِ زار اک اجڑا ہوا مدفن نکلا

خود پرستی نے تری تجکو گھٹایا ظالم تو تو بت ہو گئے مر جان برہمن نکلا

لیگئی آہِ شبِ ہجر ترے کوچے میں ہر شرر بنکے چراغِ رہِ دشمن نکلا

تم تو کہتے ہو ہمیں غیر سے کچھ کام نہیں اور جو بیٹھا ہوا کوئی پسِ چلمن نکلا

لیچلا سوئے حرم دیر سے واعظ ہمکو جسپہ ہر کا گماں تھا بھی رہزن نکلا

دستِ وحشت نے مجھے لوٹ لیا پر دیکھیں دھجیاں تن پہ لگائے ہوئے دامن نکلا

یہ کھنڈر برقِ تجلی سے رہا ہی معمور دلِ ویرانکن اک وادیِ ایمن نکلا

نیچی نظروں نے تری تیر لگائے جھک کے نیمچہ ہاتھ میں لیکر خمِ گردن نکلا

خونِ عشاق چھلک آیا ہی گالونپہ ترے حسنِ یوسف سے سوا ابھریکا جوبن نکلا

کھچتا رہتا تھا بہت دور جو خنجر کیطرح کیا تماشا ہی قریبِ رگِ گردن نکلا

شوخیاں اسکی بھی اُس بت سے نہیں کچھ کم دلِ ناداں مرا طفلِ برہمن نکلا

عندلیبوں نے مرے نالے اڑائے صیاد ہر قفس میں ترے جو ریکار کن نکلا

غیر کی تاک سے ہی میرے جگر میں ناسور رخنہ گر آپکی دیوار کا روزن نکلا

حسن چمکا ہی ترا اسکا نصیبا بنکر کسکی تقدیر سے یہ رنگتِ روغن نکلا

٦٣

یاد کر لیتے ہیں وہ میری وفائیں راسخ
شکر ہی ایک تو ارماں پسِ کشتن نکلا

١٩

ہے خُمِ صد پارہ میرے کام کا
ٹکڑہ ٹکڑہ - کام دے گا جام کا

میں گدائے میکدہ ہوں ساقیا
ڈال دے جھولی میں ٹکڑا جام کا

ہم نے جان و دل کے حصّے کر دیے
وہ خدا کی - یہ تمھارے نام کا

رُخ پہ آیا دل نکل کر زلف سے
صبح کو آیا ہے بھولا شام کا

دام کیوں اچھے لگاتی اُنکی زلف
دل ہمارا مال تھا نیلام کا

ہوں وہ بُلبُل حلقۂ کامِ نہنگ
حلقہ حلقہ بن گیا ہے دام کا

ہے تبرّک بہرِ زنّارِ بتان
تار میرے جامۂ احرام کا

تیری چالیں چل رہی اندنوں
نیل بگڑا چرخ نیلی فام کا

ہجر میں ہوتی ہے رہ رہ کر کسک
درد ہے دل میں مگر آرام کا

ہے وہی حالِ گرفتارانِ زلف
آج کل جو حال ہے اسلام کا

لے اُڑا آئینہ تصویرِ یار
مردمِ چشم آدمی ہے کام کا

آگیا ہے ساقیا ماہِ صیام
دور میخانے میں ٹھیرے جام کا

ہوں نظر بازی میں بھی عالی خیال
تاکنے والا ہوں اونچے بام کا

میں جوابِ صاف سے مرگِ آرزو
اور قاصد منتظر انعام کا

آتشِ ہجراں پہ اشکِ چشمِ زار
ایک چھینٹا روغنِ بادام کا

شام کو ہر روز اقرارِ سحر
صبح کو ہر روز وعدہ شام کا

چشم بر راہِ قدومِ حشر ہے
ہے یہ نقشہ تیرے نقشِ گام کا

پیٹ بھر کر گالیاں دیجے مجھے
میں ہوں بھوکا لذتِ دشنام کا

۱۵	کو بکو آشفتہ سر آوارہ گرد کیا ٹھکانا ناسخ بدنام کا	۶۴

موت آئی نہ وہ ترکِ ستم ایجاد آیا
بھولنے والوں کے صدقے میں خدا یاد آیا

کھینچکر تیغ سرہانے مرے جلاد آیا
لگ گئی ہچکی دمِ نزع تو میں یاد آیا

جب بئے حسن طلب حسن خداداد آیا
میرے پہلو سے پکارا دلِ ناشاد آیا

جاں بلب شوق سے میں اور عدو داد طلب
لو مبارک ہو تمھیں شیوۂ بیداد آیا

المدد شور فغاں دیکھ کہ اب چھت آئی
سنبھل اے چرخ اب آیا دمِ فریاد آیا

ہوگئی ہیں ترے ہاتھوں کی لکیریں گلدم
طائرِ رنگِ حنا بنکے پریزاد آیا

مادرِ گیتی بے مہر کا تھا خون سفید
دودھ ہر وقت چھٹی کا جو مجھے یاد آیا

مرغ دل پھانس لیا چھوڑکے زلفیں رخ پر
ٹٹّی دھوکے کی لگائے ہوئے صیاد آیا

پڑ گیا صبر کہ وہ بیٹھ گئے تھام کے دل
خامشی میں بھی اثرِ شورشِ فریاد آیا

رشکِ گلبانگ ہوئی ہر خبر شادی مرگ
تیرے کوچے میں جو ناشاد گیا شاد آیا

جذب سے تارِ رگِ جاں نہ بنا لوں تو سہی
منھ مرے زخم پہ گر نشترِ فصاد آیا

خاک میں ملکے ملی چشمِ حسیناں میں جگہ
سرمہ ہو ہو کے غبارِ تنِ برباد آیا

خوش ہوا دیکھکے میں صورتِ زنجیرِ جنوں
سامنے آنکھ کے گویا خطِ جلاد آیا

رکھ دیا ڈھیر پہ پھولوں کے قفس بلبل کا
فصلِ گل میں بسرِ رحم جو صیاد آیا

۱۵	کاٹ لوں لا دمرے ہاتھ جب آیا ناسخ سینہ کاوی کے لئے تیشۂ فرہاد آیا	۶۵

سرو آیا چمنِ دہر میں شمشاد آیا | بندۂ قدِّ بتاں بنکے ہر آزاد آیا
دھانی پوشاک پہنکر وہ پریزاد آیا | خضر کا بھیس بنائے ہوئے جلّاد آیا
آج مقتل میں کمر باندھ کے جلّاد آیا | مژدہ ای روح گرہ میں علم آباد آیا
فصلِ گل آئی مجھی دشتِ جنوں یاد آیا | دن بھلے آئے مرے موسمِ فریاد آیا
فیضِ ساقی نے مرے ڈاک لگا رکھی ہے | قاصدِ دور چلا اب خطِ بغداد آیا
غیر کی آنچ ما نیں تو خدا سے اچھہ جائیں | اُسکی ہر بات حدیث اُسکا ارشاد آیا
یا الٰہی مری وحشت کو جنوں کا سایہ | پانوٴں میں ٹھوکریں کھالے سرِ ہمزاد آیا
جل بسا سینے سے دمِ جسم سے جاں ہاتھہ سے دل | موت کلبنکے فرشتہ وہ پریزاد آیا
خار خارِ المِ دل نے اُڑائے پُرزے | دھجیاں ہوکے مرا دامنِ فریاد آیا
فرطِ حیرت سے رہا سدِّ سکندر بنکر | سامنے اونکے جب آئینۂ فولاد آیا
شوخیاں ایسی سکھائیں کہ الٰہی توبہ | آگئی کیا اونکی جوانی کوئی اُستاد آیا
بنگیا برق ترے کانکی بجلی کا خیال | آشیاں طائرِ جاں کا جو کبھی یاد آیا
ای ستمگر تری تلوار میں تھا آبحیات | مرکے پھر کشتہ ہوئے عالمِ ایجاد آیا
حکم جب مہندی لگانیکا دیا شیریں نے | دوڑ کر پانوٴں میں خونِ سرِ فرہاد آیا

۱۹	پھر نظر آنے لگی پھر راسخ / پھر مرا خوابِ فراموش مجھے یاد آیا	۲۶

رشکِ اغیار رہا مجھکو غمِ یار رہا | دل سے میں تنگ رہا جان سے بیزار رہا
بولیاں بولی ہیں چور ونکی گنہگاروں نے | برسوں بازار ارم مصر کا بازار رہا

ہاں نہیں جھوٹ ہی دونوں سے ہر سو تری
مجھ سے اقرار رہا غیر سے انکار رہا

خانقہ دور ہی مسجد سے پرے آ واعظ
یہ رہا میکدہ یہ خانۂ خمار رہا

لوگ کہتے ہیں جسے کالی پری کا سایہ
بنکے کوچے میں ترے سایۂ دیوار رہا

حیرت حسن سے پتھرا گئیں آنکھیں میری
وہ رہا سامنے لیکن پس دیوار رہا

طائر جاں تری زلفوں سے نہ نکلا صیاد
مرغ دل آنکھ کے ڈوروں میں گرفتار رہا

نقد جاں ہار دیا جسنے وہ جیتا تجھکو
بک گیا جو ترے ہاتوں وہ خریدار رہا

عفو عصیاں کے لئے ہی تو معاصی پر عفو
یہ نہ ہو حشر میں تو بندہ گنہگار رہا

رقص نے تیرے دکھایا یہ تماشا تا صبح
چاندنی پر مہ کامل تھا کہ سیارہ رہا

یہ کچھ رہنا ہی رہتا ہے نہ رہنے کی طرح
یوں تو رہنے کو مرے پاس وہ سو بار رہا

جوش گریہ نے ترے کوچہ میں رکھا بیتاب
پابگل ہو کے بھی میں صورت پرکار رہا

کر رہا تھا جو مرے عشق کی تشہیر وہ حسن
لاکھ پردے میں رہا پردہ در عار رہا

رہ گئی نبض خط دست مسیحا بن کر
میں عیادت کا بھروسا کئے بیمار رہا

ہجر میں سینت خال و خط الفت کے لئے
آنکھ کے سامنے آئینۂ رخسار رہا

تیرے بیمار کے پرچھائیں سے اسکی پناہ
بام پر چڑھنے سے اب سایۂ دیوار رہا

وار قاتل کا خطا ہو یہ غلط ہے اے تیغ
سخت جانی کے سبب میں ہی خطا وار رہا

پی بھی لے ناصح ناداں کی خاطر سے
یوں سمجھ جسنے بلائی وہ گنہگار رہا

٦٧	چین لینے نہ دیا عشق بتاں نے راسخ عمر بھر روگ رہا عمر بھر آزار رہا	١٧

ابکے بہار میں ہی جنوں زور شور کا / پتھر تلاش کرتا ہوں مجنوں کی گور کا

مٹھی میں گر لیا نہو دزد حنا نے دل / چھوٹے کا حال ہووے ہی حال چور کا

رفتار یار پر دل پر داغ ہے نثار / میری بغل کا چاند ہی عاشق چکور کا

چھلے ہیں کے انہنے پہنائے مجکو طوق / گردن مری جواب بنی پور پور کا

اپنے جنوں کا آپ ہی کرتے ہیں ہم علاج / تعویذ دھو کے پیتے ہیں مجنوں کی گور کا

کیونکر رہا ہو خواب میں اس شوخ کا خیال / غل کر دے آنکھ کھولتے جو چور چور کا

اس خط سبز میں جو سیاہی کو ہے نمود / طاؤس کا گمان ہے دہو کا ہی مور کا

اس بل بشاب کا ہی کہ چلتے ہیں سر کے بل / یہ حال ہی ہمارے بڑھاپے کے زور کا

رنگ رخ زمانہ کو گل بنا گئے / سمجھا لگا ہے رگ گردن کے دور کا

آئیں نزاکتیں خط عارض کے ساتھ ساتھ / اٹھی جوانی لیکے عصا پائے مور کا

کیوں ہاتھ باندھے ہو دوبارہ قسم / پہلے ہی خون خشک ہے مہندی کے چور کا

رنگ پریدہ ہوش رمیدہ نہیں نہیں / ہے مہ رخوں کے عشق میں جی ڈرا چکور کا

سینہ ہے داغدار تو دل بیقرار ہے / ہے روز و شب چمن میں مرے رقص مور کا

ان سخت جانیوں سے رہائی ہو جائیگی / میرے گلے میں ڈالدے تعویذ گور کا

قاتل کو دیکھ لینے تھی ہم چشم زخم سے / پہلا ہا اب اسپہ چلا ہوا چشم گور کا

آنکھوں سے بچ رہی ہے جو دلمیں لہو کی بوند / حصہ ہے ای پری تری مہندی کے چور کا

٦٨	ارمان وصل ہوگئے گراں سنگ ای صنم تعویذ بنگیا ترے رسخ کے گور کا	١٧

جلوے نے تیرے خون کیا اہل دید کا
دیوان عام بنگیا دیوان شہید کا

سائل ہیں لیتی دیتی کی پوچھا نہیں خبر
بوسہ ہمارے حق میں ہی توشہ فرید کا

جب روبرو رہے نار ہوں عاصی تو یا غفور
طوبیٰ لہم جواب ہو ہل من خرید کا

دھوئے ہیں تمنے ہاتھ تو گردن بھی دھوئیے
مہندی کا رنگ خون نہیں ہی شہید کا

قاتل کی آنکھیں سیف ہیں پلکیں خدنگ ہیں
ہتیار وہ قریب کا ہے یہ بعید کا

کندھا دیا ہی کس بت گلرو نے ناز سے
پھولو نہیں تل رہا ہے جنازہ شہید کا

آغوش میں ہی وہ بت مہ رو زہی نصیب
خالی میں ہمنے دیکھ لیا چاند عید کا

ہر صورت حسین نے دھوکا دیا مجھے
صورت حسین کی تھی کلیجا یزید کا

بچپن میں تھا جو حسن عدم کو پہنچ گیا
عارض کا تیرے سبزہ ہے یا خط رسید کا

کچھ تم بھی بولتے ہو چلا کوڑیوں کے مول
نیلام کر رہا ہوں دل نا امید کا

میری وفائیں صفا تری دلمیں نقش ہیں
پتھر میں سکہ بیٹھ گیا زر خرید کا

اللہ رے یہ رتبہ کہ قاتل کی راہ میں
سمجھتا ہی فرش اطلس خون شہید کا

گردن مری کٹی تھی ادھر یہ ادھر چھٹی
رشتہ تھا زلف یار سے حبل الورید کا

تکبیر ہو زبان پہ شمشیر ہاتھ میں
قاتل گلو نکے ساتھ کٹے روز عید کا

زاہد کا ہم مزاج ہے انگور کا عرق
اگلے زمانے کا ہی یہ اگلی کشید کا

زخموں نکے منہ ہوئے ہیں جو قفل دہان یار
ناخن ہی میری انگلی کا ناخن کلید کا

۶۹	راسخ نوید خلد ہے امت کیواسطے ہے رحمتی جواب عذابی شدید کا	۲۱

حجلہ جنازہ بن گیا جوڑہ کفن ہوا
گھل گھل کے فرط غم سے یہ لاغر بدن ہوا
ہر تیر یار تقویت جان و تن ہوا
نکلا جو بل بھووں سے وہ زلفوں کو مل گیا
ڈھانکا ہجوم صد نگہ یاس نے مجھے
مسّی ملی تو بڑھ گئی نیلم کی آبرو
سوز دروں سے رشک بانہ ہوئی زباں
معجز نما ہیں نشہ صہبا کی شوخیاں
کانٹا ہوا ہوں سوکھ کر رنج فراق میں
ہی میری بیکسی سے لب گور پر فغاں
وہ سنگ راہ وصل ہے یہ ننگ رسم عشق
جنگل کی راہ لی در لیلیٰ کو چھوڑ کر
ترچھی نظر کمر میں لچک چال میں کجی
ناسور پڑ کے دیدہ داغ جگر بنا
بل پڑ گئے ہزار چلے جب وہ دو قدم
ای چارہ گر نگاہ ہو عبرت کی آنکھ سے
پتھر سے شیشہ توڑ دیا محتسب تو کیا
لیکر مسی عدو سے مجھے زہر دیا

قاتل ترے شہید کا لاشہ دلھن ہوا
گھٹ گھٹ کے سایہ بنگیا سایہ ہرن ہوا
حبل الورید بنگیا جزو بدن ہوا
زلفوں سے جو رہا وہ جبیں کا شکن ہوا
یوں تار تار ہو کے میں ستر کفن ہوا
لاکھا جما تو لعل کا چھلا دہن ہوا
چھالا جو دل میں تھا مرے لب سخن ہوا
یعنی بڑھا تو شیر گھٹا تو ہرن ہوا
میرے گلے کا ہار مرا پیرہن ہوا
میں اپنے گھر میں رہ کے غریب الوطن ہوا
مرنا کٹھن ہوا مجھے جینا مرن ہوا
ای قیس عشق کیا ہوا دیوانہ پن ہوا
وہ شوخ سر سے تا بقدم بانکپن ہوا
انگور پھٹ کے مرہم زخم کہن ہوا
موئے کمر بھی زلف شکن در شکن ہوا
زخم جگر شگاف مزار کہن ہوا
شیشے کا ہے کمال کہ توبہ شکن ہوا
نیلا بدن کسی کا کسی کا دہن ہوا

ہم زندگی کو موت سمجھتے ہیں ای جنوں
نام کفن کفن نہ ہوا پیرہن ہوا

خفت تھی مجکو بار معاصی سے اسقدر
بھاری ہوا جنازہ تو ہلکا کفن ہوا

۷۰
راسخ کہاں نہیں لالہ و گل میں یہ شوخیاں
بلبل کا خون رنگ بہار چمن ہوا
۱۵

قیامت رحمت حق حصہ ہے میخواروں کا
دفتر اس پانی میں دھلتا ہے گنہگاروں کا

ہجر میں سیم تنوں کے ہوئیں آنکھیں یا دل
کیا کھرا بادلہ ہے آنسوؤں نکلے تاروں کا

جو ترے کوچہ سے نکلا وہ ہوا سودائی
سایہ پریوں کا ہے سایہ تری دیواروں کا

نبضیں معدوم ہوئیں ہو گئیں بن بنکر
حال پتلا ہے ترے عشق کے بیماروں کا

ہوں مری طرح اگر شرم سے پانی پانی
جسم بہنے لگے گھل گھل کے گنہگاروں کا

مظہر شان کرمی ہیں یہ بندے یارب
ہے سر عفو پر احسان گنہگاروں کا

رہتی ہے زیب نظر یار کے دانتوں کی چمک
شوق ہے پتلیوں کو موتیوں کے ہاروں کا

بک گئے حوروں کے ہاتوں بڑی قیمت سے شہید
خوب نیلام ہوا تیرے خریداروں کا

بوئے گل عشق چمن یاد ہے صیاد کسے
ربط کچھ چھوٹتا جاتا ہے گرفتاروں کا

لیلئے حوروں نے ارمان ترے کشتوں کے تک
خلد میں لطف ہا مصر کے بازاروں کا

میری آنکھیں ہیں یہ ہر دم وہ طلائی کر
کانٹے میں تلتا ہے سونا ترے رخساروں کا

رشک اغیار نے تلووں نے لگا رکھی ہے
ہر قدم فرش زمیں فرش ہے انگاروں کا

ہوں وہ مشتاق شہادت کہ تڑپ سے میری
دم نکل جائیگا قاتل تری تلواروں کا

کس لئے چلتی ہے رگ رگ کہ زبان خنجر
کتنے منہ کیل دیا ہے ترے سوفاروں کا

١٧	آپ اور راسخ وارفتہ سے رنجش توبہ دوست اغیار کا ہے یار ہے وہ یارونکا	١٧

گذرا سیاہ کاری میں عالم شباب کا
پیری میں کالا منہ کرے زاہد خضاب کا

ساون کی راتیں جلوہ ہی جام شراب کا
جلتا ہی میکدے میں چراغ آفتاب کا

آغوش شوق میں ہی وہ گلرو عرق عرق
مدت میں عطر کھینچا ہی مینے گلاب کا

ساقی وہ بدنصیب ہوں جلنے لگے جو دور
ہو جائے موج بادہ میں چھالا حباب کا

غش ہوں خیال ابروئے قاتل سے ہمنشیں
چھینٹا خدا کیواسطے خنجر کی آب کا

اپنی زبان سے کہدے کہ یا سو سبیل ہے
اے تیغ یار کام بتاؤں ثواب کا

ساقی کے عکس رخ سے گرائیں وہ بجلیاں
فانوس شمع بن گیا شیشہ شراب کا

پابوسیوں کی آس ہی اے شہسوار حسن
میرے گلے میں ڈالدے حلقہ رکاب کا

زانو پہ اونکے سر ہی اب اے مرگ المدد
آرام کی گھڑی ہی یہ موقع ہی خواب کا

یارب ہماری آہ کی ایسی ہوا بندھے
گھونگٹ اولٹ دے کھولدے گوشہ نقاب کا

دامن بنا ہی اشک جگر گوں سے لالہ رنگ
تختہ کلی کلی میں کھلا ہی گلاب کا

اختر شماریوں میں کٹی ہی شب فراق
ہر سانس اک عذاب تھا روز حساب کا

پیتا ہوں یاد ساقی کوثر میں خون دل
میری شراب میں بھی مزہ ہی کباب کا

مضمون ہی بنا تری زلفونکا اے پری
پھیلا ہوا ہی گالوں پہ سرمہ شباب کا

جنت نصیب ہوئے تجھے اے سوزش فراق
دوزخ میں گھر بنے دل خانہ خراب کا

برق تپاں کبھی تھا میں رنگ روان کبھی
عالم ہی جینے مرنے میں اک اضطراب کا

۷۲	اے بت جواب نامہ جواب رقم نہ ہو راسخ کو انتظار ہے خط کے جواب کا	۱۵

تواضع خاص حصہ ہو گیا ہے بادہ خواروں کا
گریں گے لیکے دوزخ میں قلم پرہیزگاروں کا

مری اک آہ میں عالم ہے جاروں بیقراروں کا
چھلاووں کا شہابوں کا پتنگوں کا شراروں کا

سماں اک گلبدن کے وصل کا آنکھوں میں پھرتا ہے
خزاں ہی نے اڑا لائی ہے رنگ اگلی بہاروں کا

اندھیری گور لے قرباں امید مرگ کے صدقے
وہ گھر ہے بے گھروں کا یہ سہارا بے سہاروں کا

نشاں ہے بوسہ دشمن کے اور کچھ وہ بھی گنتی کے
گل عارض پہ تیرے دانت کے لاکھوں ہزاروں کا

گلے کا ہار ہو کر کہہ رہے ہیں وہ یہی قسمت
نہ لے جو لب کے بوسے آج حلوا کھائے پیاروں کا

بے حیا کر

ترے منہ میں مرے پہلو میں ہے پہلو یہ شکن کا فر
زباں بے اعتباروں کی ہے دل بے اعتباروں کا

چنا کرتا ہے ماتھے پر بت زہرہ جبیں افشاں
ستارہ آجکل چمکا ہوا دیکھا ستاروں کا

الٰہی کنج تربت کس دولھن کا کنج خلوت ہے
کہ نقد جان ہر دم مول ہوتا ہے ہزاروں کا

زمیں حسرت ملی ہے تمھارے خاکساروں کی
فلک اترا ہوا بچھا ہے تمھارے دلفگاروں کا

نہ حسرت کا تقاضا ہو نہ ارماں کی تمنا ہو
نکلنا سیکھ جائے دم اگر امیدواروں کا

پھنسائی جان زلفوں میں کھلایا آشنا ہا تو نہیں
خطا آفت کے ماروں کی گنہ شامت کے ماروں کا

ہوئی ہے چاندنی صرف کفن اے مرگ مہجوری
شب فرقت گویا بھیجیں ہے لا سوگواروں کا

نظر میں سانپ ہیں زلفیں جگر میں تیر ہیں پلکیں
یہ دل ہے یہ کلیجا ہے تمھارے جاں نثاروں کا

۷۳	ابوبکر و عمر عثمان و حیدر میرے مولا ہیں خدا شاہد غلام راسخ الالفت ہوں چاروں کا	۱۳

آتشِ سیال سے شب جامِ صہبا جل اُٹھا — ریشِ قاضی میں لگی ایسی کہ مینا جل اُٹھا
سوزِ پنہاں الحذر داغِ تمنا جل اُٹھا — دل کا چھالا صورتِ قندیلِ کعبا جل اُٹھا
کس صنم کی یاد میں نالاں ہی چشمِ زار زار — سچ بتا کیا ہو گیا شیشے میں گنگا جل اُٹھا
اف رے سوزِ محبت بن گیا مٹی کا تیل — ای تپِ غمِ خار و نکا پسینا جل اُٹھا
میری آہوں سے لگی ہر ایک خشک و تر میں آگ — موجِ دریا جل اُٹھی دامانِ صحرا جل اُٹھا
پھر مرادِ دفغاں زنجیرِ گردن بن گیا — پھر مرے سر میں چراغِ داغِ سودا جل اُٹھا
سوزِ ہجراں کو الٰہی آگ لگ جائے کہیں — بجھ گیا دل بھن گیا پہلو کلیجا جل اُٹھا
آتشِ رشکِ عدو تلووں سے سر میں جا لگی — صورتِ سروِ چراغاں میں سراپا جل اُٹھا
کسنے مہندی ملکے دھوئے ہیں الٰہی ہاتھ پانوٗ — بھن گئیں سب مچھلیاں پانی میں دریا جل اُٹھا
کس غضب کی آگ تھی یارب بے مرنا سوز میں — ہو چلا تھا خشک جب کچھ کچھ فتیلا جل اُٹھا
لالِ نیفے کا کمر کا شعبدہ کیا بات ہی — لگ گئی ملکِ عدم میں بالِ عنقا جل اُٹھا
سوزِ غم سے نبض میں شاخہ انگلیاں — نبض دیکھی تھی مری دستِ مسیحا جل اُٹھا

١٧	حسن کے راسخ مجھے اونکے قامت موزونکا وصف سرو گلشن میں ہے انکا جنت میں طوبا جل اُٹھا	٤٧

خمیدہ پشت جو میں عاجزی پسند ہوا — تو رتبہ پانوٗ کا سر سے مرے بلند ہوا
عدو کا عاشق تمھیں کسطرح پسند ہوا — وہ ناز کیا جو کسی کا نیاز مند ہوا
عطائے غیر نے ایسا مجھے رلایا ہے — کہ بند بند مرثیہ اُن کا حسین بند ہوا
مریدِ سلسلۂ گیسوئے بتاں ہوں میں — یہ رشتہ رشتۂ گردن بنا کمند ہوا

الٰہی شکر کہ قاتل نے کر دیا جو رنگ
بڑھا وہ لطف شہادت کہ چار چند ہوا

وہ کم نصیب ہوں نہیں قصر یار کا سایہ
سمٹ کے خال بنا گھٹ گیا سپند ہوا

کہے گا حشر میں عاشق کا چاک جیب کفن
میں چاک تھا در توبہ نہ تھا کہ بند ہوا

ز فرط ضعف کے جا پہنچے بام جاناں تک
ہمارے سانس کا رشتہ ہمیں کمند ہوا

برنگ درد مجسم ہوں بن گئی دم پر
علاج درد سے دونا ہیں درد مند ہوا

کبھی وہ دل میں ہی ہے کبھی وہ آنکھوں میں
کبھی حباب کبھی آئینے میں بند ہوا

نگاہ شوق سے دیکھا جسے بنا خود بیں
پسند جسکو کیا ہمنے خود پسند ہوا

شہید ناز کی دی ہمنے فاتحہ میں قتل
نیاز مند دوبارہ نیاز مند ہوا

لگا کے تیر جو تمنے تو دل یہ چلا یا
قفس میں بند ہوا ہوں قفس میں بند ہوا

شب فراق دعا نے نہ ہاتھ پھیلایا
ہزار شکر کہ باب قبول بند ہوا

کھنچے ہوئے ہیں وہ کھینچے ہوئے ہیں تیغ دو سر
ہمارے جان یہ دل کا اثر دو چند ہوا

ہوئی یہ شوخی کی ای طفل شوخ بسم اللہ
کہ تازیانہ ہوئی زلف الف سمند ہوا

۷۵
گرے جب اشک ندامت تو غیب سے راسخ
صدا یہ آئی کہ عذر گنہ پسند ہوا
۱۷

یہ کلیجا ہی یہ دل قاتل تری نخچیر کا
تھام لیگا پنجۂ مژگاں سے پلہ تیر کا

تو ہی وہ صیاد بس چلتا اگر نخچیر کا
ہر دہان زخم سے منہ چوم لیتا تیر کا

جا نہیں جان آ گئی دم میں مرے دم آ گیا
آب حیوان بن گیا پانی تری شمشیر کا

پھر بہار آئی ہوئیں پھر پیرہن کی دھجیاں
آستین و جیب میں پلہ ہے سو سو تیر کا

غیر سے چوڑی کی کنگن لیکے کیوں اچھا کہا
ہاتھ باندھیگا ترے لچھا تری تقریر کا

شوخی چشم بتاں نے کر دیا مجنوں مجھے
دیدۂ آہو ہے ہر حلقہ مری زنجیر کا

آشیان طائر جاں کی الٰہی خیر ہو
ہو چلا ہے برق دم شعلہ تری تقریر کا

پھول بلبل نے چنے ہیں میر ریاض زخم سے
قمری حلقہ لے اوڑی اُتری ہوئی زنجیر کا

ہے ہمارے قتل کی ہر چشم جوہر منتظر
کھنچتے کھنچتے آ گیا آنکھوں میں دم شمشیر کا

حلقۂ گیسو نے پہلے دل لیا پھر جان لی
ہو گیا دونا کرایہ خانۂ زنجیر کا

یار کے نقش قدم پر سجدے دشمن نے کیے
ہائے قسمت مٹ گیا لکھا مری تقدیر کا

تیغ قاتل نے لگائی آنکھ ابرو پر پڑی
سوئے قبلہ مرتے دم منہ پھر گیا نخچیر کا

اف رے شوخی منہ سے بول اٹھی ہے اعجاز حسن
کھل گئے نجا گالیوں پر منہ تری تصویر کا

موشگافی شانۂ شیریں کی دیکھی کوہکن
مانگ کہتی ہیں جسے نقشہ ہے جوئے شیر کا

کر گیا پامال تربت وہ بت سیمیں بدن
خاک میں ملکر ملا نسخہ مجھے اکسیر کا

حشر میں شرمندگی ہے فرط رحمت سے حضور
یعنے تقصیر گناہاں تھا گنہ تقصیر کا

٧٦	اہل عالم جتنی قبریں ہیں جہاں ہے مقبرہ ہے خراب آباد راسخ نام اس تعمیر کا	٢١

رس کسنے لیا تری مسی کا
نیلم کا ہے رنگ پھیکا پھیکا

صدقہ ہے یہ غیر کی خوشی کا
جلتا ہے مری لحد پہ گھی کا

میلہ ہے جہاں میں جیتے جی کا
ہے کون لب فنا کسی کا

گلشن میں مسی ملی جو تو نے
دم گھٹنے لگا کلی کلی کا

ہے آئنے میں کوئی مقابل | لو چہرہ بگاڑو آدمی کا
ٹوٹے ہوئے دل میں ہیں دو تیر | ٹانکا ہے یہ دل شکستگی کا
ہے چھوٹی سی عمر میں قیامت | فتنہ ہے وہ چودھویں صدی کا
برسات میں ہے وہ شوخ مہماں | آٹا گیلا ہے مفلسی کا
سچ ہے کہ نشان سجدۂ غیر | ماتھے پہ کلنک کا ہے ٹیکا
پرچھائیں سے ڈر کے کہتے ہیں وہ | سایہ نہ ہو یہ کسی پری کا
فرقت میں کسیکی ہنس رہا ہوں | نشتر سا ہے دل میں گدگدی کا
پہلو میں رہے گا تیر قاتل | یہ یار ملا ہے دل لگی کا
جینا ہے خضر تبو نیہ مرنا | مرنے میں ہی لطف زندگی کا
میں ہوں تم ہو کہ مدعی ہو | محتاج نہ ہو کوئی کسی کا
ہے چاہ ذقن پہ طبع مفتوں | بہکا ہے دماغ باؤلی کا
کیوں قتل سے تمکو حشر کا خوف | ہے عذر گرہ میں نازکی کا
زاہد ہے قتیل ابروئے یار | قبلہ کی طرف ہی منہ چھری کا
وحشت ہے مری کہ ہو کا عالم | منہ دیکھ رہا ہوں بیکسی کا
در گذرے خیال دوستی سے | شکوہ ہے تمھاری دشمنی کا
سجدے میں اگر وہ سر کو ٹھکرائے | مژدہ ہو قبول بندگی کا

راسخ کی خبر وہ سنکے بولے
حوروں میں تھا دھیان جنتی کا

۱۵	ردیف بائے موحدہ	۷۷

چہرہ ساقی کا ہے صبح طرب جام شراب
عکس ہے گیسوئے مشکیں کا شب جام شراب

اسکے پانی سے بھی رو ترے نہ کھلے یا قسمت
میں خرابات میں ہوں تشنہ لب جام شراب

خون آنکھوں میں اُتر آتا ہے وقت تدبیر
چشم ناسور ہے چشم غضب جام شراب

بوسۂ نرگس خوباں کا ہے خواہاں واعظ
کھل گیا مسئلۂ حل طلب جام شراب

گالیاں دی ہیں پس چشم نمائی لاکھوں
دیکے زہر وہ مجکو عقب جام شراب

یاد آتی ہیں کسی بت کی خماری آنکھیں
میں دم نزع بھی ہوں مضطرب جام شراب

اُف رے واماندگی قسمت سر سالم
دور آخر میں بڑھا ہے تعب جام شراب

بنگیا خندۂ صد قلقل مینا کا جواب
اللہ اللہ رے جوش طرب جام شراب

جاملا ٹوٹ کے واعظ بھی قدح خواروں میں
کیوں نہو توبہ شکن ہے لقب جام شراب

دل ہے میخوار کا میخوار کا دل ہے امین
محتسب شرط خرد ہے ادب جام شراب

ہوں وہ میخوار مرا نام نہ لیگا لب مرگ
میری مٹی سے ملیگا نسب جام شراب

چشم ساقی کی پڑے مار کہ آنکھیں کھلجائیں
ٹوٹے زاہد پہ الٰہی غضب جام شراب

عنبر آمیز ہے گر جلوۂ زلف ساقی
پر تو خط ہے خط منتخب جام شراب

فکر میکش کا فلک سیر نہو کر واعظ
درد سر ہے ہوس بے سبب جام شراب

۱۶	اوسکے تقوے پہ تصدق مری توبہ راسخ مرتے مرتے بھی ہو جسکو طلب جام شراب	۷۸

ہم دکھا دینگے کسی دن بندہ پرور کا جواب
قدِّ آدم آئینہ دیگا برابر کا جواب

کاتبِ تقدیر بھی لکھے جو گز بھر کا جواب
غیر ممکن ہی تری زلفِ معنبر کا جواب

انکی ٹھوکر بنگئی ہی روزِ محشر کا جواب
روزِ محشر دیکھئے کسدن ہو ٹھوکر کا جواب

ہو نہیں سکتا ستمگر تیرے خنجر کا جواب
خون تھکوائیگا اس مصرعِ تر کا جواب

تیرہ قسمت ہوں دکھاؤنگا اگر انکو آئینہ
آئینہ بنجائیگا سدِ سکندر کا جواب

خوں ہاں گردنپہ ہو یہاں شکِ غوثی آنکھ میں
کاش ہو انکی صراحی میرے ساغر کا جواب

پھر کہینگا پھر کہونگا بوسۂ لب کے لیے
ہونٹوں ہونٹوں میں دو عرضِ مکرر کا جواب

کھنچ رہا ہی میکدہ میں اِدا اک آبِ طہور
انجیوں کا مقابل آپکے کوثر کا جواب

ہجر کی شب فکرِ مضمونِ رخِ پر نور ہے
لکھ رہا ہوں بیاضِ صبحِ محشر کا جواب

ہوں بلا گردانِ کوئے دلبر کا فرادا
طوفِ کعبہ ہی مری قسمت میں چکر کا جواب

کوس لیجے گالیاں دیجے سوالِ وصل پر
آپکے گھر کی حکومت آپکے گھر کا جواب

یا صنم میں نے کہا وہ گالیاں دینے لگے
یہ مثل سچ ہو گئی پتھر ہے پتھر کا جواب

گر پڑا ملیں سہر کے بل قرباں اس انداز کے
انکی انگڑائی ہوئی محرابِ خنجر کا جواب

رفتہ رفتہ دیکھیو تیری کمر بنجاؤنگا
ناتوانی دے رہی ہی تارِ بستر کا جواب

دیکھتے ہی میرے خط کو ہوگئے چیں بر جبیں
چار سطروں میں دیا ہی سارے دفتر کا جواب

سامنے قاتل کے رہتا ہی سرِ تسلیم خم
ہوگیا ہونٹوں میں لبِ خاموش خنجر کا جواب

خانۂ گل میں ہے کیا جو خانۂ دل میں نہیں
گھر تو ہونا ہی گیا اللہ گھر کا جواب

وہ نگاہیں ہیں جگر وہ سنگدل ہیں ریشِ دل
آبلہ ہی خار کا شیشہ ہی پتھر کا جواب

۸۹	انتظار نامۂ دلبر میں راسخ کیا کہوں سامنے آیا مرے میرے مقدر کا جواب	۸

نہیں طالبِ دین و دنیا یہ مائل نہ کچھ اِس سے مطلب نہ کچھ اُس سے مطلب
کہوں عشقِ وحدت میں دونوں سے غافل نہ کچھ اِس سے مطلب نہ کچھ اُس سے مطلب
یہ مانا کہ رشکِ پری ہے ہمیں کیا عدو کے لئے آدمی ہے ہمیں کیا
بُتِ ماہ تصویر زہرہ شمائل نہ کچھ اِس سے مطلب نہ کچھ اُس سے مطلب
کبھی وقفِ تیرِ نگاہِ بُتاں ہے کبھی صرفِ شمشیرِ جورِ زماں ہے
ہماری طرف سے تو بیکار ہے دل نہ کچھ اِس سے مطلب نہ کچھ اُس سے مطلب
ترے جھوٹے وعدے سے ہوں نیم بسمل تڑپنے کو ہے جان گھٹنے کو ہے دل
مگر تجھکو شاباش ہے رحم قاتل نہ کچھ اِس سے مطلب نہ کچھ اُس سے مطلب
نہ رکھ جرم تدبیرِ اہلِ وفا پر کہ ہے وصل موقوف تیری رضا پر
وہ ہو سہل سے سہل مشکل سے مشکل نہ کچھ اِس سے مطلب نہ کچھ اُس سے مطلب
نہ دوزخ سے ترساں نہ جنت کا خواہاں ہوں اک کا بندہ سچا مسلماں
نہیں اِس کے قابل نہیں اُس کے قابل نہ کچھ اِس سے مطلب نہ کچھ اُس سے مطلب
عجب بزم میں اُنکا دیکھا ہے عالم کہ مجھسے بھی برہم عدو سے بھی برہم
کوئی تنگ محفل ہو یا رنگِ محفل نہ کچھ اِس سے مطلب نہ کچھ اُس سے مطلب
بتِ دشمنِ دین و ایمان راسخ یہ کہتا ہے لیکر دل و جانِ راسخ
۸۰ نہ کچھ اِس سے حاصل نہ کچھ اُس سے حاصل نہ کچھ اِس سے مطلب نہ کچھ اُس سے مطلب ۱۵

جفائیں کر بہت اچھا بہت خوب
ستم پرور بہت اچھا بہت خوب

وہ عرض وصل پر کہنا کسیکا
بہت بہتر بہت اچھا بہت خوب

ہمارے دم کا ساتھی ہی دم قتل
دم خنجر بہت اچھا بہت خوب

یہ قسمت ہی ملیں دشمن کو بوسے
ہمیں ٹھوکر بہت اچھا بہت خوب

کئے دیتا ہوں ترک عشق ناصح
کرم گستر بہت اچھا بہت خوب

کہے گر میکدے کو دیکھ پائے
لب کوثر بہت اچھا بہت خوب

مجھے خونیں کفن دیکھا تو بولے
کھلا تجھپر بہت اچھا بہت خوب

سر عشاق پر ہو خون عشاق
بت خود سر بہت اچھا بہت خوب

سوئے بتخانہ دل پھر لیچلا ہے
ملا رہبر بہت اچھا بہت خوب

کہے جائینگے ہم مانیں نہ مانیں
نصیحت گر بہت اچھا بہت خوب

کسیکی شوخیاں ہیں تجھمیں پنہاں
دل مضطر بہت اچھا بہت خوب

یہی معنی ہیں رشک مہر و مہ کے
پھرو گھر گھر بہت اچھا بہت خوب

ستم کی داد کیا دوں پیش دشمن
کہوں کیونکر بہت اچھا بہت خوب

جفا سہتے ہو مسلمانو نیہ ہر دم
بت کافر بہت اچھا بہت خوب

۸۱
سنائیں گالیاں راسخ کو تو نے
سر محشر بہت اچھا بہت خوب
۱۱

پئے شیخ گر ارغوانی شراب
نئے سر سے لائے جوانی شراب

اگر دست بخشائے پیر مغاں
تو ہو دشمن ناتوانی شراب

قدامت سے دونو ہیں شایانِ قدر — پرانی محبت پرانی شراب

فلک سبز میرے لیئے دورِ جام — مری گردشِ آسمانی شراب

پڑا جب خطِ سبزِ ساقی کا عکس — ہوئی ارغوانی سے دھانی شراب

مجھے جھوٹے وعدوں نے ہی بیخودی — بتوں کا ہے کیفِ زبانی شراب

نشہ کیوں ہے زاہد کو پندار کا — ہوا وسکے مٹکوں کا پانی شراب

اڑے دیکھتے ہی معالج کے ہوش — مرا رنگ تھا زعفرانی شراب

نچوڑیں اگر دامنِ تر کو ہم — خجالت سے ہو پانی پانی شراب

تبسم ترے لب کا رس لے اگر — نمک کی کرے پاسبانی شراب

۸۲	گمانِ جوانی غلط ہے غلط کہ راسخ کی ہے زندگانی شراب	۸

کاش دیکھوں ترے وصال کے خواب — ہوں مطابق مرے خیال کے خواب

جان دی ہمنے آخرِ شبِ ہجر — آج آیا ہے وقت ٹال کے خواب

پاسباں انتظار ہے اونکا — آئے آنکھوں میں دیکھ بھال کے خواب

صبح سے شام تک ملال سے کام — شام سے صبح تک ملال کے خواب

سنتے آنکھیں نکال پھینکی ہیں — پھینکدو آنکھ سے نکال کے خواب

ہوگئی سرمہ گور کی مٹی — خاک دیدوں میں آیا ڈال کے خواب

۸۳	راسخ آشفتگی میں ہے ہمرنگ خواب کے حال اور حال کے خواب	۹

مل گئی ہے سحر حشر سے یہ شب یا رب
شب فرقت ہے زباں پر مری یارب یارب

کس کی زلفوں کا یہ بل تھا کہ نہ نکلا ہرگز
کسی پہلو کسی صورت کوئی مطلب یارب

بیٹھے سینے پہ چھُری لے کے کسیدن قاتل
ذبح کرنے کا کوئی ڈھب ہو کسی ڈھب یارب

کنجِ تربت میں نہیں مونسِ وحشت کوئی
چلدئے چھوڑ کے جنگل میں مجھے سب یارب

کوئی حسرت کوئی ارمان نہ نکلے دل سے
ایسے مہمان عزیز آتے ہیں کب کب یارب

سخت مشکل ہی کہ سیون سے عیان ہے شیون
کیا کروں زخم کے کس طرح سیوں لب یارب

مار ڈالیں گی بھویں یار کی اک دن مجکو
سانپ بنجائینگے بڑھ بڑھ کے یہ عقرب یارب

سچ ہے غیروں پہ بھی پڑتا ہے گناہوں کا وبال
میں گنہگار ہوں دوزخ ہے معذب یارب

عشقِ راسخ سے زمانے میں نہیں ہے بہتر
۱۷ کوئی مشرب کوئی ملت کوئی مذہب یارب ۸۴

کیا پوچھتے ہو کٹتی ہے کیونکر تمام شب — مضطر تمام روز ہوں مضطر تمام شب

ہے خواب میں بھی قطع تعلق کا انکو فکر — تکیئے کے نیچے رہتا ہے خنجر تمام شب

اے سرد مہر آہ شب غم کروں اگر — بجلی سی کانپتی رہی تھر تھر تمام شب

ہوں منفعل فسانۂ جور عدو سے میں — سوتا رہا وہ پاس رہا گر تمام شب

چولی چلی ہوئی ہے گریباں ہے چاک چاک — لڑتا ہے تم سے کسکا مقدر تمام شب

ہو کیوں وہ تیرہ بخت میسر ہو گر وصال — بنجائے رشک خال ستمگر تمام شب

آنسو رواں ہے تری گردنکی یاد میں — بھرتا رہا صراحی کی ساغر تمام شب

آتی ہیں یاد دن کی غلط کاریاں مجھے — کٹتی ہے شکل حسرت محشر تمام شب

اشک فراق یار سے چھلنی ہوا جگر — ٹپکے کا دلکو رہنے لگا ڈر تمام شب

سچ پوچھئے تو ہے شب فرقت بھی معجزہ — رہتا ہے روز حشر سے ٹکر تمام شب

پتھرا گئیں انتظار میں آنکھیں تو رو دیا — تا صبح مجھپہ برسے ہیں پتھر تمام شب

یاد مژہ میں کرتے ہیں عاشق سے نوک جھوک — بستر کے تار صورت نشتر تمام شب

ہرجائی ہو کے بنگئے تم رشک مہر و ماہ — در در تمام روز ہو گھر گھر تمام شب

دلکی تسلیو نہیں شب غم کہیں ایک ہاتھ — رہتا ہے ایک ہاتھ جگر پر تمام شب

رکھتی ہے فرق غیر میں مجھمیں شب وصال — یہاں خال واں ہے زلف معنبر تمام شب

لو میرے پاؤں بھی مری تقدیر بنگئے — گردش تمام روز ہے چکر تمام شب

۸۵ — چھایا ہوا ہے آنکھوں میں راسخ خمار سا — ۱۵

گذری ہے میکدے میں مقرر تمام شب

۱۵	ردیف بائے فارسی	۸۶

کشش دل سے جب ملینگے آپ — بے سبب بے طلب ملینگے آپ

دشمنوں سے ملو تو کھینچ کے ملو — تم کھنچوگے تو سب ملینگے آپ

ہم بھی پہنیں گے غیر کا جامہ — بن گیا گر یہ ڈھب ملینگے آپ

شش محلوں میں اک پری ہی شیخ — کون بنت عنب ملینگے آپ

تم نکالو نہ اپنے دل کا غبار — خاک میں جاں بلب ملینگے آپ

تیغ وہ کیا کبھی نہ ہو جس میں — سیدھی نظروں سے کب ملینگے آپ

جان کی جستجو ہے دل لیکر — ہمسے کیوں بے سبب ملینگے آپ

دل شکن ہے یہ چھیڑ کہتے ہیں — ٹوٹ کر ہم سے کب ملینگے آپ

آدھے چہرے پہ زلف چھوڑی ہے — کیا یس نیم شب ملینگے آپ

آج وعدہ کیا ہے پھر کل کا — اب ملینگے نہ جب ملینگے آپ

بوسہ ملجائے تو فغاں نہ کروں — یہ ملے گا تو لب ملینگے آپ

دبکے ملنا اسی کو کہتے ہیں — غیر سے با ادب ملینگے آپ

عید کو بھی گلے ملینگے اگر — شکل تیغ غضب ملینگے آپ

ہے عبث جستجوئے اہل عدم — پہلی منزل میں سب ملینگے آپ

مر گیا اس امید میں راسخ
اب بلائینگے اب ملینگے آپ

٨٧ ردیف تائے فوقانی ١٥

کسی گذری جو لب تک آئی بات — منہ سے نکلی ہوئی پرائی بات
شرم عصیاں نثار ہوں تجھپر — تونے بگڑی ہوئی بنائی بات
تیری محشر خرامیاں دیکھیں — حشر ہے اک سنی سنائی بات
کھیل ہے مجکو شغل جانبازی — تم کو ہے خنجر آزمائی بات
بن سنور کر وہ گھر سے نکلے ہیں — مژدہ باد اے اجل بن آئی بات
ملتے رہتے ہیں وہ کف افسوس — مرگئے ہم تو ہاتھ آئی بات
تیری باتونے دم یہ بنتی ہے — دل دہی بات دلربائی بات
میرے آگے تری جفائیں کھیل — تیرے نزدیک بیوفائی بات
آگ لگجائے سوز پنہاں کو — آبلہ بنکے لب پہ آئی بات
جاں نثار دنکو تم نے جان لیا — جان کھوکر یہ ہمنے پائی بات
انتہا عشق کی ہے جانبازی — عشق بازی ہے ابتدائی بات
بنگیا نالہ ہر سخن شب ہجر — دے گی اللہ کی دہائی بات
پان کھاکھا کے گالیاں دیجے — فقرے رنگین ہوں حنائی بات
ہلئے قاصد بگاڑدی تونے — اچھی خاصی بنی بنائی بات

٨٨ راسخ اُس خودپسند کے نزدیک
دشمنی بات آشنائی بات ١٨

چل سرک لمبی ہو میرے گھر سے ٹل فرقت کی رات
ہٹ پرے جا دور۔ کالا منہ۔ نکل۔ فرقت کی رات

ہے شب مہتاب فرقت بھی کوئی کالا پہاڑ
چاند چلتا ہے فلک پر سر کے بل۔ فرقت کی رات

جبہہ سا ہوں میں تصور میں کسی کے پانو پر
سرمۂ تسخیر کرتا ہوں کھرل۔ فرقت کی رات

تم کرو غرّہ تو خوش کیا ہوں ہلال عید سے
آئی ہے کھینچے ہوئے تیغِ اجل فرقت کی رات

ہوں وہ مجنوں چاک کر دونگا گریبانِ کفن
آستیں سے ہاتھ باہر ہے سنبھل فرقت کی رات

وادیِ ایمن بھی کوہِ طور بھی بے نور تھا
چھان مارے میں نے سب دشت و جبل فرقت کی رات

ہو گئی محشر کا دن زلفِ درازِ مہوشاں
بن گئی عمرِ خضر طولِ امل فرقت کی رات

پڑ گئے ہونٹوں پہ پھلکے آخرِ شب آہ سے
جاتے جاتے دیگئی مجکو یہ پھل فرقت کی رات

اُف رے میری تیرہ بختی اُف رے شکلی تیرگی
ڈھونڈتی پھرتی رہی مجکو اجل فرقت کی رات

کیا تمھارے لب کی مسّی ہی تمھاری زلف ہی
جم کے میرے گھر میں کیوں کرتی ہے بل فرقت کی رات

سخت جانی سے بڑھی کس درجہ میری زندگی
ہوگئی محشر کا دن اک اک پل فرقت کی رات

تو ہی کہہ انصاف سے اے عفوِ جرمِ خودکشی
اور کیا کرتا سیہ بختِ ازل فرقت کی رات

تیرے سنگِ در سے ظالم سو رہے سر پھوڑ کر
شکر ہے یہ بت رہا زیبِ بغل فرقت کی رات

روزِ محشر کا خلاصہ ہے اگر فرقت کا دن
تیرہ بختی کا ہے میری ماحصل فرقت کی رات

ہے مرے دودِ فغاں سے ناک میں دم خلق کا
عقدۂ یوم الدُّخاں ہوتا ہے حل فرقت کی رات

ایک آفت ٹل گئی تھی اک مصیبت آ گئی
روزِ فرقت کا ہوئی نعم البدل فرقت کی رات

اے خیالِ یار رہنے کو ترسے تا صبحِ مرگ
میری آنکھیں بن گئیں موتی محل فرقت کی رات

۱۷ کہہ گئے راسخ سے وہ۔ تم زہر کھا کر سو رہو
کیوں تمھاری نیند میں آئے خلل فرقت کی رات ۸۹

مریضِ عشق تماشا رہا بہت مدت
کہ مجھ پہ مر کے بھی جیتا رہا بہت مدت

کبھی تو صبر کی حد بھی ہو دامنِ یوسف
بغل میں دستِ زلیخا رہا بہت مدت

ہمارے بعد وہ پہلی چہل پہل نہ رہی
تری گلی میں تماشا رہا بہت مدت

نکلکے دودِ فغاں دل سے بنگیا افعی
بتوں کی زلف کا سودا رہا بہت مدت

کسیکے عشق میں بے موت مر گیا تھا میں
کہ جا کے قبر میں جیتا رہا بہت مدت

جب آنکھیں بند ہوئیں کھلگئی حقیقتِ زیست
الٰہی تو ہی دھوکا رہا بہت مدت

لپٹ لپٹ کے ملا ہی گلے سے خنجرِ یار
ہمارے خون کا پیاسا رہا بہت مدت

الٰہی اور بڑھے انتظارِ یار کی عمر
دم اپنا آنکھوں میں اٹکا رہا بہت مدت

رہا ہی گنبدِ گردوں بہت دنوں پامال
ہمارے پانوں میں چھالا رہا بہت مدت

اٹھائے دل ہی نے صدمے فراق کے آخر
شریکِ درد کلیجا رہا بہت مدت

کھٹک رہی سرِ مژگاں کی دل میں پہلو میں
جگر میں سینہ میں کانٹا رہا بہت مدت

ہماری نبض کفِ چارہ گر میں برق بنی
ہتیلیوں میں پھپھولا رہا بہت مدت

رہی ہی تارِ نگہ میں کمر کسی بت کی
ہمارے جال میں عنقا رہا بہت مدت

تمہارے موئے کمر میں ہا دلِ عاشق
الجھ کے بال میں شیشا رہا بہت مدت

ہوئے ہلاک تصور کسیکے ہجر میں ہم
سرھانے رشکِ مسیحا رہا بہت مدت

تری زبان کی تاثیر ہاتھ میں پہنچی
کہ میرے قتل سے جھوٹا رہا بہت مدت

٩٠	شہید ہوکے تبرک ہوا ہوں میں راسخ تمام حوروں میں جھگڑا رہا بہت مدت	١٧

حضرت دل رنج فرقت ہی بہت
کیوں مرے جاتے ہو حسرت ہی بہت

درد و غم میرے لئے - سرکار عشق
خوش رہیں حضرت سلامت ہے بہت

دیکھئے کب آئے گی فردائے وصل
داور محشر یہ مدت ہے بہت

مجکو بھی رکھ لو کہ ہوں مشت غبار
آپکے دل میں کدورت ہے بہت

ساغر مے سے غرض کیا محتسب
چھوڑنے کو میری قسمت ہے بہت

دل نہ ہو میرا تو تم کیوں دلمیں ہو
مجکو اس دشمن سے غیرت ہے بہت

چاہتا ہوں تم نہ چاہو غیر کو
رشک میرا خوبصورت ہے بہت

صبر ہو تو دل پہ ہو سکتا ہے جبر
ورنہ تھوڑی سی مصیبت ہی بہت

داور محشر الگ ہو میرا حشر
داستاں لمبی شکایت ہے بہت

بے تعلق ہو کے جینے دو ہمیں
آپ پر مرنے کو خلقت ہے بہت

نام کو مرتا ہے تیرا سچ تو ہے
غیر سے مجکو محبت ہے بہت

سینے مانا میرے عصیاں بے شمار
یا الٰہی تیری رحمت ہے بہت

اب خدا حافظ مریض عشق کا
ای تغافل کیش غفلت ہے بہت

کہہ گئے بالیں پہ میرے وقت نزع
ہاں تمھیں نیکی فرصت ہے بہت

جھک گئے ہاتی ہے خمیدہ ناز سے
تیغ قاتل میں مروت ہے بہت

ناز سے کہنا وہ عرض وصل پر
دور کی صاحب سلامت ہے بہت

یا الٰہی حشر میں رسوا نہ ہو
کہتی ہیں راسخ کی شہرت ہے بہت

قتل کردو مجھے شمشیر نکالو جھٹ پٹ
دل مشتاقِ شہادت کی دعا لو جھٹ پٹ

قول دیتے ہو عدو کو کہ گرے جاتے ہو
ہم تو جب جانیں کہ تم ہاتھ چھٹا لو جھٹ پٹ

پھر نہ کہنا کہ سنبھالا بھی کسی نے نہ لیا
میں چلا جاتا ہوں مجھکو سنبھالو جھٹ پٹ

کرہی دیگا مجھے یہ عذرِ شب وعدہ حلال
پائے نازک میں کہیں مہندی لگا لو جھٹ پٹ

میری تسکین کے لئے میری تسلی کے لئے
جھوٹے وعدے یہ قسم بھی کوئی کھالو جھٹ پٹ

چین سے تم کو غرض ہم نہ سہی موت سہی
کہہ گئے وہ کہ اجل ہی کو بلا لو جھٹ پٹ

داورِ حشر سے کچھ کہنے کو ہیں فریادی
جھوٹے سچے کہیں شاہد تو بنا لو جھٹ پٹ

کہتے ہیں میرے جنازے پہ عزیزوں سے مرے
یہ کہاں جاتے ہیں روٹھے کو منا لو جھٹ پٹ

کہتی ہے عاشقوں سے وہ نگہِ غارت گر
دلِ بیتاب کو پہلو میں دبا لو جھٹ پٹ

کوچۂ زلف میں پھر دل ہے ڈھئی دینے کو
بوسے لے دیکھے بلا کو کہیں ٹالو جھٹ پٹ

دلِ عشاق کو حوریں نہ لپک لیں تو بھی
تم سوئے چرخِ بریں گیند اچھالو جھٹ پٹ

طعنۂ غیر پہ ہو وقفِ خموشی کیا خوب
میں سلامی ہوں تو دربانکو بلا لو جھٹ پٹ

بھید کی بات سرِ بزم کہوں یا نہ کہوں
دامنِ غیر سے تم منہ تو چھپا لو جھٹ پٹ

حشر ڈھانیکو ہے سینے کا یہ چڑھتا جوبن
گھُسنے دیجائے تو فتنے کو دبا لو جھٹ پٹ

تم بھی پھیرو مری گردن پہ چھری میری طرح
کام بن جائے اگر ہاتھ بٹا لو جھٹ پٹ

مجھ سے وعدہ ہی رہا تجھکو تو دھوکا ہی دیا
بوسہ دشمن نے جو مانگا تو کہا۔ لو جھٹ پٹ

بوسہ کاکل پہ ترے خم میں تامل ہے اگر ۹۲
راسخ العشق کو تم مار ہی ڈالو جھٹ پٹ

۹۲	ردیف تائے مثلثہ	۷

وفائے جوانی عبث ہی عبث / سر زندگانی عبث ہے عبث
کہاں تک کہے اوس شوخ سے حال دل / یہ ساری کہانی عبث ہی عبث
عیاں چلمنوں سے ہی رنگ نمود / تری لن ترانی عبث ہی عبث
لب گور سے آرہی ہے صدا / کہ دنیائے فانی عبث ہی عبث
مسلماں ہی تو بھی مےکش بھی شیخ / تو پھر آنا کانی عبث ہی عبث
مرے منہ میں جبتک دو تم زباں / پیام زبانی عبث ہی عبث

۹۳	نہو پاس راسخ جو وہ مست ناز مے ارغوانی عبث ہی عبث	۷

بیخودونسے یہ اجتناب عبث / تم کو اندھوں سے ہی حجاب عبث
پانو سینے پہ کب وہ رکھتا ہے / بسمل شوق اضطراب عبث
تیرا جلوہ ہے نور چشم خیال / پردہ اے رشک آفتاب عبث
مجھسے مجنوں کو رہبری اے خضر / جائیے جائیے جناب عبث
خواب میں بھی کبھی نہ آئے وہ / میری تقدیر کا تھا خواب عبث
ہاتھ لگتے نہیں کسی کے جو تم / پھر یہ جوبن ہی یہ شباب عبث

۹۴	بے خرابات و بادہ فکر سخن راسخ خانماں خراب عبث	۹

کھنچا رہتا ہے ہمسے خنجر جلاد کیا باعث
کہ بھولے سے نہیں ہوتی ہماری یاد کیا باعث
پئے گلگشت یارب آمد آمد ہے یہ کس گل کی
کھڑے ہیں سرو قد گلشن میں کیوں شمشاد کیا باعث
تری فرقت میں گویا منہ بنا رکھا ہی پھوڑے نے
خفا ہے میرے پہلو میں دل ناشاد کیا باعث
یہ سن رکھا ہے مینے دشمنونکے کان بھرے ہیں
مگر تم بھی نہیں سنتے مری فریاد کیا باعث
پتا خانہ خرابی کہ ملا کیوں میری تربت کا
پس مردن رہی مٹی مری برباد کیا باعث
یہ کیا شکر جفا پر بھی خفا ہونا بگڑ جانا
ستم پرور سبب کیا ہی ستم ایجاد کیا باعث
نہ اب پرواز کا دم ہے نہ یارا تیری فرقت کا
رہائی کی خبر اوڑنے لگی صیاد کیا باعث
زباں دی تھی مرے منہ میں کسیدن آپ ہی کہدیں
نہ آئے لب پہ کیونکر شکوۂ بیداد کیا باعث

بلاؤں میں پھنسا رہتا ہے راسخ بندۂ گیسو
لقب پابند الفت کا ہوا آزاد کیا باعث

٩٥	ردیف جیم عربی	٢١

پہلو میں ہے میرے وہ بتِ رشکِ قمر آج
تا صبح قیامت نہ ہو اللہ سحر آج

ای یاس اگر امید کا ہو دیس سے سفر آج
میں خانہ خرابی کو کروں شہر بدر آج

محشر میں مرا ہاتھ ہے دامن ہے کسیکا
اور داورِ محشر نہ اِدھر ہے نہ اُدھر آج

مژدہ ہو صبوحی کو کہ ساونکی ہے پہلی
آئی ہے خمِ بادہ میں منہ دھوکے سحر آج

پروانہ سے پر مانگ رہی ہے شبِ ہجراں
ای ضعف اُڑیگی مرے مرنیکی خبر آج

سینے میں تری تیغ ہے پہلو میں ترا تیر
دم آج ہے جان آج ہے دل آج جگر آج

کل بھی نہ وفا ہوگا یہیں آج کا وعدہ
لو سنلو تمھیں دیتے ہیں ہم کل کی خبر آج

دل کھول کے جی بھر کے ستا لو جسے چاہو
نالوں میں کسیکے کہیں آتا ہے اثر آج

تلوار کے ہیں ڈھنگ نئے اکت میں تمھاری
پھیر اگر و پھرنیکی نہیں تیغِ نظر آج

ابرو کے تصور میں ہوئے ہم شبِ ہجراں
راس آ ہی گیا کعبے کی جانب یہ سفر آج

وعدہ نہ وفا ہو تو کوئی تازہ جفا ہو
ہو جائے جو ہونا ہے ستمگار مگر آج

اعجاز ہوئی نزع میں چشمِ غضب آلود
اس زہر کے پیالے سے ملی عمرِ دگر آج

دشمن ہی کی آئی مجھے آجائے الٰہی
دل کھول کے سفاک نے باندھی ہے کمر آج

وحشت وہ جوانی کی بڑہاپے کی یہ صورت
کل سر پہ مرے پانو تھے ہے پانو پہ سر آج

اشک سے مژگاں ہیں خونرنگ شبِ ہجر
پھولوں میں ہیں کانٹے تلیں کانٹوں میں گہر آج

صد شکر مرے پہلو میں وہ آئے ہوئے ہیں
جسدن کی تمنا تھی وہ دن ہے مرے گھر آج

دوزخ کو بشارت ہو تو محشر کو ہو مژدہ — ہے دیدۂ تر اور مرا دامن تر آج

اللہ تری تیغ کو لوگوں سے بچائے — کھا جائیگی اس پھل کو نہ دیدوں کی نظر آج

اٹھنے نہ دیا ضعف نے پہلو سے شب ہجر — سو ٹھیکیاں لے لیکے اٹھا درد جگر آج

اڑ جائے شب ہجر سے ڈر کر صفت ہوش — ملجائیں اگر شمع کو پروانے کے پر آج

۹۶ — سرسبز ہو نہیں بادۂ جاں بخش سے راسخ — ۱۱

ہے پیر مغاں رشک مسیحا و خضر آج

دیکھیں کس کسکی جان لینگے آج — دوش پر وہ کمان لینگے آج

ہولی کھیلیں گے میکدے میں ہم — شیخ صاحب کو سان لینگے آج

ہائے کہنا کسیکا وہ شب وصل — جو کہو گے سو مان لینگے آج

ہے تکلف یہ شیخ رندوں کا — تیری خاطر سے چھان لینگے آج

میرے نالے نہ جائیں گے خالی — بجلیاں بنکے کان لینگے آج

زلف رخ پر ہے یا گہن میں چاند — لائیے بوسہ دان لینگے آج

مر کے کنج لحد ٹھکانا ملا — خوش ہیں گھر کا مکان لینگے آج

کل کہیں گے کہانی داور حشر — دم ذرا ناتوان لینگے آج

جھوٹا کھائیں گے میٹھے کے لالچ — منہ میں تیری زبان لینگے آج

کسکے گھر جا رہے ہو بن ٹھن کر — ہمیں کچھ ہم بھی ٹھان لینگے آج

اونکے انداز ہیں ستم راسخ

کل لیا دل تو جان لینگے آج

۹۷	ردیف جیمِ فارسی	۱۵

نالۂ دل عرش کی زنجیر کھینچ
جذب پنہاں گیسوئے تاثیر کھینچ

دم کھنچا قاتل کہیں شمشیر کھینچ
تو نے کی بسمل سے بے تقصیر کھینچ

زخم پنہاں جذب پنہاں ہو گیا
تیکے خنجر کھینچ کھینچ کر تیر کھینچ

قلقلِ مینا ہو حق حق ساقیا
کھینچتی ہے تو وہ پر تاثیر کھینچ

دیر کے در پر مٹا نقشِ جبیں
خطِ دیگر کاتبِ تقدیر کھینچ

دودۂ سینے بہا تارِ سحر دیکھ
سرمۂ عشاق کی تحریر کھینچ

اے مصوّر کوئی بجلی کا قلم
چلبلی سی شوخ سی تصویر کھینچ

یا کلائی سے اُولٹ دے آستیں
میان سے سفّاک یا شمشیر کھینچ

ہاتھ میں شانہ ہے آگے آئنہ
اپنی تصویر اے بتِ بے پیر کھینچ

زیبِ پیشانی رہے تصویرِ یار
کلکِ مانی یوں خطِ تقدیر کھینچ

اے مصور ہوں شہیدِ تیغِ ناز
خونِ بسمل سے مری تصویر کھینچ

اشکِ خوں شرمِ گناہاں سے نکال
دیدۂ تر روغنِ اکسیر کھینچ

اے بتِ سفّاک بسم اللہ کر
شکلِ خنجر نعرۂ تکبیر کھینچ

عشقِ قامت رتبۂ منصور دے
مجکو سولی پر پئے تعزیر کھینچ

منہ دکھا کر چلدیا وہ شوخ و شنگ
راسخ اب آہیں دمِ تقریر کھینچ

٩٨	ردیف حائے حطی	١٥

دکھادو چلکے مسیحان بانکی طرح
کہ فتنے کی یہ طرح ہے یہ آسمان کی طرح

اذاں کہونگا ترے کوچہ میں فغانکیطرح
فغاں کرونگا شب وصل غیر اذانکیطرح

نہیں ہے آہ شب ہجر گر فلک افگن
نہیں یہ ٹوٹ پڑے مرگ ناگہانکیطرح

نہیں نہیں نکرو دشمنوں سے بوسے پر
نہیں نکلتی ہے منہ سے تمہارے ہانکیطرح

وہ خاک چھانتے ہیں یار کسکی فرقت میں
کہ ہے زمین مرے سر پر آسمانکیطرح

جگر میں صورت خنجر ہیں دلمیں شکل خدنگ
وہ ترچھی ترچھی نگاہیں وہ بانکی بانکیطرح

زمین کوئی بتائیں مرے نصیب کا پھیر
مرے نصیب میں چکر ہے آسمانکیطرح

برنگ طائر بے بال سر پہ ہیں پتھر
جنونمیں بالونکی صورت ہے آشیانکیطرح

شب فراق کے نالوں سے ہو گیا برباد
مرے مکان نے اوڑائی ہے لامکانکیطرح

ضعیف تھا کہ نکالے سے بھی نہ نکلے ہم
تری گلی میں رہے جان ناتوانکیطرح

مچل مچلکے سنائی ہیں گالیاں شب وصل
کسیکے پانو بھی چلتے رہے زبانکیطرح

وہ سیدھے تیر سے دلمیں سمائے جاتے ہیں
خدنگ پر ہیں انگڑائیاں کمانکیطرح

ہمارے سینے میں قاتل کے تیر ہیں پیکاں
جگر کی شکل تھی تا کی وضع جانکیطرح

یہ ٹیڑھی ٹوپی پہ ہے بانکڑی ستم یہ ستم
تمہیں سے سیدھی ہوئی ہے تمہاری بانکیطرح

گیا ہے عشق بتاں نے شہید راسخ کو
اٹھینگے حوروں پہ ارمان ارمغاں کیطرح

۹۹	ردیف خاے معجمہ	۱۵

ہی چمن سبزا رغواں ہی سُرخ سُرخ
ساقیا لاوہ کہاں ہی سُرخ سُرخ

رنگ ہولی کا ہے خونِ عاشقاں
خاک کوئے جانستاں ہی سُرخ سرخ

بزم میں وہ گل ہی سرمست شراب
ہر کبابِ مرغِ جاں ہی سرخ سرخ

ہی تصور اُن کا آنکھوں میں وطن
اندنوں بحرِ رواں ہی سُرخ سرخ

آرہی ہے بوئے خونِ آرزو
اُس پری کا عطرداں ہے سُرخ سُرخ

بوسۂ دشمن کا ہی کسکو گماں
ہاں ترے رخ پر نشاں ہے سُرخ سرخ

دیکھ قاتل ہنس رہے ہیں میرے زخم
آج کشتِ زعفراں ہی سُرخ سُرخ

وصف کے میری زباں ہے لالا لال
پان سے تیری زباں ہی سُرخ سُرخ

برق ہی یا برگِ گل اے عندلیب
مژدہ باد آج آشیاں ہی سرخ سرخ

خاک اُڑی ہی کس قتیلِ ناز کی
آج رنگِ آسماں ہے سُرخ سُرخ

چھوڑ کر سر کسکی قسمت کھل گئی
اُنکا سنگِ آستاں ہے سُرخ سُرخ

ساقیا ہے سبز سبزہ آرام دل
قوتِ جانِ ناتواں ہی سُرخ سُرخ

ہی وہ شوخ لالہ رو زیبِ نظر
میری چشمِ خوں چکاں ہے سُرخ سرخ

آہ کے ہمراہ لختِ دل نہوں
ہمنشیں دودِ فغاں ہی سُرخ سُرخ

آرزوے بوسہ راسخ ہے شہید
اُنکے لب پر رنگِ پاں ہے سُرخ سُرخ

پیکاں جگر پسند ہی خنجر گلو پسند
قاتل مجھے قبول کرے جسکو تو پسند

خنجر نہیں مجھے بس قتل عدو پسند
جھوٹی زبان پسند نہ جھگڑا ہو پسند

پیکانکو رہ ہی میں سمجھا وہ بت نہیں
ہوگا نہ طوف کعبۂ دل بے وضو پسند

پیر مغانکو ڈھونڈھ لیا خضر مل گئے
ہے میرے مدعا کو مری جستجو پسند

تیرے سبب پسند ہین جو ناپسند تھے
حسرت قبول مرگ مبارک عدو پسند

کہتے ہیں عرض وصل و تمنائے قتل پر
یہ آرزو پسند نہ وہ آرزو پسند

یارب اس ہو قیمت دل کہا عاشقاں
یا کوڑیو نکے مول بکے چار سو پسند

ہنستا ہی چارہ گر تری باتونپہ زخم دل
آتا نہیں دریدہ دہن کو رفو پسند

تھا خود پسند یونپہ مجھے ناز کیلئے
ہین تجکو ناپسند رہا مجکو تو پسند

دشنام دیتے دیتے وہ خاموش ہو رہا
کیوں مینے کہدیا کہ تری گفتگو پسند

تیرے گلے کا ہار رہے کاش دست شوق
مضمون وصل کو ہی بیاض گلو پسند

زاہد یہ اپنی اپنی پسند اپنی آنکھ
طرف وضو تجھے مجھے جام و سبو پسند

اسکو ہوئے او وصل اُسے شوق آستیں
دل آرزو پسند ہی اشک آبرو پسند

غصے میں شکوہ جامہ سے باہر وہ ہو گئے
سو جان ہی مجکو نگہ نیکی خو پسند

میرا دماغ خلد میں جو رونسے اٹھ چکا
تھی مجکو تیرے میلے دوپٹے کی بو پسند

کردیجے فیصلہ مرے ہر قول فعل کا
یہ آرزو پسند ہے یہ گفتگو پسند

پیکاں پہ جو جگر ہو مجھے وہ جگر قبول	مژگاں پہ جو لہو ہو مجھے وہ لہو پسند
آبادی حریم دل و جاں ہے جسکی یاد	وہ خوبرو پسند ہے وہ خوشگلو پسند

١٠١

یہ شکر کا مقام ہے یہ فخر کی جگہ
راسخ سے خودپسند کو آیا ہے تو پسند

١٧

مصیبت ہی جھیلی محبت کے بعد	قیامت ہی آئی طبیعت کے بعد
زباں بن گئی تیغ سفاک کی	کیا قتل عذر نزاکت کے بعد
ہوا گالیوں سے ثبوت دہن	کھلا ہے معما یہ مدت کے بعد
لیا اوسنے دل پہلے ہنگام رقص	بتائے مجھے بھاؤ قیمت کے بعد
دکھائینگے وہ جلوۂ جاں ربا	بپا ہوگا محشر قیامت کے بعد
شب ہجر نالوں نے ڈھایا غضب	فلک گر پڑے ٹوٹ کر چھت کے بعد
تری ٹھوکریں کھاتی ہیں ٹھوکریں	مٹائیں گے کیسے میری تربت کے بعد
بگڑ کر دیا بوسۂ خال لب	ملا ہے ہمیں نکتہ حجت کے بعد
کوئی سمجھے ملکر جئے کس طرح	نکلجاتی ہے جان حسرت کے بعد
پس بوسۂ لب ملیں گالیاں	دیا زہر اس بت نے شربت کے بعد
رہے بھول سے دلمیں لاکھوں حسیں	ملیں ہم کو یہ حوریں جنت کے بعد
سر سنگ اطفال سے ہوں ملول	کسے چھوڑینگے میری شامت کے بعد
چھری پھیرتے ہیں نگہ پھیر کر	زباں کاٹتے ہیں شکایت کے بعد
زباں میں ہے تیری زمانیکے ڈھنگ	بدلجاتی ہے ایکساعت کے بعد

پسِ وصل ذکرِ عدو کس لئے	جراحت نہ دو مجھ کو راحت کے بعد
نکلواؤں گا آنکھیں فردوس میں	نہ دیکھوں گا کچھ تیری صورت کے بعد

۱۰۲	نہیں خوف مرنیکا راسخ مجھے زمانہ مٹائیگا شہرت کے بعد	۱۳

جگر پسند ہے یا جانِ دردمند پسند	تری نگاہیں نگاہیں تری پسند پسند
گلے کو زلف ہی دلکو قدِ بلند پسند	کسی کو سولی کسی کو ہوئی کمند پسند
تمہارے لعلِ شکر خا سے گالیاں کھائیں	مجھے نبات مبارک مجھے یہ قند پسند
تمہاری چولی ہی منہ پھٹ کہ صاف کہتی ہی	نمودِ سینہ کو کیونکر ہوں چار بند پسند
وہ خوش ہی آج مرا سر چڑھا کے نیزہ پر	الٰہی شکر کہ آیا یہ سر بلند پسند
جفا پسند وہاں ناز خود پسند انداز	الم پسند یہاں دل جگر گزند پسند
بُرا مزا ہو کہ چھانٹے مجھی کو خنجر ناز	نہ آئے حشر میں کوئی نیاز مند پسند
بتاؤں کیا کہ کہاں ہے کہاں نہیں شبِ ہجر	ہوا ہے دردِ محبت کو بند بند پسند
تمہارے شعلۂ رخسار پر ہے تل یا دل	یہ ٹھنڈی آگ ہمیشہ رہی سپند پسند
تمہیں پسند ہیں دشمن مجھے پسند ہو تم	غرض رقیب ہیں تمہیں مجھے دو چند پسند
ہے شہیدونکا سودا کیا جو رضواں نے	ہوا یہ حورونمیں غل جا بسو پسند پسند
تمہارے غمزوں کو جانا ہے مستمند قبول	تمہارے جلوؤں کو دلہائے دردمند پسند

وہ کہہ رہے ہیں شہیدونکی نعش پر راسخ ہوئے ہیں حورونکو کیونکر یہ ناپسند پسند

۱۰۳	ردیف دال ہندی	۱۵

ضعف میں کیا زندگانی پر گھمنڈ	ہو چکا بس نوجوانی پر گھمنڈ
یا لا یا لا سیکڑے سے ناصحا	اے مسلماں آناکانی پر گھمنڈ
خنجرِ قاتل نہیں دیتا نہ دے	بس یہی دو گھونٹ پانی پر گھمنڈ
دیکھ لو میری نگاہِ شوق سے	ہے تمھیں جس لن ترانی پر گھمنڈ
سن چکا ہوں سن چکا ہوں گالیاں	پھر نکرنا بدزبانی پر گھمنڈ
مجکو ہر دم تو نیازی پر ہے ناز	تم کو ہر دم نوجوانی پر گھمنڈ
دے شرابِ کہنہ کیوں پیرِ مغاں	ہے پرانے کو پرانی پر گھمنڈ
اون کو لے آتا تو قاصد کام تھا	ایک پیغامِ زبانی پر گھمنڈ
ایک دن اونکی کمر بنجائیں گا	ہے مجھے یہ ناتوانی پر گھمنڈ
دیکھ قاتل تیغ کٹ جائیگی	مجکو ہے یہہ سخت جانی پر گھمنڈ
بعد یوسف تجھپہ صانع کو ہے ناز	ہاں بجا ہے نقشِ ثانی پر گھمنڈ
مجرموں پر ناز تیرے عفو کو	جرم کو ہے مہربانی پر گھمنڈ
اے اثر وہ شکلِ خنجر کھنچ گئی	تھا مجھے جذبِ نہانی پر گھمنڈ
مجکو ہے شوقِ شہادت ای خضر	تمکو عمرِ جاودانی پر گھمنڈ

کیوں کروں توبہ کہ راسخ ہی مجھے
اوسکے فضل و مہربانی پر گھمنڈ

۱۰۴ ## ردیف ذالِ منقوطہ ۱۵

ضعف سے ہے تنِ لاغر کاغذ
اب کے نکلیں گے مقرر کاغذ

اُنکو بھیجوں گا یہ لکھ کر کاغذ
بھیجیو پھر ہمیں ابتر کاغذ

فردِ عصیاں پہ چھڑک دے صہبا
صاف ہو جاتا ہے دھلکر کاغذ

وصف لکھنا ہے ترے گیسو کا
کم سے کم چاہیے گز بھر کاغذ

نامہ بر مجکو بھی رکھ لے خط میں
ہو گیا ہے تنِ لاغر کاغذ

خطِ تقدیر نہ کیوں ہو گنجان
لیے دفتر کو یہ کمتر کاغذ

نامۂ شوق اُڑا جاتا ہے
بن گیا خود ہی کبوتر کاغذ

شوق تکمّل کا ہوا ہے اُن کو
بھیجے مہرِ منوّر کاغذ

ہے یہ جی میں کہ سراپا لکھوں
ناپ دو قد کی برابر کاغذ

خط میں تھی بوسۂ لب کی تاکید
بن گیا قندِ مکرّر کاغذ

گردشِ بخت کا لکھوں گر حال
برسوں کھایا کرے جابر کاغذ

دستخط میرے گنا ہو نہ کہیں
دیکھ لے داورِ محشر کاغذ

خط میں تھا وصف ترے گالوں کا
ہو گیا برگِ گلِ تر کاغذ

ہو خطِ زخم گلے پر میرے
لکھ دے اے ناخنِ خنجر کاغذ

حرزِ جاں میرے لیے ہو راسخ
بھیجدے گر وہ ستمگر کاغذ

۱۷	ردیف راے مہملہ	۱۰۵

مرغِ دل سفاک نوکِ تیر پر
خون کی دھاریں ہیں شمشیر پر

لوٹتے ہیں دنبالوں کی تحریر پر
شوخیاں بسمل ہیں دو دو تیر پر

بھوں چڑھی غصہ چڑھا تیور چڑھے
یہ چڑھائی عاشقِ دلگیر پر

دیکھیے کس دن ہو مرغِ جاں شکار
دیکھیے کس دن نکالے تیر پر

تیرے ماتھے پہ کردیے نشان
حاشیہ لکھیے خطِ تقدیر پر

قاتل اوچھے وار سے ہے منفعل
زخم منہ آنے لگے شمشیر پر

تم لڑے مجھ سے کہ قسمت لڑ گئی
مر مٹا ہیں خوبیِ تقریر پر

اُف رے میری آہ کی دلسوزیاں
برق بن بن کر گری تاثیر پر

گوشۂ زنداں سے وحشت لے اڑی
بن گئی ہے پانو کی زنجیر پر

تیر تکوں پر گزرے ہے اندنوں
کیا مصیبت ہے ترے نخچیر پر

چٹکلے چھوڑے گالیاں دیتے سنا
کان جب رکھا تری تصویر پر

دم نکالینگے نئی ترکیب سے
کرتے ہیں یاسین دمِ شمشیر پر

ہیں ترے سُرمے کی قاتل تیری آنکھ
صاد کرتی ہے تری تحریر پر

چارہ گر سینے کے ٹانکے دیکھ لے
زخم ہنستا ہے تری تدبیر پر

چشمِ بسمل عینِ جوہر بن گئی
جم گئی پتلی تری شمشیر پر

دل سے نکلا وقت گردن مو گیا
چاہیئیں کیا نالۂ شبگیر پر

١٠٦	راسخ ناشاد سے تم ہو خفا کس خطا کس جرم کس تقصیر پر	١٥

پھیلا ہے جنوں دامن محشر سے نکلکر
اب پانؤ کہاں جائینگے چادر سے نکلکر

بیتاب ہی دل زلف معنبر سے نکلکر
جاتا ہی کہاں پیچ مقدر سے نکلکر

صیاد قفس میں بھی میسر ہے مجھے وصل
گل ہوگیا ہر شعلہ مرے پر سے نکلکر

گر جائے زمیں پر تو فلک عید منائے
ہو چاند مہ نو ترے جھومر سے نکلکر

رکھتی ہے بلا گردِ بتاں گردش تقدیر
چکر ہی میں رہتا ہوں نہیں چکر سے نکلکر

کعبے سے نکالتی ہی یہ پتھر ہوئی بھاری
بت بنگئے سو من کے ترے گھر سے نکلکر

دل لیتے ہو مٹھی میں تو جوبن کو سنبھالو
جاتا ہے دیے پانو برابر سے نکلکر

سفاک بشارت ہی مری عمر ابد کو
بے دم میں دم آیا تری خنجر سے نکلکر

پتھرائی ہوئی آنکھوں میں اشک جگر گوں
یہ پانی لہو ہوگیا پتھر سے نکلکر

شیشے کی ہی جھنکار کہیں بال نہ پڑ جائے
کیا چیز گری زلف معنبر سے نکلکر

دل تھام لیا دیکھ کر جاتی ہوئی دنیا
جاتی تھی قیامت قد دلبر سے نکلکر

کیا داور محشر سے کہوں کیا کہو نہیں
کچھ کا نہیں کہہ جاؤ برابر سے نکلکر

چہرے پہ تری زلف ہی یا منہ پہ دوپٹا
پھیلی ہے کرن مہر منور سے نکلکر

باتیں لب معجز سے کرے گر وہ پری رو
بلبل بنے ہر حرف گل تر سے نکلکر

١٠٧	ارماں یہ کہا کرتے ہیں راسخ مرے دل سے کس گھر کا ہے کوئی ترے گھر سے نکلکر	١٥

سرتن پہ نہیں رہنے کا چکر سے نکلکر
چکر نہیں جانیکا مرے سر سے نکلکر

نالے مجھے کرنے ہیں تو گھر سے نکلکر
چل ہٹ دلِ ناشاد مرے بر سے نکلکر

مشتاقِ شہادت کو ملے روز نیا سر
یہ شاخ کٹے روز نئے سر سے نکلکر

سر چھوڑ لوں دیکھو جو پرستان کا تماشا
صد رشکِ پری شعلے ہوں پتھر سے نکلکر

ساقی تری جھوٹی بھی نہ تھی تیز کہ توبہ
مے میٹھی چھری ہو گئی ساغر سے نکلکر

دل بول اٹھا سینہ میں عاشق ہوں تمھارا
پچھتاتا ہوں میں انکی برابر سے نکلکر

آنکھوں سے نکلتے ہی ہوئے اشک شرارہ
پھونکا مجھے شعلوں نے سمندر سے نکلکر

کچھ ملتے ہیں سنگینی کے معنی ترے دلکو
کچھ سینے پہ رہتے ہیں پتھر سے نکلکر

ہاں شرمِ گناہاں خمِ صہبا میں دبو دے
یہ مچھلی نہ جائے لبِ کوثر سے نکلکر

وحشت نے قیامت میں بھی گریاں تو نچائے
جنگل کو نکلجاؤں گا محشر سے نکلکر

جنت کے اناروں سے نکلنے تو دو حوریں
جاتے ہو کہاں تم دلِ مضطر سے نکلکر

رہ رہ کے یہ کہتی ہے مری شرمِ معاصی
مر جاؤں کہیں عرصۂ محشر سے نکلکر

پامال ہیں چشم و دلِ عشاق بہر گام
گھنگرو ہوئے فتنے تری ٹھوکر سے نکلکر

حسرت تھی یہ کسکی کہ وہ نشیں کی مرے دم میں
لینے جو لحد ہی میں گئی گھر سے نکلکر

١٠٨ ہفتاد و دو ملّت میں بہت جھگڑے تھے راسخ ٢١
بہتر رہے ہم سب سے بہتّر سے نکلکر

بل کی لینے لگیں زلفیں ترے رخسار و نپر
سانپ کے منہ میں کبھی ہوں کبھی انگار و نپر

مہر کر مہر مصیبت کے گرفتاروں پر
رحم کر رحم محبت کے گنہگاروں پر

شعبدہ حسن کا ہی خط ترے رخساروں پر
مورچہ ماہ میں ہی سبزہ ہی زنگاروں پر

ناز دشمن کے اٹھائینگے تمھاری خاطر
یہ بھی بیگار سہی عشق کی بیکاروں پر

لڑکھڑاتے ہیں قدم زہد کے ای پیر مغاں
توبہ خود ٹوٹ کے گرتی ہی میخواروں پر

آب شمشیر دکھا قتل نہیں گر منظور
پانی پھر جائیگا قاتل ترے بیماروں پر

سوز دل اشک سے ای دیدۂ تر ہی دونا
چھینٹے ہیں روغن بادام کے انگاروں پر

ہی کہیں رحم کہیں عفو کہیں ہے بخشش
تلا ہے جنس معاصی کو خریداروں پر

جائیگی آہ رسا بام بتاں تک کس دن
دیکھے ہیں یہ کب چڑھتی ہی دیواروں پر

لب ہر زخم سے قاتل یہ صدا آتی ہے
یا خدا خون کی دھاریں تری تلواروں پر

حیرت دید کا اعجاز ہے یہ خیال نہیں
تتلیاں گر کہیں جم کر تری رخساروں پر

فرش گل پر وہ چلی مہندی لگی تلووں میں
رگ گل پر وہ پھرا نوک ہے خاروں پر

حسرت و یاس و تمنا و الم کے صدقے
چار یاروں کی قسم میں ہوں فدا چاروں پر

ساقیا جام ہے شیخ کی جھوٹی تلچھٹ
اس تبرک کو چھڑکدے کہیں میخواروں پر

خون ملتا نہیں غیروں سے ہمارا قاتل
دو نو تحریریں الگ رہتی ہیں سوفاروں پر

سرد مہری سے ہی خورشید فلک کو رعشہ
چڑھ چکی دھوپ ترے کوچہ کی دیواروں پر

داور حشر مرا نامۂ اعمال غلط
دستخط میرے نہ جبتک ہوں ان اظہاروں پر

جان و ایمان و دل و دین کا خدا حافظ ہے
مار زلفوں کی پڑی چاروں بلا ماروں پر

چشم و ابرو کے شہیدوں کی دلادیجی نیاز
تیر کے ٹکڑے دئیے ٹوٹی ہوئی تلواروں پر

کیا یہ عاشق کا گریبان ہے کہ واعظ تجکو
فخر دستار پہ ہی ناز ہے دس تاروں پر

١٠٩	ہم سکھاتے ہیں زمانے کو زبانِ دہلی راسخ احسان ہمارے ہیں خریدار و نہیر	١٥

کہیں ہیں تیر نگاہیں تری خنجر باہر
ہیں مرے قتل کے سامان یہ اندر باہر

حرم سے جنکو وہ کرتے ہیں کہہ کر باہر
ہٹ پرے دور ہو چل دفع ہو باہر باہر

ہو گیا میانسے سفاک کا خنجر باہر
خیر ہو جامے سے ہی فتنۂ محشر باہر

عرضِ مطلب پہ مجھے گالیاں دینی کیا خوب
گھر میں بیٹھے ہوئے پھینکا کرو پتھر باہر

خواب میں جو تری چھپ جب کبھی میں جاتا ہوں
چونک پڑتے ہیں وہ کہتے ہوئے باہر باہر

بارہ سمجھے تھے تم شہر سے باہر نہ کرو
میں وہ مجنوں ہوں کہ یکساں ہے مجھے گھر باہر

بعدِ مردن بھی مجھے پر ہو بلاؤں کا نزول
ہمنشیں جیبِ کفن سے ہو مرا سر باہر

لوگ کہتے ہیں کہ ہے جمع نقیضین محال
گو وہ گھر ہے وہ باہر ہے کہ ہے گھر باہر

پردے میں بیٹھکے بھی ہو نسکا تم سے حجاب
ایکساں برقِ تجلی رہی اندر باہر

چور آنے نہیں دیتے کبھی ذکرِ مرہم
ہر لبِ زخم پہ ہے شور کہ باہر باہر

گردشِ بخت ہی گویا مری وحشت کا علاج
لوگ کہتے ہیں لگایا کرو چکر باہر

حالِ بیتابیٔ دل انکو جو لکھنے بیٹھوں
مچھلی بازو کی نکل آئے تڑپکر باہر

نکتہ گیری کے سبب نکتہ نوازی کے طفیل
خلد سے شیخ ہے دوزخ سے ہی کافر باہر

دم نہ دے گر مجھے سفاک تو اپنے دم سے
تیر باہر ہے نہ شمشیر نہ خنجر باہر

١١٠	راسخ العشق ہوں رکھتا ہی عبث دل میں غبار میں تو مر کر بھی نہیں تجھ سے ستمگر باہر	١٥

ہو صف حشر سے عشاق کا محشر باہر
بھید کی بات ہی ہو جائیگی باہر باہر

مضطرب گھر میں گھڑی بھر ہو گھڑی بھر باہر
اندر اندر ہی مجھے چین نہ باہر باہر

جان بے صبر ہو گھر میں دل مضطر باہر
برق بیتاب ہوں یکساں ہے مجھے گھر باہر

کھینچ لے جذب شہادت کر یار سے میان
کھینچ لے میان سے سفاک کا خنجر باہر

رکھے ہیں غیر کے خط پیٹ کے ہیں میرے نامے
ایک ہی گھر میں ترے ایک ہی دفتر باہر

نالے دیوانوں کے کچھ ایسے ہوا کرتے ہیں
ننگے پاؤں آپ نکل آئے کھلے سر باہر

تیرے وعدے میں کہیں بارہ مہینے برسات
بیقراری مجھے رکھنے لگی اندر باہر

کینہ دل رہے تا حشر تو پنہاں ممکن
تیرے گھر سے نہو یارب کوئی پتھر باہر

جبہ فرسا در یار رہے یوں عشاق
نقش حب دل میں ہا نقش مقدر باہر

گور دشمن کی لعنتی کہ مرے سر کے لیے
ہو چلی حکم سے تیرے تری ٹھوکر باہر

رخنہ گر رہتی ہیں ہر قطع میں نگاہیں شوخی
نور چھن چھن کے نکلتا ہی برابر باہر

نقش دشمن کی نشانی ہی وہ اٹھا جب
تیبھی چوٹ ابھر آتی ہے اکثر باہر

نہ لکھو نے ترا تیر تو دل میں بیٹھا
یہ بھی گھر میں رہی گھر سے نکلکر باہر

شاخ امید شہادت ہی مرا سر قاتل
کٹ کے ہوتا ہی گریباں سے سکر باہر

۱۱۱	دلی والوں نے نہ کی قدر ہماری راسخ باہر اب جائینگے ہم چھوڑ کے سب گھر باہر	۱۵

رہا وہ دل میں امنگ ہو کر جگر میں بیٹھا خدنگ ہو کر
بغل میں آیا تھا تنگ ہو کر گیا ہی چہرے کا رنگ ہو کر

وفورِ حسرت کا ہے تقاضا یہ دل کی وسعت سے تنگ ہو کر
کہ کوئی کب تک گھٹے خدایا۔ اسیرِ قیدِ فرنگ ہو کر

پڑی ہیں جو بن پہ کسکی نظریں کہ صاف پتھرا گئی ہیں آنکھیں
یہ پتلیاں کسکی رہ گئی ہیں تمھارے سینے پہ سنگ ہو کر

جمالِ جاناں نے رنگ بدلے تجلیوں نے یہ ڈھنگ بدلے
چھپا دلوں میں اُمنگ ہو کر کھلا حسینوں کا رنگ ہو کر

یہی جنوں ہے تو دیکھ لینا۔ رہیں گے مر کر بھی دشت پیما
نکال پھینکے گی قبر ہم کو ہماری وحشت سے تنگ ہو کر

پڑی ہے یارب یہ سخت مشکل کہاں سے لاؤں ہزار ہا دل
کہ جسکے گیسو کا حلقہ حلقہ رہے گا کامِ نہنگ ہو کر

کرے گا قاتل جو خونِ ناحق تو چھپ سکے گا نہ تجھ سے مطلق
کھلے گا چہرے پہ رنگ ہو کر جمے گا خنجر پہ زنگ ہو کر

کریں جو پژمردہ سیرِ گلشن تو پتا پتا ہو جاں کا دشمن
چلیں جو شاخیں خدنگ ہو کر تو غنچے چٹکیں تفنگ ہو کر

وہی تو ہے یہ شبابِ خود سر بنا ہے فتنہ اُبھر اُبھر کر
رہا ہے برسوں جو بندہ پرور تمھارے دل میں اُمنگ ہو کر

ملاپ کی پھر ہوئی ہیں راہیں کہ پھر ملا دل لڑیں نگاہیں
وہ روٹھ کر پھر منے ہیں مجسے ہوئی ہے پھر صلح جنگ ہو کر

وہ شمع رو ہے جو زیبِ گلشن تو صحنِ گلشن ہو رشکِ گلخن
پتنگے بلبل کے لگ گئے ہیں جلا ہے لالہ پتنگ ہو کر

کسی کا آنا بھی ہے قیامت کسی کا جانا بھی ہے مصیبت
اٹھا وہ پہلو سے درد ہو کر جو دل میں بیٹھا خدنگ ہو کر

نظر پڑی جسکی بجلیوں پر نکل گئی صاف جانِ مضطر
نکل گیا تیری بالیوں کا مگر دلوں کو نہنگ ہو کر

چھٹا جو عشقِ رخِ پری رو ہوا گرفتارِ زلف ہر مو
ملا ہے زندانِ چینِ گیسو نجاتِ قیدِ فرنگ ہو کر

۱۶ ہوا ہے نظارہ گیسوؤں کا - مقابلہ راسخ افیونکا
غزالِ چشمِ بتاں پڑا ہے ہمیشہ مجھ پر پلنگ ہو کر ۱۱۳

آنکھوں میں آئے آنسوؤں کا تار توڑ کر
وہ خود گلے کا ہار ہوئے ہار توڑ کر

کیا ملگیا ہے شیخ کو زنار توڑ کر
دستار باندہ بیٹھا ہی دس تار توڑ کر

سفاک کسقدر ہیں بلا نوش سیر زخم
کھا کھا گئے ہیں پھل تری تلوار توڑ کر

تسبیح ہو گئی مری توبہ کے چار حرف
سو بار روز کرتا ہوں سو بار توڑ کر

ہمچشم تجھے ہو تو میں جنگل میں پھینکدوں
بادامِ چشمِ آہو تاتار توڑ کر

بزمِ عدو میں مجھسے نگاہیں نہ پھیرئے
رکھ لیجئے کلیجے میں سوفار توڑ کر

لکھنا ہی وصفِ سرمہ دنبالہ دار کا
لاؤنگا شاخِ نرگسِ بیمار توڑ کر

دل تو نہ تھا کسی کا کہ مسجد میں توڑتا
پیمانے ہمنے پھینکے ہیں دو چار توڑ کر

منظور ہے جو داری سودا اگر نہ ہو
سر اپنا پھوڑلوں تری دیوار توڑکر

مٹے ستارے کھائینگے چکر زمین پر
توڑو نہ حشر موتیون کا ہار توڑکر

نالے کو حکم دوں تو قیامت بپا کرے
پھینکے طلسم گنبد دوار توڑکر

کیوں توبہ ٹوٹ ٹوٹکے زاہد سے جا ملی
پچھتا رہے ہیں سارے گنہگار توڑکر

رندو پیو پلاؤ کہ آئی ہے صبح عید
توبہ کو پھینکدو سر بازار توڑکر

ٹوٹے گا کسکی جان پہ آرے زبانکا صبر
زاہد سنبھل سنبھل دل میخوار توڑکر

آ بتکدے میں زاہد مغرور ایک دن
زنار کبر اور بت پندار توڑکر

چھلنی بنادیا مرے نالوں نے چرخ کو
لائے ہیں تارے عرش کے ہر بار توڑکر

پھوٹیں کسیطرح تو مرے دلکے آبلے
رکھہ لونگا اسمیں نشتر ہر خار توڑکر

ملجاؤ سینہ تانکے میرے گلے سے آج
پتھر سے پھینکدو دل اغیار توڑکر

١١٣ راسخ کی نعش تک ترے کوچے سے اٹھ چکی
بیٹھا ہے پانو طالب دیدار توڑکر ١١

وہ چلے جان دلبری ہوکر
ہوش اڑنے لگے پری ہوکر

چین بستر ہی شب وعدہ
شکل سد سکندری ہوکر

جذب رکھتے ہیں خار کام و زباں
سے اوڑھی جاتی ہے پری ہوکر

کوہکن جان کنی تھا جوہر عشق
یہ غضب بھول جو ہری ہوکر

دل پھپھولونے جل کے بیٹھ گیا
ٹہنی ٹوٹی ہری بھری ہوکر

ہو درخشاں نصیب ہے موسے
شعلہ نور پیمبری ہوکر

مجھے بگڑے وہ سُنکے شکرِ حنا	بڑھ گئی بات سرسری ہوکر
چوڑیاں سبز تیرے ہاتوں میں	شاخ طوبا رہی ہری ہوکر
اُنہیں دشمن میں ساتھ سونے پر	رہ گئی جنگ زرگری ہوکر
نوجوانی تمھاری آئی ہے	حشر بن کر ستمگری ہوکر

۱۱۴	عیب جویوں سے چھٹ گیا راسخ ناسزائے سخنوری ہوکر	۱۱

تمھارے ہجر میں ہم لوٹتے ہیں خنجر پر
برنگِ تیغِ دو دم ہر شکن ہے بستر پر
بتوں کے عشق میں پتھر پڑے مقدر پر
پٹک رہا ہوں جبینِ نیاز پتھر پر
بلا پڑی ہے فلک پر بنی ہے محشر پر
وہ تیری چال یہ عاشق یہ تیری ٹھوکر پر
دکھا کے جھالے رُلا دو تم آٹھ آٹھ آنسو
گرا دو کان کی بجلی کو جانِ مضطر پر
گرا ہیں نقشِ قدم پر لگائے زخم اونسے
وہ سر جو آنکھوں پہ تھا آنکھیں ہیں اب اُس سر پہ
چلینگے ناز سے جب وہ چلائیں گے مُردے
بسا ہی عالمِ ارواح اُن کی ٹھوکر پر

یہ ضعف تھا مجھے اے جنگجو کہ خون مرا
نہ تیرے سر پہ چڑھا ہے نہ تیرے خنجر پہ
پلنگ پر ہے گمانِ پلنگ ہجر کی رات
یقین ہے دمِ نشتر کا تارِ بستر پہ
تمھاری حشر خرامی پہ لائے ہیں ایمان
وہ منکرین کہ جو طعنہ زن تھے محشر پر
الٰہی میرے گناہوں کی قدر حشر میں ہو
رہے یہ بوجھ فرشتوں کے دوش پر سر پر

١١٥ جمالِ یار کا نظارہ کیونکہ ہو راسخ ١٤
کہ ہے نقابِ تجلی رخِ منوّر پر

جگر پھولتا ہی پھپھولوں سے پھل کر — ملے دلکو دردانے چیچک نکل کر
گلے پڑ مرے رہ گئی تیغ چل کر — بنی نافِ قاتل مری موت ٹل کر
دکھا دے وہ خوش قد جو دو گام چل کر — زمیں پر گرے سایہ سانچے میں ڈھل کر
وہ ہوں تفتہ دل خاک ہو جائے جل کر — لگے دونی دوزخ میں مجھکو نگل کر
سناؤں تمھیں دل کی گر ڈرتے ڈرتے — تو چھپتا پھرے حرفِ مطلب نکل کر
ادھر تیر چٹکی سے چھوڑا کسی نے — ادھر لب پہ آیا کلیجا اچھل کر
بلا کے ہیں بدلے ہوئے تیرے تیور — یہ بجلی ہے گرنے کو کروٹ بدل کر
قدم تک نہیں تارِ زلفِ مسلسل — ترے رخ سے گرتی ہیں نظریں پھسل کر

بغل میں مری چور ہے شیشۂ دل — قدم میری تربت پہ ظالم سنبھل کر

ہوا ہے دلِ چاک چاک آج شانہ — خبردار اے زلف اتنا نہ بل کر

اُڑائی ہے وہ خاک وحشت میں یارب — گرے سر پہ آئیں زمینیں اُچھل کر

گرے اشکِ خونیں کا دھبا رہے گا — نچھوڑینگے دامن پہ بچے مچل کر

وہ ہوں قابلِ رحم سرکش جو دیکھے — بہے صورتِ بادہ شیشہ پگھل کر

محاورہ — مرے سر پہ رہتی ہے تیغِ اجل بھی — دبندا کر — بہل کر کہیں تیغِ قاتل بہل کر

فلک جھک گیا میرے نالوں کے آگے — الٰہی بنے یہ عمارت اُچھل کر

زمیں پر نہ گرنے دو آنسو ہمارے — یہ لڑکے نہ بہلیں گے ہرگز مچل کر

۱۱۶	حسینوں سے راسخ ملا لو ٹکر دل بغل میں مری لاکھ نازو نسی پل کر	۱۷

رہا عشق میں قلبِ مضطر نکل کر — ہاہوسی — تڑپ کر پھڑک کر مچل کر اُچھل کر

قیامت سے کہتے ہیں وہ چال چل کر — کہاں جائے گی ہم سے بچکر نکل کر

جوڑا — رہے گا جنوں جسم پر خاک مل کر — سوئے دشت جاؤنگا کپڑے بدل کر

بے معنی — کبوتر کو بھیجا ہے صورت بدل کر — لگائے ہیں پر روغنِ قاز مل کر

نہیں ہم وہ بسمل کہ ہو جائیں ٹھنڈے — وہ تھکتے ہیں لاشے پہ کافور مل کر

کسے جاؤ تم بندِ محرم مری جاں — کہاں جائیگا دیکھیں جو بن نکل کر

ملی خاک میں آبروئے محبت — ڈبویا مجھے آنسوؤں نے نکل کر

سنبھالا لینا — مریضِ محبت وہ لاغر ہے جس کو — سنبھالا سنبھالے گا ڈر کر سنبھل کر

یہ کہتی ہے مجھسے مری شرمِ عصیاں
گرہ کھولنے دیں وہ بندِ قبا کی
پسِ امتحاں چاہ تمسے کروں گا
اُچک لینگی اس بُت کی ترچھی نگاہیں
مرے سینے میں چھوڑ جاتے ہیں پیکاں
تسلی کی دودِ فغاں لے رہا ہے
تری بزم میں ایک خوش ایک غمگیں
نہ تھے رشک جنہیں کم تھی کسی کی

غلط — نہ جاونگا ملکِ عدم سے نکل کر
نقرہ ہے — الٰہی کہیں میری مشکل کو حل کر
سیو ورمی — گرونگا کنوئیں میں سمجھ کر سنبھل کر
بھنور سے اگر جائیگا بل نکل کر
وہ دل پھیر دیتے ہیں صورت بدل کر
وہی بل رہا میری ہستی میں جل کر
کوئی عطر مل کر کوئی ہاتھ مل کر
مٹا دیں لکیریں وہ ہاتھوں کو مل کر

١١٧	رہیں تیر قاتل مرے دلمیں راسخ الٰہی نہ جائیں یہ پریاں نکل کر	١٥

دیے بیٹھے ہیں جاں قاتل کی رسمِ زود کشتن پر
ہماری آنکھ سے آنسو نہ نکلا مرگِ دشمن پر
وفا کے ہیں یہ معنی خوں نہ ہو قاتل کی گردن پر
گرے پڑتے ہیں ہم شمشیرِ نقشِ نعلِ توسن پر
مری بے برگیاں ناکامیِ دشمن پہ روتی ہیں
مری عریانیاں سر پیٹتی ہیں یاسِ رہزن پر
وہ بلبل ہوں کہ گلشن میں لگائی آگ نالوں سے
گرائیں آپ میں نے بجلیاں شاخِ نشیمن پر

گداز جوہر تاثیر حسن و عشق یکساں ہے
مری وحشت پہ غش ہے آئینہ یا تیرے جوبن پر

نہیں غماز تنہا کثرت خمیازہ آرائی
شب وصل عدو چھائی ہوئی ہے چشم پُرفن پر

یہ خود رفتہ وہ رم خوردہ نہ یہ ٹھیرے نہ وہ ٹھیرے
نہ طاقت اونکے رکھنے کی نہ قابو دلکی دھڑکن پر

وہ تر دامن ہوں واعظ پاکدامن جسکو کہتے ہیں
نمازیں پڑھتے رہتے ہیں فرشتے میرے دامن پر

دم شمشیر قاتل پہ ہماری جان جائے گی
چلے گی کشتی امید اک دن آب آہن پر

بڑھی مشق ستم سے یہ صفائی میرے قاتل کی
نہ زنگ آتا ہے خنجر پر نہ میل آتا ہے چتون پر

وہ بلبل ہوں جو رویا میں فراق شاہد گل میں
گرا ہر اشک پرخوں برق بن بنکر نشیمن پر

الٰہی محتسب کے ہاتھ پڑ جائے یہ ای ساقی
ہماری حسرتوں کا خون ہے شیشہ کی گردن پر

وہ فتنہ بنتے جاتے ہیں جوانی چڑھتی آتی ہے
لڑکپن ہے ابھی جوبن پہ جوبن ہے لڑکپن پر

نہ جاگا بختِ خفتہ اے جنوں ہر دم کے نالوں سے
ہنسی آتی ہے مجکو اپنی زنجیروں کے شیون پر

گئے ہم چار پھولوں سے تمہاری یاد کے قربان ۱۵
۱۱۸ چڑھا جاوے کسی دن تیوری راسخ کے مدفن پر

بل تری ابروؤں میں پڑ گئے ہیں گیسو ہو کر
بن گئے سانپ مری جان یہ بچھو ہو کر

سرمہ رہتا ہی تری آنکھوں میں جادو ہو کر
شوخیاں صیدِ نگہ ہو گئیں آہو ہو کر

اللہ اللہ ترا عکسِ بیاضِ گردن
آب آئینہ محل آیا ہے اچھو ہو کر

بل کی کسطرح نہ لے دودِ فغانِ شبِ ہجر
دل سے نکلا ہی خیالِ خمِ گیسو ہو کر

یا الٰہی نمکِ حسنِ ملیحِ خوبان
چشم ہر زخم میں بھرتا رہے آنسو ہو کر

ای صبا مژدہ بہار آئی کہ اونچا ہر تیر
دلِ پر خوں میں ہا سروِ لبِ جو ہو کر

شوخیاں ہیں ترے اندازِ تکلم میں بہت
تم کہیں منہ سے نکلنے نہ لگے تو ہو کر

کام ہفتاد و دو ملت سے ہی توحید کو کیا
ایک اللہ کے ہم ہو گئے یکسو ہو کر

ناتواں ہوں سحرِ وصل اجازت ہو مجھے
میں ترے کان کے پھولوں میں ہوں بو ہو کر

تیرے انصاف کے قربان جگر بھی دل بھی
رہ گیا دو تو نہیں اک تیر ترازو ہو کر

آدمیت میں قدم رکھتا ہی جبین اُٹھا
اپنے سایے سے جھجکتے ہیں پری رو ہو کر

سجدہ آبادِ دو عالم ہے یہ اللہ ری کشش
بن گیا کعبہ جواب خمِ ابرو ہو کر

نیچی نظروں نے دکھایا ہی اُنھیں اُنکا جمال
عکسِ رخسار نے آئینۂ زانو ہو کر

اللہ اللہ شبِ ہجر یہ تیرا اندھیر
شمع رہجاتی ہے شاخِ گلِ شبو ہو کر

۱۱۹	فیض ہے شوخ نگاہی سے بتوں کی راسخ بسگئی ہے دل مضطر میں خوشبو ہوکر	۱۵

ٹکڑے پیکاں کے نکل آئے جو آنسو ہوکر
اڑ گئے سوز تپ ہجر سے جگنو ہوکر

تو سمایا ہے مرے دل میں مگر ہو ہوکر
جلوہ ہو کی تمنا ہے مجھے تو ہوکر

خنجر عشق کا گر خضر کو پانی ملجائے
آب حیواں نکل آئے ابھی اچھو ہوکر

اسقدر شرم معاصی سے ہوں پانی پانی
آنکھونکی راہ سے بہ جاؤنگا آنسو ہوکر

میں تو ہوں اپنی پریشاں نظری کے صدقے
اونکے چہرے پہ بکھر جاتی ہے گیسو ہوکر

بام پر چڑھکے ذرا آنکھ کا پردہ تو رہے
غیر کے گھر نہ پہنچ جائے یہ آہو ہوکر

ہے کبھی دست حنائی ہے کبھی زلفیں دل
رنگ ہوکر کبھی رہتا ہے کبھی بو ہوکر

ساقیا ہوں وہ بلانوش کہ توبہ توبہ
خم کے خم اوکھ میں بہجاتے ہیں چلو ہوکر

میری آنکھونمیں ہیں آپ مردمیں ہیں
ششیں محفلوئیں ہیں کھنچے پر پردہ ہوکر

موشگافی سے ترے شانہ کی دل کب نکلا
رہ گیا زلفمیں تیری گرہ مو ہوکر

چھریاں پڑکے تن زار ہوا اور وبال
لو یہ پوشاک نکمی ہوئی اتو ہوکر

بل کی لیتا ہے بہت جذب دل خانہ خراب
ہمتو جب جانیں انھیں کھینچ لے ابرو ہوکر

تیری ابرو نے چھری پھیری ہے گردن پہ مری
کردیا ذبح مسلمان کو ہندو ہوکر

رنگ لائیگی دم نزع بھی طبع موزوں
لفظ بولینگے گلے میں سے گھنگرو ہوکر

۱۲۰	راسخ الوعدہ نہیں ہو مجھے تم قول نہ دو مہندی ہاتونکی نہ اڑنے لگے جگنو ہوکر	۱۵

ہے بھروسا سحر وصل تمھارا کس پر
تم مجھے چھوڑ کے جاؤگے خدا را کس پر

داور حشر نے سونپا ہے تجھی کو انصاف
دعوے خون کروں اے ستم آرا کس پر

دم نہیں جان نہیں حال نہیں تاب نہیں
درد پہلو سے اُٹھے لے کے سہارا کس پر

اشک خوں پوچھنے دو گوشۂ داماں سے مجھے
یا بتا دو کہ کھُلے سُرخ کنارا کس پر

۱۲۱ تربت حضرت راسخ پہ چڑھائے تیور
تمنے غصہ بھی اوتارا تو اوتارا کس پر

ساقیا بادۂ تسنیم نشانے بمن آر — مرہم زخم جگر دار وجانے بمن آر
تپش دل بسرت گردم و در خوں غلطم — شعلہ خوے ستمے برق عنانے بمن آر
تا زکے شاہد رعنا کہ نگنجد در دل — ضبط پنہاں مادے سر نہانے بمن آر
معنی شاہد لا حلیوہ نما کن اے شوق — من نگویم بت معدوم میانے بمن آر
ہاں نسیم سحری سوئے چمن گلگشتی — گلرخے سرو قدے غنچہ دہانے بمن آر
رحم بر حال منے جذب دل من کشتے — خوبکے سرکشے آشوب زمانے بمن آر

آفریں باد بریں پیری و رندی راسخ
لو حش اللہ بتے تازہ جوانے بمن آر

دستِ وحشت سے بچے جو پیرہن کے توڑ جوڑ
بعدِ مردن بن گئے میرے کفن کے توڑ جوڑ

توڑ کر قسمیں ستمگر نے عدو سے جوڑ لی
کچھ نرالے ہیں بُتِ پیماں شکن کے توڑ جوڑ

شیشۂ دل ٹوٹ جاتا ہے تو پھر جُڑتا نہیں
کس قدر بے جوڑ ہیں چرخِ کہن کے توڑ جوڑ

اُس تپِ اعضا شکن نے جسکو کہتے ہیں فراق
توڑ ڈالے ہیں ہمارے تن بدن کے توڑ جوڑ

ذبح کیوں کرتا نہیں صیاد یہ کیا قہر ہے
توڑتا ہے جیتے جی مرغِ چمن کے توڑ جوڑ

سادگی پر دل میں آ بیٹھے ہو سیدھے تیر سے
کج ادا کس درجہ ہونگے بانکپن کے توڑ جوڑ

جوڑ دیتا ہے جگر کو دل سے سینہ توڑ کر
قہر ہیں تیرِ نگاہِ سحر فن کے توڑ جوڑ

تربتِ مجنوں پہ یہ سہرے چڑھانے ہیں مجھے
آستیں کی دھجیاں ہیں پیرہن کے توڑ جوڑ

غیر سے توڑوں بھلا میں کیونکر کہ یہہ تو یہ نہیں
میری قسمت سے بگڑ جاتے ہیں بن کی توڑ جوڑ

دردِ الفت او ٹھکے خود اُٹھنے نہیں دیتا مجھے
ہو گئے ہیں بیٹھے بیٹھے لاکھہ من کے توڑ جوڑ

۱۲۴ کچھہ انوکھے ہیں مضامیں کچھہ نرالی بندشیں
مجھسے راسخ پوچھہ لو میرے سخن کے توڑ جوڑ ۱۱

صبحِ وصال کہتے ہیں وہ تا شب اب تو چھوڑ
بد ذات اب تو جانے دے بد ذات اب تو چھوڑ

تجھسے زیادہ نکلے ہیں ناموس کے پانو
چھپ چھپ کے دشمنوں سے ملاقات اب تو چھوڑ

قاتل یہ کہہ رہا ہے لبِ زخم واہ وا
میں صدقے تیرے ہاتونکی اک ہات اب تو چھوڑ

کرتا ہی جان نثار و لسنی ہمسرِ رقیب کو
ای بد مزاج دیکھہ مساوات اب تو چھوڑ

زاہد لگی ہے صبح کو اک مبتلا کی آنکھہ
ہو حق یہ ترک کر یہ مناجات اب تو چھوڑ

ہے فصلِ گل جنوں مجھے زنداں سے لے نکل
زنجیرِ پا قدم سے مرے ہیہات اب تو چھوڑ

گذری ہے آدھی رات فقط بات چیت میں
پیرے دیئے تلافیِ مافات اب تو چھوڑ

واعظ سدا بہار ہے تر دامنی کا رنگ
یہ کیا کہا گذر گئی برسات اب تو چھوڑ

کہنا وہ آدھی رات کسیکا چھپا کے ہاتھ
لے دیکھہ صبح آئی گئی رات اب تو چھوڑ

زاہد خیالِ حور ہے ملکر خدا سے بھی
ناحق شناس فکرِ مکافات اب تو چھوڑ

راسخ بجا نہیں ہے یہ پیری و مے کشی
خانہ خراب طوفِ خرابات اب تو چھوڑ

۱۲۴	ردیف زائے منقوطہ	۷

دلستان حسن با ہیں ترے سارے انداز
شوخیاں فتنہ گری ناز اشارے انداز

شوخیاں دل میں ہی ہیں ہو ہی ضد ہی ساری
ملتے جلتے ہیں مری جان ترے سارے انداز

جان قربان کروں کس پہ کسے پیار کروں
پیاری پیاری تری ہر بات کے پیارے انداز

کھنچ کے ملتی ہے گلے سے جو کبھی آتی ہے
گئے تلوار نے سیکھے ہیں تمہارے انداز

ناز کم کیجیے کہ ہے ظلمت گیسو کافور
ہوگئی صبح مری جان ستارے انداز

تیرے ہر گام پہ پریوں نے بچھائیں آنکھیں
اے پری حوروں نے صدقے میں اتارے انداز

۱۲۵	نہ گیا نقش قدم چشم فسوں گر راسخ چال چل کر نہ کہیں جان سے مارے انداز	۷

جی میں ہے گیسوؤں میں دل نہ پھنسائیں ہرگز
سانپ کے منہ میں یہ من دینے نہ جائیں ہرگز

وعدۂ قتل عبث ہاتھ سے جھوٹا جن کا
جھوٹی قسمیں وہ مرے سر کی نہ کھائیں ہرگز

دل کو یہ رشک نیا ہے کہ ترے گیسو کی
لینے دیتا نہیں ہاتوں کو بلائیں ہرگز

بدلے گن گن کے لیا کرتے ہیں اہل انصاف
کم نہ ہوں میری جفاؤں سے وفائیں ہرگز

اے اثر توڑ کے نکلیں فلکِ ہفتم کو
دائیں بائیں مری آہیں نہ سمائیں ہرگز

کہہ دو تاثیر سے جی جاؤنگا مرکر شبِ ہجر
مجھکو کوسا نہ کریں میری دعائیں ہرگز

۱۲۶ جسکی حد ہو اوسے رحمت نہیں کہتے راسخ
جو گنی جائیں نہیں ہیں وہ خطائیں ہرگز ۱۱

دے کے دل یہاں ہی پشیمانی ہنوز
لیکے دل وہاں چینِ پیشانی ہنوز

مار ڈالا ہے خیالِ زلف نے
ہے وہی لیکن پشیمانی ہنوز

ٹھوکریں کھاتی ہے ہردم میری نعش
تیرے کوچے میں ہے مہمانی ہنوز

مرگئے بھی ہیں ترے بسمل تشنہ کام
مانگتے ہیں تیغ کا پانی ہنوز

دیکھ کر وہ رکھ چکے ہیں آئینہ
ہیں نگاہیں وقفِ حیرانی ہنوز

ہوگئے دریا ہزاروں خارزار
آبلوں میں ہی مرے پانی ہنوز

پی کے مے چھینٹے دیئے احرام پر
منتظر ہے پاکدامانی ہنوز

بعدِ کشتن کہتے ہیں وہ نعش پر
ہم نے یہ صورت نہ پہچانی ہنوز

ایک بوسے پر بکا جاتا ہے دل
تو غنیمت ہے یہ ارزانی ہنوز

تم نہ لو تو دل کے خواہاں ہیں بہت
کر رہا ہوں میں نگہبانی ہنوز

تو جوانی ہو چکی راسخ مگر
ہے وہی شوقِ غزلخوانی ہنوز

۱۵	ردیف زائے فارسی	۱۲۷

زعمِ جوانی بالکل ژاژ — ہستیِ فانی بالکل ژاژ
سبزۂ خط کی رخ پہ ترے — ریشہ دوانی بالکل ژاژ
غیر کی باتیں ساری سچ — میری کہانی بالکل ژاژ
گالی کیونکر نکلی حیف — تنگ دہانی بالکل ژاژ
دیکھ کے زندہ مجھکو کہا — دردِ نہانی بالکل ژاژ
میں ہوں مسلماں تیری طرح — آنا کانی بالکل ژاژ
غیر سے بگڑے بیٹھے ہو — بات بنانی بالکل ژاژ
ذکرِ حسیناں تیرے حضور — یوسفِ ثانی بالکل ژاژ
جوشِ جنوں میں نکلیگا — چھالے کا پانی بالکل ژاژ
برق نہ پھونکا آہوں نے — شعلہ فشانی بالکل ژاژ
میری کہانی یار سنے — میری زبانی بالکل ژاژ
کون سنے گا ماتمِ دل — مرثیہ خوانی بالکل ژاژ
تیغ سے عرضِ لبِ زخم — پانی پانی بالکل ژاژ
زلف کے آگے سنبل کی — رام کہانی بالکل ژاژ

مصرعِ راسخ مصرعِ آہ
لفظ و معانی بالکل ژاژ

۱۲۸	ردیف سینِ مہملہ	۱۹

بیٹھے ہیں وہ بھی کھنچے ہوئے مجھ خستہ تن کے پاس
رہتے بھی ہیں تو رہتے ہیں شمشیر زن کے پاس

مشتاقِ قتل بیٹھے ہیں اُس تیغ زن کے پاس
رکھا ہوا ہے سامنے خنجر کفن کے پاس

اُس بت کے ساتھ یوں مری تصویر کھینچ دو
سینے کے پاس سینہ دہن ہو دہن کے پاس

تم روبروئے شمع دکھا دو جو فندقیں
تا صبح پھر نہ جائیں پتنگے لگن کے پاس

ہم کو دعا دو باندھ دیا ہے گرہ میں دل
رکھا ہی کیا تھا زلفِ شکن در شکن کے پاس

لپٹی رہی گلے سے تری تیغ ہجر میں
قسمت سے عمر کٹ گئی بانکی دلھن کے پاس

دل میں ہزار تیر جگر میں ہزار زخم
کانٹے کھڑے ہوئے ہیں ہمارے چمن کے پاس

خنجر میں تیرے دم ہے تو تازہ ہو رسمِ قتل
دشمن کی گور ہو مری قبرِ کہن کے پاس

بوسے وہ خاک دے گا کہ دینے کے نام سے
مٹھی میں قول تک نہیں پیماں شکن کے پاس

دنبالوں نے جو شاخیں نکالی ہیں شوخ چشم
نرگس کے پاس ہیں نہ وہ شاخیں ہرن کے پاس

شیریں کی یاد ہجر میں ہے عذرِ خودکشی
میٹھی چھُری تھی تیشہ نہ تھا کوہکن کے پاس

ننگِ حیات پردہ نشینوں کا عشق تھا
جائے گی میری نعش تڑپ کر کفن کے پاس

حسرت سے کہہ رہا ہے لبِ گورِ کشتگاں
مر مر کے پہنچے ہیں یہ مسافر وطن کے پاس

یارب ہمارے نالے مبارک رقیب کو
یہ تیر بھی رہیں کسی ناوک فگن کے پاس

کانٹوں میں جا رہے گا جو نکلا کنویں سے دل
خطِ سیاہ ہی ترے چاہِ ذقن کے پاس

ترچھی نگہ سے دیکھ لے قد تان تان کر
سیدھا سا ہے یہ تیر ترے بانکپن کے پاس

کیا دن تھے وہ کہ ہوتے تھے ہر روز رتجگے
سویا ہوں مدتوں بتِ نازک بدن کے پاس

دل کے پھپھولے پھوٹے تو اُبھرے جگر کے زخم
جنت لگی رہی مرے بیت الحزن کے پاس

۱۲۷ پھرتی رہیں گی دلّی کی گلیاں نگاہ میں
۱۲۹ راسخ بہشت میں بھی رہونگا وطن کے پاس

نزع میں بھی طعنِ عشقِ حور و جنت بس جی بس
لیجیے تسلیم ہم ہوتے ہیں رخصت بس جی بس
ختم کیجے ناصحِ مشفق نصیحت بس جی بس
ہم سے ترکِ عشق بس خاموش حضرت بس جی بس
وصل میں ہے کس لئے ہم سے شکایت بس جی بس
کیا غرض ہم کیوں سُنیں دشمن کی غیبت بس جی بس
سچ ہے واعظ کیا بچے اُس فتنہ قد کے سامنے
نیتوں کی دیکھی بھالی ہے قیامت بس جی بس
اُف رے شوخی دور ہی سے دیکھ کر وہ کہہ گئے
ہے غنیمت دور کی صاحب سلامت بس جی بس
منہ سنبھالو گالیاں تو بزمِ دشمن میں نہ دو
ہو چکی بس ہو چکی مجھ پر عنایت بس جی بس
یاد ہے کہنا کسی کا مسکرا کر صبحِ وصل
وہ گئے ہم جلد لیے جاتے ہیں رخصت بس جی بس

دشمنی بھی دشمنی کی طرح ہو سکتی نہیں
رہنے دیجے دیکھ لی ساری محبت بس جی بس

طاقِ نسیاں کا ہمارے وہ بھی گلدستہ سہی
شیخ کوئے یار ہیں ہو یا درِ جنت بس جی بس

خُم کے خُم پیکر نہ بہکیں یہہ ہمارا ظرف ہے
کُھل گئی دو جام میں واعظ حقیقت بس جی بس

کوئے دشمن سے تم آئے ہو پسینا پونچھ لو
منفعل ہوں مجکو ہوتی ہے ندامت بس جی بس

کچھ نرالے نکتہ رس سوجھے انوکھے نکتہ فہم
خال کے بوسے پہ یہ جھگڑے یہ حجت بس جی بس

پھبتیاں ہم مشربوں پر شیخ صاحب واہ وا
مُنہ نہ کھلوائیں مرا حضرت سلامت بس جی بس

یہ وہی تو ہاتھ ہیں جنسے اُٹھائی نعشِ غیر
پھر ہمارے قتل پر عذرِ نزاکت بس جی بس

کیا پڑی ہے کیوں پھریں تیر عدو کے واسطے
کیا غرض ہے کیوں کریں تمسے محبت بس جی بس

اے مسیحا ہو چکی مجکو شفا اچھا ہوا
بندہ پرور بندگی تسلیم حضرت بس جی بس

۱۳ جاں مٹی کے کھلونوں پر بھی کرتے ہیں نثار
۱۳۱ رہنے دیجے حضرتِ راسخ کی نیت بس جی بس

تیری زلفیں ہیں بلا گیسو علیٰ ہٰذا القیاس
سیف ہیں آنکھیں تری ابرو علیٰ ہٰذا القیاس

کیا مصیبت ہے وہ فرماتے ہیں سنکر حالِ دل
کہہ رہا تھا دشمنِ بدخو علیٰ ہٰذا القیاس

ملتے رہتے ہیں مجھے سرکار سے کیا کیا خطاب
بیوفا ۔ کمبخت بدظن ۔ تو علیٰ ہٰذا القیاس

عشقِ دشمن نے کیا ہے جسطرح مضطر تمھیں
ہے دلِ عشاق بے قابو علیٰ ہٰذا القیاس

ناپ کر تارِ گریباں سے قیامت دیکھ لی
تھا کسی کا قامتِ دلجو علیٰ ہٰذا القیاس

بلبلِ جانسوز ہوں میں جا تنکوں کو مرے
برق پھونکے جس طرح جگنو علیٰ ہٰذا القیاس

سبحہ و زنار میں ہے رشتۂ نازک ضرور
گو مسلماں غیر ہیں ہندو علیٰ ہٰذا القیاس

درد بن کر تم اٹھے تھے جسطرح صبحِ وصال
کر گیا ہے دل تہی پہلو علیٰ ہٰذا القیاس

مصرعِ زلفِ پریشاں جس طرح ہے لاجواب
ہے تمھارا مطلع ابرو علےٰ ہذا القیاس

جسطرح رک رک کے قاتل تونے کاٹا ہے گلا
ہو گیا ہے آب تیغ اچھو علےٰ ہذا القیاس

تیری بیحسی سے نرگس جسطرح ہے چشم کور
دیدۂ رم دیدۂ آہو علےٰ ہذا القیاس

دیکھتے ہو کس لئے تم انگلیوں پر فندقیں
میری ہر مژگاں پہ ہے آنسو علےٰ ہذا القیاس

بعد کشتن نقشِ راسخ کی عبث تشہیر کی ۱۱
ہو گیا بدنام قاتل تو علےٰ ہذا القیاس

۱۳۴

نامہ بھیجتے یار کا گھر آس پاس
لکھوں جہاں دس بیس مضطر آس پاس

تیرے کوچہ کا سا ہنگامہ نہ ہو
جمع ہوں گر چند محشر آس پاس

بسملِ امید نہ آئے خواب میں
سوتے ہیں وہ رکھکے خنجر آس پاس

کچھ ترے دیوانے کے دامن میں ہیں
کچھ پڑے رہتے ہیں پتھر آس پاس

آس ہو پاسِ وفا کی تجھسے کیا
ہم نہیں رکھتے ستمگر آس پاس

ساقیا دو چار ساغر کیا کروں
چاہئیں دس بیس کوثر آس پاس

تیرے کوچہ میں رہا تو کیا کہ ہے
طالعِ خفتہ کا بستر آس پاس

دلمیں دو سینہ میں دو پہلو میں رہ
تیر قاتل ہیں کئی گھر آس پاس

خانہ دل میں نہ ہو وہ اے ندیم	ہے یہی اُجڑا ہوا گھر آس پاس
اونکے جوبن کا تصور اور دل	بیچ میں شیشہ ہے پتھر آس پاس

۱۳۳	مجکو وہ رکھتے ہیں راسخ دور دور اور عدو رہتے ہیں اکثر آس پاس	۱۳

مجھسے جاں باختہ کو مار ہی ڈالا افسوس	تمکو ملنے کا نہیں چاہنے والا افسوس
ہو گیا ایک نگہ میں دل شیدا اونکا	ہمنے کیوں ناز سے کمبخت کو پالا افسوس
ناتوانی نے گھڑی بھر بھی سنبھلنے نہ دیا	نہ لیا تیرے مریضوں نے سنبھالا افسوس
کسکو منظور تھی اے عشق ذقن رسوائی	چاہ نے تیری مرا نام اُچھالا افسوس
ہو گئے بدنام مری آنکھوں سے اوجھل ہو کر	تمنے ان محلوں سے پھر پانو نکالا افسوس
رہے تلوں ہی خار الم اسکو جگر میں دلمیں	پھوٹ پڑتا ہی مگر پانو کا چھالا افسوس
آسماں دور نہتھا دل سے نکلکر اے آہ	کچھ تو کرنا تھا تجھے اور کسالا افسوس
داغ دل دیکے وہ بولے سر بالین مزار	ان دیئے کا نہو مرقد میں اوجالا افسوس
تیرہ بختی ہو وہی اور شب ہجر وہی	موت نے ٹلکے بلاؤں کو نہ ٹالا افسوس
دل یہ کہتا ہی ترے تیر کا پیکاں کھاکر	چند فاقوں میں ملا ایک نوالا افسوس
چٹکیاں سیکڑوں لیں سینے میں ای عشق مژہ	کوئی کانٹا مرے دلسے نہ نکالا افسوس
کھینچتا ہوں جنھیں وہ اور کھنچے جاتے ہیں	بے اثر جذب ہے بیکار ہے نالا افسوس

گردش بخت نے دلی میں نہ رکھا راسخ
ہمکو جنت سے ملا دیس نکالا افسوس

بیاں ہو گر فلکِ بد شعار کی گردش
دُہائی دے کرمِ کردگار کی گردش

وہ ترچھی نظریں وہ چشمِ نگار کی گردش
نظر میں پھرتی ہے لیل و نہار کی گردش

عروج پایا ہے چرخِ بلند ہونے کا
تعلّیوں یہ ہے میرے غبار کی گردش

بنا کے چھوڑے گی سینے کو عرصۂ محشر
تڑپ جگر کی دلِ بیقرار کی گردش

بڑا مزا ہو جو میزان میں برابر ہو
ثوابِ طوفِ حرم کوئے یار کی گردش

رہوں جو پاس پئے خدمتِ بلا گردی
بڑے مزے کی سکونت ہو پیار کی گردش

تری تو باتیں بھی سفّاک ذبح کرتی ہیں
کہ چلتے فقروں میں ہے ذوالفقار کی گردش

کشاکشِ حرم و دیر ہے یہ بے معنی
جگہ جگہ کا سکوں بار بار کی گردش

سیاہ کار بھی ہیں ہم سیاہ بخت بھی ہیں
قلم کے ساتھ رہی روزگار کی گردش

جنوں کی دشت نوردی سے چرخ ہے پامال
ہمارے پانوں میں ہے تین چار کی گردش

۱۳۵ لئے پھرے گی زمیں راسخ آسماں کی طرح
قرار مجکو نہ دے گی مزار کی گردش ۱۱

ہوں سراپا جستجو خانہ بدوش
پھر رہا ہوں چارسو خانہ بدوش

یوں تسلی دی سوال وصل پر
ہم مسافر ہیں نہ تو خانہ بدوش

تیغ اس بت نے سنبھالی دوش پر
ہے ہماری آرزو خانہ بدوش

دیکھیو شوق اسیری ہمنشین
ہو گیا طوق گلو خانہ بدوش

ڈھونڈتا ہوں جسکو میں وہ دل میں ہے
اور میری جستجو خانہ بدوش

سینہ سے نکلا ترے پیکانکے ساتھ
تھا دل پر آرزو خانہ بدوش

سچ بتا شیریں کدھر کو ہو گیا
کوہکن کا تھا لہو خانہ بدوش

کس پریشانکو ستا کر ہو گئی
تیری زلف مشکبو خانہ بدوش

ہوں وہ مے کش حضرت پیر مغاں
ساتھ ہے میری سبو خانہ بدوش

ہے فرشتہ بھی معاصی کی طرح
ہو گئے ہیں دو عدو خانہ بدوش

شہر میں ملتا نہیں راسخ مکان
ہم رہینگے کو بکو خانہ بدوش

١٣٦	ردیف صاد مہملہ	15

ہے فلک کو تری بیداد کی حرص — یعنی شاگرد کو اُستاد کی حرص
داورِ حشر سے مانگا ہے تمھیں — اللہ اللہ دلِ ناشاد کی حرص
پردہ در ہیں مرے اطفالِ سرشک — ہے بُری ناخلف اولاد کی حرص
عشقِ قامت نے اگر چھوڑ دیا — تو کریں گے کسی آزاد کی حرص
اپنے دل سے مجھے آہوں کی طمع — اپنے لب سے مجھے فریاد کی حرص
بھول تک یاد نہیں ہے جسکو — سہو کرتا ہے تری یاد کی حرص
اونکی نظروں سے گرا دل سے گرا — کس سے ہوگی مری اُفتاد کی حرص
روز انداز نئے جور نئے — بارک اللہ تری ایجاد کی حرص
جانکنی مجکو مبارک ہمدم — کیوں کروں ہجر میں فرہاد کی حرص
تیری زلفیں کسی عاشق کی امید — تیرے گیسو کسی برباد کی حرص
کیوں تجھے آرزوئے بزمِ عدو — کیوں تجھے گلشنِ شداد کی حرص
طائرِ رنگِ حنا تک ہے اسیر — ماشاء اللہ ترے صیاد کی حرص
خط پر اوس عینِ مروت کی اُمید — اپنی عرضی پہ مجھے صاد کی حرص
جان دینے کو ہیں لاکھوں بندے — کم نہ ہو خنجرِ جلاد کی حرص

عار لینے سے ہے راسخ اتنی
کہ غزل کو بھی نہیں داد کی حرص

۹	ردیف ضاد معجمہ	۱۳۷

زلف میں بے نقاب ہے عارض
رشکِ صد آفتاب ہے عارض

ہیں مسلمان بعض فرض ہے بوسہ
مصحفِ لاجواب ہے عارض

مہر و مہ نام جسکے ڈھونڈوں کا
لاکھ میں انتخاب ہے عارض

حاتمی ختم ہے عدو کے لئے
یعنی بوسہ تاب ہے عارض

خودنما ہے وہ ماہرو لیکن
کچھ حیا کچھ شباب ہے عارض

داغِ چیچک کے صفرِ حسن ہوئے
دولتِ بے حساب ہے عارض

حسن کو دعوی پیامبری
اندر اوسکی کتاب ہے عارض

ہو نہ کیجے سوال بوسے کا
مکرمت انتساب ہے عارض

یہ نہ ہو تو وہ خود ملیں راسخ
شوقِ ناکامیاب ہے عارض

۱۳۸ / ۷

زاہد نہ پوچھ رند مے آشام سے غرض
شیشے سے کام خم سے غرض جام سے غرض

نامے سے کچھ غرض ہے نہ پیغام سے غرض
تجھسے غرض ہے ہمکو ترے نام سے غرض

ایمان کی تو یہ ہے کہ ایمان عشقِ زلف
کافر ہے وہ نہ رکھے جو اسلام سے غرض

یہ کیا کہ بے غرض بھی نہ جینے دیا مجھے
نکلی نہ یہ بھی اس بتِ خود کام سے غرض

قاصد وہ گالیاں ہی سنائیں ہمیں
مطلب سے کام ہے تجھے انعام سے غرض

بے غرض ہوا تو ملا طعنِ عشقِ غیر
کچھ ہو نہ ہو مگر ہمیں الزام سے غرض

راسخ کو خوف نار نہ جنت کی آرزو
آلام سے غرض ہے نہ آرام سے غرض

١٣٩	ردیف طائے مہملہ	٩

گلدستہ ہو کے جائیگا قاصد ادھر سے خط / قاتل کو آج لکھیں گے خون جگر سے خط

موئے سفید دینے لگے مژدہ قبر کا / یہ تار کی خبر ہے یہ آیا ہی گھر سے خط

اہل عدم غریب بھی بینوا ہی / بیرنگ بھی کسی نے نہ بھیجا سفر سے خط

سوسن سے مستی چھینی ہی سنبل سے [illegible] / [illegible] ہوئے ہیں خضر سے خط

لکھی ہیں صفت [illegible] / ایسا نہ ہو کہ گر پڑے قاصد کے گھر سے خط

فرصت نہیں انھیں خط عاشق [illegible] / لکھدونگا آپنے یہ کہ گذری نظر سے خط

[illegible] گیا مری تقدیر کا لکھا / [illegible] لیا چشم تر سے خط

لکھوائیے غلامی کا خط [illegible] / [illegible] تیغ دو سر سے خط

سمجھے ہوئے ہیں وہ خط عاشق کو [illegible] / راسخ [illegible] کا خسارہ [illegible] خط

کیوں وہ پڑھنے لگا ہمارا خط / اور [illegible] سارا خط

سوز پنہاں کا حال ہے مرقوم / باندھ کر لے چلا شرارا خط

گاہے ماہے تو بھیجتے تھے تم / بہر پیغمبر و خدا را خط

میری تقدیر کا نوشتہ تھا / اُسنے قاصد کے ماتھے مارا خط

دل کے دو حرف لکھکے کچھ احوال / چار سطروں لکھا ہے ہمارا خط

روئے روشن پہ ہیں پری کی لغیں / پیار کا لو یہ پیارا پیارا خط

اسکو سمجھیگا راسخ آدھا وصل / بھیجدے او تغافل آرا خط

١٤١	ردیف ظاے معجمہ	١٥

اچھا ہے کیجے پہلی ملاقات کا لحاظ
اک رات کی یہ شرم ہے اک رات کا لحاظ

کعبہ میں بیٹھ کر ہے خرابات کا لحاظ
اللہ رے یہ رند خوش اوقات کا لحاظ

واعظ سنی نہ جائیگی ہر روز ہجو مے
ابتک کیا ہے قبلۂ حاجات کا لحاظ

نیچی نظر سے ٹھوکریں کھاتے ہیں حسین
یعنی رہا بتوں کو تری لات کا لحاظ

توبہ جناب شیخ نے کی ہے پس شباب
کبتک نہ ہو تلافی ما فات کا لحاظ

مٹھی میں دل لیا تو ہے دشمن کا آپنے
صدقے کی شرم کیجئے خیرات کا لحاظ

بیٹھے ہیں کس ادا سے چرائے ہوئے بدن
کچھ گات کا لحاظ ہے کچھ گھات کا لحاظ

وعدے پہ تم نہ آئے تو ٹوٹینگے آسماں
اک ہفتہ آہ کرتی ہے ان سات کا لحاظ

جو مدعا مرا ہے مطلب رقیب کا
اب دیکھئے وہ کرتے ہیں کس بات کا لحاظ

خلوت میں چھیڑ چھیڑ کے کھائی ہیں گالیاں
توڑا ہے آج اک بت بد ذات کا لحاظ

ساونیں بکے آیا ہے ساقی مہ صیام
توبہ کا ہو لحاظ کہ برسات کا لحاظ

یہ کیا کہ منتوں سے مری جھیپتے نہیں
رہتا ہے دشمنوں کی مدارات کا لحاظ

زلفیں ہٹا کے بوسہ رخسار دو مجھے
کس کام کا لحاظ ہے دن رات کا لحاظ

اک نالہ کا فلک ہے عدو ایک آہ کا
مجھکو نہ ہو اگر اپنی کرامات کا لحاظ

راسخ اب انگوٹھوں گا تا بیخ خودکشی
کب تک رہے گا مرگ مفاجات کا لحاظ

۱۴۱	ردیف عین مہملہ	۱۷

وہ جب شمشیر لائے میری قسمت ہو گئی مانع
ترحم آگیا آگے نزاکت ہو گئی مانع

تعلق تم سے گیا چھوٹے کہ عادت ہو گئی مانع
ادھر دیکھو مری چشمِ مروّت ہو گئی مانع

نہ اُٹھا آپ سے خنجر اُٹھوں دنیا سے میں کیونکر
مجھی ناطاقتی۔ تم کو نزاکت ہو گئی مانع

جو آیا آبلہ پا دشتِ وحشت میں کوئی مجھ سا
تو ہر کانٹے کی انگشتِ اشارت ہو گئی مانع

ہجومِ رنج سے مرنے کی بھی فرصت نہیں ملتی
الٰہی گوشۂ وحدت سے کثرت ہو گئی مانع

بہار آنے دے واعظ ابکے کعبہ کا ارادہ ہے
بشرطِ آنکہ میخانے سے وحشت ہو گئی مانع

گناہوں کو مرے۔ میری طبیعت ہو گئی جامع
غضب کو تیرے یارب تیری رحمت ہو گئی مانع

وہ لیکر دل مکرتے ہیں فریبِ حسن تو دیکھو
جو حجت پہلے جامع تھی وہ حجت ہو گئی مانع

پسِ مردن ترے کوچے میں ملجاتی زمیں لیکن
ستم پرور ترے دل کی کدورت ہوگئی مانع

لگائی تھی ستمگر تیغ جھوٹے ہاتھ سے تونے
عدو کو خلد سے جھوٹی شہادت ہوگئی مانع

نہ بچا ہے گا کسی کو کوئی صورت دیکھکر تیری
یہ صورت ہوگئی جامع یہ صورت ہوگئی مانع

بحمد اللہ بچا یا شغلِ مے نے سب گناہوں سے
برے کاموں سے واعظ یہ بُری لت ہوگئی مانع

دیا تھا پاسباں کو اُنکے دھوکا میں نے سائل کا
مری شامت مری منت سماجت ہوگئی مانع

خطا کی کیوں نہ لپٹا اُس پری پیکر کو جن ہوکر
مرے مطلب سے میری آدمیت ہوگئی مانع

دکھا دیتے اثر ہم اے ہجومِ یاس آہوں کا
مگر تنگیِ فرصت فی الحقیقت ہوگئی مانع

لک الحمد الیا الصانع ہوا جب نفسِ بد طامع
حمیت ہوگئی قانع قناعت ہوگئی مانع

بہت آساں تھا اُن سے انتقامِ ہر ستم راسخ
مگر کیا کہیے کیا کیجے مروت ہوگئی مانع

۱۳	ردیف غین معجمہ	۱۴۲

دل نہیں اضطراب سے فارغ
ہوں شبِ ہجر خواب سے فارغ

واعظا شیخ کو پلاؤں گا
ہو چکا ہوں جناب سے فارغ

بڑھ گئے ہیں گناہ گنتی سے
رہتے ہیں ہم حساب سے فارغ

گرۂ شوق تار تار ہوئی
ہے وہ خود بیں نقاب سے فارغ

مصحفِ رخ سے کب وہ چھوٹی نگاہ
یہ نہ ہوگی کتاب سے فارغ

تیری زلفوں کو سونپ کر ہوئیں
دلِ خانہ خراب سے فارغ

کچھ کہوں منہ سے گر ہوں لب میرے
بوسہ لئے رکاب سے فارغ

سبزۂ پائے سرو ہو نہ سکا
نوخطوں کے جواب سے فارغ

تجھے کس دن نہیں ہو چیں بجبیں
کب ہوئے تم عتاب سے فارغ

نہ ہوئی پیری جنابِ شیخ
آرزوئے شباب سے فارغ

ہو گیا میں طفیلِ جوشِ جنوں
ہر عذاب و ثواب سے فارغ

دلمیں رہتا ہے اک جانِ جہاں
ہوں جہانِ خراب سے فارغ

۱۱	یاس نے کر دیا مجھے راسخ شوق ناکامیاب سے فارغ	۱۴۳

ترے تو وعدے ہیں پیمان شکن دروغ دروغ
قسم دروغ دروغ و سخن دروغ دروغ

بتادے سرو ہی کو ہے تجھسے کیا نسبت
کہ کہہ رہا ہے ترا بانکپن دروغ دروغ

دہن کے بوسے ملیں کیا کمر میں ہاتھ ہو کیا
کمر دروغ دروغ و دہن دروغ دروغ

مزے ستائینگے زاہد وہاں بھی دنیا کے
چھٹے بہشت میں یادِ وطن دروغ دروغ

تری گلی میں لحد ہو مری خلاف خلاف
ترے دوپٹے کا میرا کفن دروغ دروغ

یہاں ہمیشہ نئی زخم سے ہی موسم گل
مقابل دل عاشق چمن دروغ دروغ

بھے نہ صورتِ خونِ جگر تو کیا ناسور
شہادتِ لبِ زخم کہن دروغ دروغ

ہمارے قتل کو نکلے گی میانسے کب تیغ
گلے سے لپٹے گی بانکی دلہن دروغ دروغ

کسیکو کر رکھے گردوں محال محال
کسی کا ہو رہی چرخ کہن دروغ دروغ

پئے تسلی عاشق قسم فریب فریب
پئے فریب ہے لب پر سخن دروغ دروغ

۱۴۴ بتو انکے عشق سے تو یہ ہو حضرت راسخ
غلط گمان ہے یہ سوءِ ظن دروغ دروغ ۱۴۳

داغِ ہجراں دل میں ہیں جلتے ہیں روز و شب چراغ
کیا تماشا ہے کہ بے روغن ہیں روشن سب چراغ

ہجر کی شب خانۂ تاریک میں ہے کب چراغ
دیدۂ رہزن ہمارے حق میں ہے یارب چراغ

اُف رے یہ روشن ضمیری بھر دیا مٹی کا تیل
قبر پر ہم خاکساروں کی وہ لائے جب چراغ

بعد مردن کام آئی یاد لبہائے بتان
ہو گیا روشن مرے مدفن میں لعل شب چراغ

سرسرائی رہتی ہے ہمدم ہوائے آہِ سرد
خانۂ تاریک میں جلتا رہے کس ڈھب چراغ

برقِ آتش بار کا اب آسماں پر ہے دماغ
پھونک کر میرے نشیمن کو بنی ہے شب چراغ

ہے ہماری آہ سے گردوں شرر در پیرہن
بنگیا ہے آسماں پر جل کے ہر کوکب چراغ

تیری زلفوں سے عیاں ہی تاب روئے آتشیں
ورنہ جلتا ہے پری کا لے کے آگے کب چراغ

داغہائے تن سے میں سرو چراغاں بن گیا
ایک آہِ آتشیں سے جل اُٹھے ہیں سب چراغ

کیوں زنخداں پر ہو انگشتِ حنائی یار کی
کسکی مِنّت کا جلا ہے ای چہِ غبغب چراغ

مسی ملکر پان کا لاکھا جمایا یار نے
بنگیا ہے لعلِ لب نیلم سے لعلِ شب چراغ

روشنی کا صبحِ محشر تک پتا ملتا نہیں
ہو گیا ہے ہجر کی شب دیدۂ عقرب چراغ

کیوں جلائیں تربتِ راسخ پہ کیا گون کیا غرض
بے سبب بے فائدہ بیکار بے مطلب چراغ

ردیف فا

پھر بہار آئی ہے گلشن کیطرف
پھر بڑھا ہے ہاتھ دامن کیطرف

قتلگہ میں مجکو تنہا دیکھہ کر
نیمچہ ہوتا ہے گردن کیطرف

چار تنکوں کے سوا کچھہ بھی نہیں
برق کیا دیکھے نشیمن کیطرف

اُس سے عہدِ جان کا ساتھی ہے دل
ہوگیا ہے دوست دشمن کیطرف

اب خدا حافظ دل بیتاب کا
شوخیاں ہیں چشم پرفن کیطرف

آبرو بجلی نے رکھہ لی ابر سے
ہوگئے تھے اشک ساون کیطرف

دیکھئے ہو قطع ملے کب بات کا
دیکھتا رہتا ہوں چتون کیطرف

تم نہ آو فتنۂ رفتار کو
بھیج دیکھو میرے مدفن کیطرف

جلوہ فرما کون اے چشم شوق
بجلیاں گرتی ہیں ایمن کیطرف

اپنا انصاف اب کہاں لیجائیں ہم
داورِ محشر ہے دشمن کی طرف

آنکھ ہے یا رخنۂ دیوار یار
رہتی ہے ہر وقت روزن کیطرف

ہو رہی ہیں غیر سے سرگوشیاں
کیوں لگائیں کان شیون کیطرف

مہر کا جلوہ نقاب مہر ہے
آنکھ اُٹھے کیا روے روشن کیطرف

ہے تمھاری سختی دل کا گواہ
دیکھ لو تن تن کے جوبن کیطرف

دل اکیلا راسخ ناکام کا
اور شباب اُنکا لڑکپن کیطرف

شب وصل اوسنے ہجراں کے کئے کیوں شکوے حق ناحق
وہ شرما کر یہ کہتے ہیں کہ ذکرِ ماسبق ناحق

گمانِ وصل دشمن سے خجالت اُن کو حق ناحق
نگہ میں ہے حیا ناحق جبیں پر ہے عرق ناحق

وہ لطفِ بادہ کیا جانے وہ قدرِ دُرد کیا سمجھے
جنابِ شیخ پر روشن ہوئے چودہ طبق ناحق

کوئی طفلِ حسیں گاہک نہیں ہوتا نہیں ہوتا
ہمارے ہاتھ میں رہتے ہیں دل کے دو ورق ناحق

وہ یہہ کہہ کر گئے صبحے کہ اپنے دل کو سمجھالو
ہمیں پروا نہیں مطلق اسے رنج و قلق ناحق

تماشائے تپیدن کی ہوس قاتل کو باقی ہے
موئے جلدی سے ہم ناحق ہوئے ہم جاں بحق ناحق

نہ سمجھا مرتے دم تک میں تو حرفِ عشق کے معنی
دیا تھا مجکو اوستادِ ازل نے یہ سبق ناحق

دہانِ گور کہتا ہے نظامِ جسم سے میرے
یہ سب ترکیب تھی ناحق یہ سب نظم و نسق ناحق

تمھارے عارضِ گلگوں سے کیا نسبت معاذ اللہ
فلک کے پیرہن میں پھولتی ہے کیوں شفق ناحق

ہمیں کیا گوں نکلنے دیں کسی ارمان کو دل سے
دمِ شمشیرِ فرقت سے کریں کیوں سینہ شق ناحق

۱۴۷ سخن فہمی کے قرباں سننے والے کہتے ہیں راسخ
غزل میں کس لئے لکھتے ہو مضمونِ ادق ناحق ۱۱

دلستانی کے ہیں ہزار طریق
کہ جوانی کے ہیں ہزار طریق

بزمِ دشمن میں گالیاں کیا خوب
بد زبانی کے ہیں ہزار طریق

ہر زباں پر جدا ہی قصۂ عشق
اس کہانی کے ہیں ہزار طریق

جیتے ہیں تیری ٹھوکریں کھا کر
زندگانی کے ہیں ہزار طریق

شاہدِ تازہ بادۂ کہنہ
نوجوانی کے ہیں ہزار طریق

کہتے ہیں بیٹھ کر بس چلیں
لن ترانی کے ہیں ہزار طریق

دن میں سونا حرام تھا تم کو
بدگمانی کے ہیں ہزار طریق

لب پہ گالی ہو ہاتھ میں شمشیر
مہربانی کے ہیں ہزار طریق

آنے جانے کی اک یہ راہ تو ہو
آنا کانی کے ہیں ہزار طریق

نذرِ پیکانِ یار ہیں دل و جاں
میہمانی کے ہیں ہزار طریق

بلبلِ نغمہ سنج ہوں راسخ
خوش بیانی کے ہیں ہزار طریق

٩	ردیف کاف عربی	١٤٨

چاہیے زخمِ تن و سر میں نمک — یا خدا پیدا ہو پتھر میں نمک

ہوں ازل سے خوگرِ حسنِ ملیح — مل گیا تھا شیرِ مادر میں نمک

آنسوؤں کا نون پانی ٹھیک ہے — تھا ہمارے دیدۂ تر میں نمک

ہے دعا قاتل لبِ ہر زخم پر — ہو الٰہی آبِ خنجر میں نمک

ہے نمک خوارِ قدیمِ شرع مے (ق) — گو نہ ہو واعظ مرے گھر میں نمک

قطرۂ شورابۂ اشکِ الم — ہے پئے تحلیل ساغر میں نمک

بانمک تھی داستانِ زخمِ عشق — بھر دیا ہے شورِ محشر میں نمک

زہر بھر دے میرے زخموں میں کوئی — گر نہیں میرے مقدر میں نمک

٧	ہے نمک میں قند شکر میں نمک	اے رسخ اوس لب کا تبسم کیا کہوں	١٤٩

غضب ٹوٹا ہے قاتل ایک پر ایک — گرا خنجر پہ بسمل ایک پر ایک

تمہارے خال پر ہے مردمِ چشم — تمہارے تل پہ ہے تل ایک پر ایک

ہمیشہ ایک بوسی کی نہیں شرط — بڑھے زہرہ شمائل ایک پر ایک

ذرا آہستہ ہو زلفوں میں شانہ — گرینگے ٹوٹ کر دل ایک پر ایک

یہ کیا آئینے میں دیکھا ہے تم نے — کہ ہے سو جاں سے مائل ایک پر ایک

خیالِ زلف کو دوں دل کہ رخ کو — چلا آتا ہے سائل ایک پر ایک

انھیں روکوں کہ اے رسخ دلکو تھاموں
بڑی مشکل پہ مشکل ایک پر ایک

١٥٠ ردیف کاف فارسی ۹

میری گردن کو ترے خنجر سے لاگ
میرے سر کو تیرے سنگِ در سی لاگ

جان کو بیتابیوں سے دل لگی
درد رکھتا ہے دلِ مضطر سے لاگ

حضرتِ دل کیوں مزاج اچھا تو ہے
ہو گئی ہے کس ستم پرور سے لاگ

صبحِ گُل ہوں دل لگی دونوں سے ہے
بغض مومن سے نہ کچھ کافر سے لاگ

برق کو میرے نشیمن سے لگاؤ
خانہ بربادی کو میرے گھر سے لاگ

دل سے دل اسواسطے ملتا نہیں
ای پری شیشے کو ہے پتھر سے لاگ

جذبِ دل کو ناز کی پر اونکی رحم
ضبطِ غم کو میری چشمِ تر سے لاگ

ہے قیامت کو علاقہ چال سے
فتنہائے حشر کو ٹھوکر سے لاگ

١٥١ راسخ اونکی ابرو و مژگاں کا عشق
تیر سے کچھ لاگ کچھ خنجر سی لاگ ۷

تیغِ سفاک پر جمایا رنگ
خونِ بسمل کا خوب لایا رنگ

نام سے امتحاں کے دشمن کا
اڑ گیا اور ایک آیا رنگ

بول اٹھا خونِ حسرتِ بلبل
ابکے لالہ چمن میں لایا رنگ

خونِ بجّوں کا ہو گیا شبِ ہجر
آنسوؤں نے مرے جمایا رنگ

ہو گیا ہے زمیں یہ رشکِ حنا
خوب لایا ہے اونکا سایا رنگ

کوئے قاتل میں آج ہولی ہے
آج تقدیر نے جمایا رنگ

ہوں میں وہ نغمہ سنج ای راسخ
بلبلوں نے مرا اڑایا رنگ

۱۹	ردیف لام	۱۵۴

یہ کس کا پرتوِ رخ ہے شراب میں داخل
کہ آفتاب ہوا آفتاب میں داخل

ہوئی تھی شیخ کی نیت شراب میں داخل
شراب پی کے ہوا میں ثواب میں داخل

گناہگار وہ تھا میں کہ نار چلائی
کیا ہے کیوں مجھے یارب عذاب میں داخل

ہوا ہوں ضعفِ محبت سے تارِ بستر مرگ
رہے یہ تار تمھاری نقاب میں داخل

سوالِ وصل پہ حیرت فزا ہے خاموشی
کہ ہے یہ نیم رضا یا جواب میں داخل

جو سات پردے لگانے ہیں تم کو مدِّ نظر
تو کیجیے مری آنکھیں نقاب میں داخل

شفق ہلال میں کشتی میں بادۂ رنگیں
کہ ہے وہ پائے حنائی رکاب میں داخل

خضاب کیا ہے کوئی مسئلہ ہے رجعت کا
کہ پھر کے پیری ہوئی ہے شباب میں داخل

طلسم ہیں دلِ پُرخوں کے آبلے یارب
حباب آب ہیں دریا حباب میں داخل

حساب مجھسے نہ لو بوسہائے گیسو کا
یہ مد وہ ہے کہ نہیں ہے حساب میں داخل

کئے شباب میں جتنے گناہ عفو ہوئے
سُنا ہے مینے جوانی ہی خواب میں داخل

تمھارے پانو دبا کر رقیب ہے بے چین
ثواب لیکے ہوا ہے عذاب میں داخل

شبِ وصال کی شوخی نجائے گی بیکار
سحر کو ہو گی مرے اضطراب میں داخل

پلا دے پیاسو نکو اے تیغِ یار دو دو گھونٹ
کہ ہے سبیل لگانی ثواب میں داخل

مری بغل میں ہو تو اجواب مطلع ہو
کہ ہے وہ مصرعِ قد انتخاب میں داخل

لگی ہے آنکھ دمِ تیغ تیز پر قاتل
ہوئی ہے کشتیِ اُمید آب میں داخل

خیالِ گیسوئے جاناں یہ دلسے کہتا ہے
مری بلا ہو جہانِ خراب میں داخل

نگہ نہ پھیر سکی منہ پہ وقتِ نظارہ
وہ بے حجابی تھی گویا حجاب میں داخل

دیا ہے حکم رقیبوں کو قتلِ راسخ کا ۱۵۴
۱۳۱ یہ لطف ہے ستمِ بے حساب میں داخل

نہیں ہیں جن کے معاصی شمار کے قابل
وہی ہیں رحمتِ پروردگار کے قابل
گناہگار ہوں لیکن امیدوارِ بہشت
مزار میرے نہیں ہوں مزار کے قابل
دلونپہ کوڑے پڑے ہیں تمہاری زلفونکے
کیا ہے چابلونکو مار مار کے قابل
دو چار بام پہ ہو کر مجھے کرو چورنگ
نہ رکھو میرے جنازے کو چار کے قابل
وہ بال مجھکو عطا ہوں جو ٹوٹیں شانے سے
کہ میرے زخم ہیں مشکِ تتار کے قابل
تری رکاب کے بوسے لئے زہے تقدیر
عروج عرش تھا میرے غبار کے قابل
ہمیں چھوئینگے وہ ابرو علی علی کر کے
عدو کا ہاتھ نہیں ذوالفقار کے قابل

تمھاری زلفیں ہیں گردن میں ہار کے لائق
تمھاری کالی بلائیں ہیں پیار کے قابل

ہمارے پھولوں سے ظاہر ہے رنگ و بوئے وفا
وہ چُن کے رکھ لے جو ہوں تیرے ہار کے قابل

سوالِ وصل پہ وسطِ جبیں میں کیوں ہے شکن
یہہ مہ نہ تھا خطِ نصف النہار کے قابل

پسند ہے دلِ پُر داغ مہ جمالوں کو
یہہ ایک پھول ہے لیکن ہزار کے قابل

تمھیں جمال ملا افتخار کے لائق
مجھے جو اس سے ملے انتشار کے قابل

مری وفا نہ ہو اعتبار اُنھیں راسخ	۱۵۴ / ۱۱	یہ اعتبار نہیں اعتبار کے قابل

سینے میں دل تھا نہ ہے زیرِ بغل	ایک ویراں خانہ ہے زیرِ بغل
میرے پہلو میں دلِ نادان ہے	شوخیِ طفلانہ ہے زیرِ بغل
عشقِ گیسوئے بتاں سے چاک چاک	دل نہیں اک شانہ ہے زیرِ بغل
تھا کبھی زیرِ بغل قرآں مگر	ابتو اک پیمانہ ہے زیرِ بغل
لے گئے گر وہ بغل سے دل تو کیا	ہمتِ مردانہ ہے زیرِ بغل
راگ لایا دل یہ کسکے ہجر میں	نالۂ مستانہ ہے زیرِ بغل
مانگتا ہوں دل کے سائے سے پناہ	اے پری دیوانہ ہے زیرِ بغل

حشر میں بغلیں نہ جھانکو تو سہی	درد کا افسانہ ہے زیرِ بغل
دل نے سیکھی ہیں تمھاری شوخیاں	نازِ معشوقانہ ہے زیرِ بغل
خوش ہوں اپنے پہلوئے پر داغ سے	خلعتِ شاہانہ ہے زیرِ بغل

۱۵۵	دلمیں ہیں راسخ ہزاروں حسرتیں اک مسافر خانہ ہے زیرِ بغل	۱۱

مسجد کا ہے خیال خرابات کا خیال	وہ رند ہوں کہ ہے مجھے اوقات کا خیال
برسات میں ہی توبہ و طاعات کا خیال	توبہ کی ساتھ ہی ہے برسات کا خیال
شب کو وہی ہے خوابِ پریشان جو دنمیں تھا	دن ہو گیا تو مجھکو وہی رات کا خیال
عالی دماغ ہوں تری زلفیں ہیں ہاتھ میں	سوہات کا کلیجہ ہے سوہات کا خیال
زاہد ہیں جناب خیالِ ارم سے خوش	آرام میں ہے قبلۂ حاجات خیال
ای شوخ چاہتا ہے صفائی یہ خطِ سبز	موسیٰ کو ہے خضر کی ملاقات کا خیال
بوسے دیے ہیں آپنے تو لیکے نقدِ دل	صدقے کا دھیان تھا مجھے خیرات کا خیال
عمرِ گذشتہ چاہیے طاعت کیواسطے	ہم کیوں کریں تلافیِ مافات کا خیال
تم خوب جانتے ہو سمجھتے ہو کیا کہوں	جس رات کا خیال ہے جس بات کا خیال
جام و کباب و مے گل و گلرو و ماہ و باغ	برسات میں ضرور ہے ان سات کا خیال

۱۵۶	پلے میں باندھ لے دلِ راسخ پیامبر اُنکے لئے ہے گر تجھے سوغات کا خیال	۱۸

رہے غیر کا امتحان اوّل اوّل	سنبھالی ہے تمنے کمان اوّل اوّل

یہ پہلے پہل دانت کسکا تہا رُخ پر — یہ ڈالے ہیں کسنے نشان اوّل اوّل
ہمیں خون تھکوائے رشک آخر آخر — ملے جائیں غیروں کو پان اوّل اوّل
رہے اپنے وعدہ پہ قایم الٰہی — ستمگر نے دی ہے زبان اوّل اوّل
یقیں ہے کہ روزِ قیامت ہو آخر — چھڑے گر مری داستان اوّل اوّل
ستم تھا ستم اوٹھتے فتنوں کا جوبن — غضب تھا کسیکا اُٹھان اوّل اوّل
ادا کی عزیزوں نے سُن لی تھی مینے — نماز آخر آخر اذان اوّل اوّل
وہ کھل کھیلنے کو ہیں اے دل مبارک — کھلی گالیوں پر زبان اوّل اوّل
تری چال محشر ہی رفتہ رفتہ — قیامت رہی ہمعنان اوّل اوّل
کہے گا جو سفاک تُو من قتیل — بڑھے گا یہی نیمجان اوّل اوّل
مخالف ہوا بخت بد آخر آخر — موافق رہا آسمان اوّل اوّل
ڈھلی سانچے میں ڈھل کر اُٹھی جوانی — بڑھی اور بھی تھی جو [شان?] اوّل اوّل
کہاں ٹھیریگا دیکھیں آخر کو نالہ — گیا ہے جو تا لامکان اوّل اوّل
تری تیغ کے لاکھ احسان قاتل — [جھکت?] جائیں گر ناتوان اوّل اوّل
انھیں کم سنی میں سلیقہ ہے یہ کچھ — بنایا ہے محرم کا پان اوّل اوّل
نہ اوّل ہوئے وہ ہمارے نہ آخر — نہ دھیان آخر آخر نہ دھیان اوّل اوّل
یقیں ہو گیا بیوفائی کا آخر — رہے دل سے ہم بدگمان اوّل اوّل

رہی آخر آخر جفا او سپہر [راسخ?]
ہوئے جیسے وہ مہربان اوّل اوّل

۱۵	ردیف میم	۱۵۷

واعظ سے سُن چکے ہیں قیامت کی پیاس ہم
بوتل بغل میں لینگے کفن میں گلاس ہم

کُنجِ لحد میں کیوں نہ نکیرین کو ہو غش
رکھتے ہیں اے پری تری تصویر پاس ہم

دیکھی ہی لاکھ بار قیامت سے کیا ڈریں
قامت پہ کر چکے ہیں تمھارے قیاس ہم

قاتل نمک چھڑک کے تماشا تو دیکھ لے
کہتے ہیں زخمِ دل کہ نہیں نا سپاس ہم

رکھی ہوئی ہی سینے پہ تصویر یار کی
کرتے ہیں دستِ شوق سے مژہ مساس ہم

اے تیغِ یار آج ہی مقتل میں امتحاں
تو ہمکو راس آئے تجھے آئیں راس ہم

یہ کس طرح کا بُعد ہی یہ کس طرحکا قرب
تم ہمسے دور دور رہو پاس پاس ہم

آئینہ خانہ ہی دلِ عشاق اے بتو
تمسے دکھائیں آؤ تمھیں سو بچاس ہم

ہم مستحقِ جور ہیں پہچان لو ہمیں
ناحق شناس تم ہو نہ ناحق شناس ہم

زانو پہ سر لیے ہوئے بیٹھے ہیں آج وہ
اس بیخودی پہ صدقے کرینگے حواس ہم

بزمِ طرب میں ہمکو ملے کسطرح جگہہ
تصویرِ رنج و درد ہیں مضمونِ یاس ہم

نکلی ہی تیرے دل سے ترے لب سے بد دعا
پاتے ہیں تلخکامیوں میں کچھ مٹھاس ہم

فصلِ بہار آئی ہی لوٹینگے خاک پر
عیدِ جنوں ہی بدلینگے ناصح لباس ہم

آنکھیں فقط رقیب کی دیکھی ہیں آپ نے
اسپر غرور یہ کہ ہیں مردم شناس ہم

۱۱	راسخ کسی کی یاد سے ہی دلمیں گدگدی پھر کیا غرض ہی بیٹھے رہیں کیوں اُداس ہم	۱۵۸

سبو سے کام ہے بوتل سے کام جام سے کام
وہ رند ہم ہیں کہ رکھتے ہیں اپنے کام سے کام

نہ لیں وہ بندے سے خدمت نہ لیں غلام سے کام
کہ بندگی سے غرض ہے مجھے سلام سے کام

نہ دو جواب ہمیں نامہ و پیام سے کام
تمھارے نام سے مطلب تمھارے نام سے کام

کیا ہے قطعِ تعلق تو کیوں بلاتے ہو
تمھیں غرض تمھیں مطلب تمھیں غلام سے کام

ہمارے پھول پسِ قتلِ غیر کردینا
تمھیں تو نام سے مطلب ہے دھوم دھام سے کام

تمام دن ہمیں دل کی تسلیوں سے غرض
تمام شب ہمیں نالوں کی روک تھام سے کام

کسی کا ناز سے کہنا وہ یاد ہے شبِ وصل
کوئی جئے کہ مرے اِنکو اپنے کام سے کام

ادائے خاص سے مطلب تمھارے غمزے کو
تمھارے خنجرِ ابرو کو قتلِ عام سے کام

نتیجہ کششِ یار رنزعِ جاں نکلا
تمام ہو ہی گیا جذبِ ناتمام سے کام

بناؤ میں رخ و گیسو کے رہتے ہو شب و روز
وہ کام صبح سے تمکو یہ تم کو شام سے کام

۱۵۹ نکالو گھر سے نہ بندہ بنا کے راسخ کو
۱۴ پڑے گا ایک نہ اک دن اسی غلام سے کام

ابروئے بتاں پہ مر گئے ہم — تلوار کے گھاٹ اتر گئے ہم
اے ضعف چلے تو سانس ہو کر — جب در سے ترے گزر گئے ہم
اللہ رے آبرو ہماری — در در ہی سنا جدھر گئے ہم
گمگشتگی خودی خدارا — اب ڈھونڈھیں کہیں کدھر گئے ہم
مرگ شب انتظار تا صبح — گر جیتے بچے تو مر گئے ہم
وحشت نے قدم لئے پس مرگ — کندھوں پہ چلے ادھر گئے ہم
کعبے کا سفر تھا عشق ابرو — مرنے کو خدا کے گھر گئے ہم
اب آئے تو کیا کہ ہے دم نزع — وہ آئے ادھر ادھر گئے ہم
بنجائے نہ بڑھ کے مار کاکل — آشفتہ دلی سے ڈر گئے ہم
خود دیجے گا بوسے گر کسی دن — زلفوں کی طرح بکھر گئے ہم
اچھے رہے چل بسے شب ہجر — اس شوخ پہ چال کر گئے ہم
اے ضعف گرا جب آنکھ آنسو — دریا میں گہر گئے ہم

کہتے ہیں وہ بعد قتل راسخ
گر حشر میں بھی مکر گئے ہم

١٥	ردیف نون	١٦٠

اس طرح سوچتا ہوں وصل کا پہلو دل میں
چٹکیاں میں ترے زانو میں لوں اور تو دل میں

رہ گئے سوچ چکے وہ قتل کا پہلو دل میں
خشک ہے خونِ تمنا کئی چلّو دل میں

رہ گئی لعل کی شوخی لبِ عیسیٰ ہو کر
تیری ہگنی کے تصور ہوئے جگنو دل میں

تیغ ہو ہاتھ میں قاتل تو ہو دل بھی مضبوط
کھنچ کے آجائے ابھی قوتِ بازو دل میں

سر چڑھا کر یہ بڑھایا ہے ستمگر تو نے
چھوڑی کھلتے ہی اُتر آتے ہیں گیسو دل میں

کبھی ہمدوش رہا وہ کبھی فکرِ دشمن
کبھی پہلو میں رہا دل کبھی پہلو دل میں

زخمِ پنہاں کے سب انگور رہے ہو ہو کر
آبلے سینے میں ہو جاتے ہیں آنسو دل میں

تیر تکلیف کریں دل میں تو گھر ہے اُنکا
یہ تکلف ہے کہ پہلو میں ہی دل تو دل میں

تو لٹے کو مرے ارمان ترے تیروں نے
کانٹا آنکھوں میں لگایا ہے ترازو دل میں

آنکھیں دو اور ہوں آنکھوں میں سمجھانیکے لئے
انھیں رستوں سے تو آتا ہے گُلرو دل میں

بول اُٹھے گا کسی روز گئے ہیں میرے
رکھ لیا ہے تری پازیب کا گھنگرو دل میں

شوق ہے اُنکے تصور کو خود آرائی کا
لیکے رکھونگا اب آئینۂ زانو دل میں

اُن کی شمشیر اُتر آئی ہے پانی ہوکر
مر ہی جاؤں گا جو ہو جائیگا اُچھو دل میں

ہائے کس ناز سے قاتل نے دبایا دمِ ذبح
جی میں آتی ہے کہ رکھ لیجئے زانو دل میں

راسخ اس سینے میں اللہ کا دیا ہے سب کچھ ۱۴۱
15 آگ ہر داغ میں ہے داغ ہیں ہر سو دل میں

لبِ گلگوں ہیں کسی بت کے رخ و گیسو دل میں
رنگ لالے کا ہے اور مشک کی خوشبو دل میں

تاب ہی دل میں نہ طاقت ہی نہ سرمو دل میں
پھیر دی زلفِ گرہ گیر نے جھاڑو دل میں

وہ تو پہلو میں کب آتے تھے مگر اے شوخی
وصل کا اُن کے نہ آیا کوئی پہلو دل میں

کروٹیں سیکڑوں لیں سیکڑوں پہلو بدلے
چین سے درد نہ بیٹھا کسی پہلو دل میں

کس کو دوں دل میں جگہ کس کو نکالوں دل سے
تیری حسرت مرے دل میں ہے یا تو دل میں

معجزہ ہوتے ہیں شیریں دہنوں کے غمزے
بنگیا میٹھی چھری خنجرِ ابرو دل میں

سولی کعبے میں کھڑی ہے کہ ارم میں طوبےٰ
سرو گلشن میں ہے یا وہ قدِ دلجو دل میں

ضبطِ گریہ نے مرا خون کیا ہے اے چشم
تیر بن بن کے پلٹ آئے ہیں آنسو دل میں

صبر و آرام کہاں اے تنِ لاغر ہے ہے
رہ گیا صرف کھٹکنے کے لئے تو دل میں

اے اجل مژدہ کہ ارماں کو ملے گی سولی
لمبیاں لینے لگا ہے قدِ دلجو دل میں

لب پہ جب آرزوئے بوسہ نے شبخوں مارا
بڑھ گیا خونِ تمنا کی چُلّو دل میں

اب نگہ کون ملا سکتا ہے دیوانوں سے
اُتر آیا ہے تری آنکھ کا جادو دل میں

چھالے کی چوری پہ باندھیگی وہ کاکل مشکیں
بیٹھ رہ دزدِ حنا چھپکے بس اب تو دل میں

تیری تصویر تو خاموش ہے بوسے دیکر
کوستا ہوگا مگر تو بتِ بدخو دل میں

۱۶۳ مجھے بل رکھتے ہیں گیسوئے بتاں ای راسخ
ٹیڑھے ہیں سیدھے مسلمان ہندو دل میں ۱۱

سیکڑوں سر تری چوکھٹ پہ دھرے ملتے ہیں
تیرے کوچہ میں جو لٹتے ہیں مرے ملتے ہیں

کس قدر دور ہیں مضمون تری چوٹی کے
فکر کو عرش سے دو ہاتھ پرے ملتے ہیں

نقدِ دل لیکے بھی بوسہ نہیں دیتے ہرگز
سیمتن جو مجھے ملتے ہیں کھرے ملتے ہین

کہتے ہیں عید کو وہ ہاتھ میں خنجر لیکر
کوئی ملنے کی تمنا تو کرے ملتے ہیں

پُرغضب رہتے ہیں اغیار سے خالی ہوکر
مجھسے جسوقت وہ ملتے ہیں بھرے ملتے ہیں

آنکھوں کی راہ سے وہ دل میں سمائیں کیونکر
سخت مشکل ہے کہ دو تین درے ملتے ہیں
صبح کردی شب وصل اوسنے یہ دم دیکر
تیری قسمت کے جو بوسے ہیں ارے ملتے ہیں
بیخودی نے ہمیں پھینکا ہے بہت دور ہتو
تمسے کیا اپنے سے ہم آپ پرے ملتے ہیں
یاد رہتی ہے کسی شوخ کی دھانی پوشاک
مجکو ہر وقت مرے زخم ہرے ملتے ہیں
نقد ایمان پہ دے شیخ کی جھوٹی ساقی
مال کھوٹا ہے مگر دام کھرے ملتے ہیں

۱۴ چاوڑی قاف ہے یا خلد بریں ہے راسخ ۱۶۳
جمگھٹے حوروں کے پریوں کے پرے ملتے ہیں

دلمیں کئے ہیں چھید تو رخنے نقاب میں
کیا کام کر رہی ہیں نگاہیں حجاب میں
لینی تھی فال نیک جو کوثر کے باب میں
دینا تھا غسل نعش کو میری شراب میں
حسرت ہے یہ نئی دل ناکامیاب میں
سو جائیں کاش پاؤں تو تیرے خواب میں
سجدے کرونگا آج خدا کی جناب میں
بھیجا ہے اوسنے میرے ہی خط کو جواب میں
سیر دل ہے آبلہ میں گھر کئے ہوئے
نازک ہے تمسا کون رہے جو حباب میں
بڑھ بڑھکے گیسوؤں نے بڑھائی ہے شان حسن
لو دو دن میں بڑھی ہیں تمھارے حساب میں

مہندی لگاکے پانوں میں بولے وہ ناز سے
یوسف ہی تھے گئے جو زلیخا کے خواب میں

میں زندگی سے تنگ ہوں وہ وصل غیر سے
دونوں ہیں اضطراب میں دونوں عذاب میں

سیدھے وہ تیر سے مرے دل میں اتر گئے
دکھلایہ بانکپن کا تماشا عتاب میں

زاہد مغاں سے آنکھ چرا کر ڈھکا رحبا
لکھے گئے گناہ سرقہ ہمارے حساب میں

محشر میں بیگناہی سے بہتر ہے گناہ
وہ کس شمار میں ہے یہ سب ہیں حساب میں

چمکا ہی پھوٹ پھوٹ کے رنگ اُنکے جسم کا
غوطے لگا رہا ہی دوپٹہ شہاب میں

١٦٤ راسخ امید عفو یہ کہتی ہے باربار
دھوئے گئے گناہ ہمارے شراب میں ١١

حسرت کہاں سے آگئی زاہد شراب میں
انگور نے بڑھا دیا ہو شر آب میں

پرتو فگن ہے عارض ساقی شراب میں
دو آفتاب ڈوبے ہیں اک آفتاب میں

قاصد وہ آپ آئینگے عہد شباب میں
اک خط نکال لائینگے خط کے جواب میں

وہ خواب میں بھی اب نہیں آتے غضب ہوا
پہلے جو بات بات یہ کہتی تھی خواب میں

واعظ مہ صیام بھی ہے وصل یار بھی
مہماں کے ساتھ کھانا ہے داخل ثواب میں

تم نازکی میں ایک ہو میں لاغری میں ایک
تم شوخیوں میں برق ہو میں اضطراب میں

مجھ سے گناہگار کو دوزخ میں ڈال کر
دوزخ کو ڈال رکھا ہے ناحق عذاب میں

حسن ملیح ساقی رعنا کا ہے خیال
واعظ نمک ملایا ہے میں نے شراب میں

کھل جائیں گر وہ ہاتھ تو عالم کا خون ہو
مہندی حجاب میں ہے کہ مہدی حجاب میں

تھا ناز کل انھیں دہن لاجواب پر
اللہ کی شان آج کمر ہے جواب میں

۱۶۵	راسخ کی فاقہ مستی سے اللہ کی پناہ کھاتا ہے سوکھے ٹکڑے بھگو کر شراب میں	۱۲

ترے دامنی کا عزم ہو ساقی شباب میں	کپڑے سکھاؤں حشر کے دن آفتاب میں
عکس رخ نگار ہے جام شراب میں	لالے کے پھول ہیں طبق آفتاب میں
اللہ کرے امید کو جنت نصیب ہو	اس سے ہزاروں کام لیے ہیں شباب میں
زاہد یہ پاس شرع جو جبیں تک ہو تیز	کھاتا ہوں وہ کباب ڈبو کر شراب میں
کچھ دے لگے ساتھ نکلی ہے کچھ آنسوؤں کے ساتھ	اب آرزو کہاں دل خانہ خراب میں
ہر سو ہے کاغذیں ہے قلم اس امید پر	لکھوائیں مجھ سے خط مرے خط کے جواب میں
ہے آنکھ تابش درِ دندان یار پر	کشتی ہماری چلتی ہے موتی کی آب میں
گزری سیاہ کاری میں یارب تمام عمر	آدھی شباب میں گئی آدھی خضاب میں
اک سرو قد کو چھانٹ لیا ہے برائے عشق	مصرع اک آگیا ہے مرے انتخاب میں
یارب زمیں کیے ہیں نہ ہم آسمان کے	اک پاؤں فرش خاک پہ ہے اک رکاب میں
کمبخت بد نصیب سے ہمراہ تو بھی ہے	دو حرف بڑھ گئے ہیں ہمارے خطاب میں

۱۶۶	اپنا جواب آپ ہیں راسخ جہاں میں ہم اپنی غزل سناتے ہیں اپنے جواب میں	۱۱

طوفاں ہے موج زن جو چشم پُر آب میں	ڈوبا طلسم عشق سے دریا حباب میں
جلوے تمھارے نکلے نہ بیٹھے نقاب میں	ان بجلیوں نے آگ لگا دی سحاب میں
ہو تو نسے تیرے جی کو رہا اضطراب میں	مچھلی کی جان آگئی مرغ کباب میں

کب تک جلوے دولت بیدار خواب میں | اچھا نہیں ہے روز کا شبخوں حجاب میں
میں نے کیا سلام لگائے انھوں نے تیر | چار انگلیاں اٹھائی ہیں گویا جواب میں
آئی ہے بڑھ کے رد کے کتابی یہ زلف یار | بسم اللہ آج لکھی گئی ہے کتاب میں
جنکی بغل میں لیکے وہ بیتاب کر گئے | راحت عذاب میں ہے سکون اضطراب میں
محشر کے فتنہ فتنے کے محشر ہیں ہمعناں | چلتے ہیں دونوں لگکے تمھاری رکاب میں
پانی میں ور بوئے وفا ایسی تیز تیز | بلبل کی روح آئی ہے کھنچکر گلاب میں
اک اک گھڑی ہے روز قیامت فراق کی | صدیوں سے جی رہا ہوں جہان خراب میں

١٦٠	پڑھ لی نماز شکر مری نعش دیکھ کر راسخ وہ مفت ہو گئے شامل ثواب میں	٢٦

وہ بدن کو چرائے بیٹھے ہیں | کچھ ڈھکے کچھ چھپائے بیٹھے ہیں
دل بیٹھے دل جلائے بیٹھے ہیں | آگ گھر میں لگائے بیٹھے ہیں
آئے ہیں وہ رقیب سے لڑ کر | اک قیامت اٹھائے بیٹھے ہیں
آج موسی کہاں ہیں - بام پہ وہ | خوب نکھرے نہائے بیٹھے ہیں
ناز پہ تیر ستم ہیں جان و جگر | گھر میں مہمان آئے بیٹھے ہیں
دل میں پیکاں ملک ہاں بغل میں دل | سب تمھارے بٹھائے بیٹھے ہیں
تم نمک بھر دو سب نے بھر پایا | زخم دل منہ بنائے بیٹھے ہیں
پانوں میں آگیا ہے دل کا غبار | میری تربت ہٹائے بیٹھے ہیں
دور بھی ہیں قریب بھی ہیں وہ | مجھسے دامن بچائے بیٹھے ہیں

جا رہی ہے شہید ہجر کی نعش
آپ مہندی لگائے بیٹھے ہیں

تم بھی دلبیں ہو۔ داغ دشمن بھی
سارے اپنے پرائے بیٹھے ہیں

درد تیرے اٹھائے اٹھیں گے
ضعف تیرے بٹھائے بیٹھے ہیں

زلف کو وہ گھٹا بنائے ہوئے
ساری محفل پہ چھائے بیٹھے ہیں

مژدہ اے دل کہ ہیں وہ تیغ بکف
آستینیں چڑھائے بیٹھے ہیں

اونکو پاس عدو ہے اے غیرت
لاج تجھکو لگائے بیٹھے ہیں

تیغ عریاں حجاب ہے ان کا
یہ جو گردن جھکائے بیٹھے ہیں

اے ہجوم ملال داغ جگر
رنگ محفل جمائے بیٹھے ہیں

سانس کے ساتھ ہے کسک ہر دم
چوٹ ہم دل پہ کھائے بیٹھے ہیں

لیگئی دل وہ چشم غارت گر
لاکھہ کا گھر لٹائے بیٹھے ہیں

زخم عشق بتان پردہ نشین
سینے میں منہ چھپائے بیٹھے ہین

عید کے دن وہ ذبح کرکے مجھے
گھر میں ہولی منائے بیٹھے ہیں

دیکے بوسے رقیب کو سر بزم
آج وہ منہ کی کھائے بیٹھے ہیں

بسمل ناز رہ چکا دب کر
آپ کسکو دبائے بیٹھے ہیں

رہن مے ہوگی شیخ کی پگڑی
ہم اودھار اسپہ کھائے بیٹھے ہیں

اک قیامت اٹھائی ہے ہمدم
ہم جہاں کرکے ہائے بیٹھے ہیں

۱۶۸	سب ہیں مطلب کے آشنا راسخ سب کو ہم آزمائے بیٹھے ہیں	۱۷

غم فرقت سے میں لاغر ہوں — چین بستر ہوں تار بستر ہوں
ہمہ تن بخت بد کا چکّر ہوں — سر بسر گردش مقدّر ہوں
ہے یہ اقرار وصل یا انکار — اک مری عرض پر مکرر ہوں
وہ شب وصل بت ہیں خاموش — وہ بھی پتھر ہیں میں بھی پتھر ہوں
پانؤں سے اپنے میں ضعیفی میں — اپنی آنکھوں پہ اپنے سر پر ہوں
دشمنوں کو کھٹک رہا ہوں میں — خار بستر ہوں نوک نشتر ہوں
مجھکو دل سے پسند ہے ہندی — جاں نثار زبان خنجر ہوں
قتل کردو کہ مجھکو خنجر دو — تمپہ بھاری ہوں تمپہ دوبھر ہوں
میری گم گشتگی ہوئی مشہور — نام عنقا کی طرح گھر گھر ہوں
دلمیں رہ کر وہ مجھسے کہتے ہیں — میں کسی طرح تم سے باہر ہوں
وعدۂ حشر وہ کریں تو سہی — میں تو ہنگامہ ساز محشر ہوں
تیغ چلنے لگے پری ہو کر — منہ سے کہدے جو وہ ستمگر ہوں
حرف مطلب ہی غیر بھی میں بھی — میری تقدیر میں مکرر ہوں
آپ یکتا سہی مگر میں بھی — دس سے بدتر ہوں دس سے بہتر ہوں
رہ گزر میں پڑا ہوا ہوں میں — راہ چلنے کی اک ٹھوکر ہوں
گر گیا ہوں جہاں کی نظروں سے — صورت اشک دیدہ تر ہوں

۱۶۹	جھک کے ملنا رقیب کا راسخ کہہ رہا ہے کہ رشک خنجر ہوں	۱۷

تمھارے تیر پہلو میں طبیعت بنکے آتے ہیں
جگر میں درد ہو کر دل میں حسرت بنکے آتے ہیں
نظر آئینے میں وہ سِرِّ وحدت بنکے آتے ہیں
کہ آگے دیکھنے والے کی صورت بنکے آتے ہیں
بنا دیتے ہیں جلوئیں جناب شیخ کو میکش
بگڑ جاتا ہے مُنہ حضرت سلامت بنکے آتے ہیں
جہاں گردن جھکائی فکر میں تشبیہِ ابرو کے
مضامیں روبرو سجدے کی آیت بنکے آتے ہیں
وہ مٹی خاک دینگے مجکو کچھہ کندھا دیا ہوگا
سُنا جب ہوگئی تیار تربت بنکے آتے ہیں
لُٹا دینگے لُٹا دینگے سہی قامت صفِ محشر
قیامت ہے قیامت میں قیامت بنکے آتے ہیں
تصور تک بلائے زلفِ مشکیں سے بلا نکلے
وطن والوں کے آگے شامِ غربت بنکے آتے ہیں
نہ نکلینگے نہ نکلینگے ترے پیکاں مرے دل سے
محبت ہوکے رہتے ہیں امانت بنکے آتے ہیں
سمائے خاک نظروں میں کسی کی خوشنشین بینی
ہم اپنی آنکھہ میں اشکِ ندامت بنکے آتے ہیں

الٰہی خیر پھیرا آنکھوں نے آگے شامِ گیسو ہے
مری شامت کے دن میری بُری مت بنکے آتے ہیں

خراب آباد دنیا نونپہ یارب عرش کا سایہ
تری رحمت سے بادل ہر طرف چھت بنکے آتے ہیں

الٰہی شکر مر کر تیرے دن یاد میں آیا
مرے پھولوں میں وہ بوئے محبت بنکے آتے ہیں

لگایا گریۂ شرمِ گنہ نے باغ دوزخ میں
سقر کے شعلے مجھ تک قصرِ جنت بنکے آتے ہیں

شبِ غم مجکو چھاتی سے لگا لیتے ہیں اُٹھ اُٹھ کر
جنابِ درد۔ ہمدردِ مصیبت بنکے آتے ہیں

کئے ہیں سجدے اُن انگڑائیوں کی یاد میں ہم نے
تصور جنکے محرابِ عبادت بنکے آتے ہیں

یہ ضبطِ غم ہے پیتا ہوں میں آنسو شبِ ہجراں
مری تقدیر سے پیالوں میں شربت بنکے آتے ہیں

مضامینِ میانِ یار ہیں زورِ آزما راسخ
۱۴۰ کہ ہستی سے گزر جانے کی طاقت بنکے آتے ہیں ۱۳

مبارک بادہ خواروں کو کہ دن ساون کے آتے ہیں
ہوا بدلی ہے بادل ریشِ قاضی بنکے آتے ہیں

تمھارے تیر رگ رگ میں رگِ جاں بنکے آتے ہیں
گلے سے سینے میں سینے سے دلمیں چھن کے آتے ہیں

جنونمیں دل سے ہیں صدقے تری روزی رسائی کے
کہ میرے سامنے ٹکڑے مرے دامن کے آتے ہیں

بہت بکھری ہوئی زلفیں نظر آتی ہیں راہونمیں
بہت بکتے ہوئے پھندے مری گردن کے آتے ہیں

تری حسرت جب آئی مصیبت ہو کے آئی ہے
ترے ارمان جب آتے ہیں دشمن بنکے آتے ہیں

غضب ہے مفت دل لینا اور اوسپر یوں الجھ پڑنا
کہ گویا دام مجھپر گیسوئے پرفن کے آتے ہیں

بہانا کوسنے کا ملگیا ہے فاتحہ کیسی
وہ دونو ہاتھ اٹھائے سامنے مدفن کے آتے ہیں

لڑکپن دیکھنا کہنے لگے دیکھا جو آئینہ
کھلونے کتنے کو اس رنگ اس وغن کے آتے ہیں

بگڑنے کیلئے زلفیں ہیں لٹنے کے لئے جوبن
مرا ماتھا ٹھنکتا ہے وہ جب بن ٹھن کے آتے ہیں

دل بیتاب میرا دوسرا معشوق ہے گویا
اسے انداز اونکی چلبلی چتون کے آتے ہیں

ترے پیکاں گھلے جاتے ہیں میرے شیشۂ دلمیں
عرق ہو ہو کے رہتے ہیں پری بن بنکے آتے ہیں
یہ مطلب ہے کہ یہ تصویر کہنہ تم سے بہتر ہے
ٹکٹ چسپاں تمہارے نام خط دشمن کے آتے ہیں

۱۶۱	الٰہی اونکا جلوہ ہے کہ پردہ چشمِ راسخ کا چمک جاتی ہے بجلی پاس جب چلمن کے آتے ہیں	۱۱

میرے سینے میں نہیں یار کے خنجر میں نہیں
دم بھی کیا چیز ہے دم بھر میں ہے دم بھر میں نہیں

جز غمِ عشق مژہ کچھ دلِ مضطر میں نہیں
چار کا ٹوٹکے سوا خاک بھی گھر میں نہیں

کسطرح وصلِ بتاں کی ہوں دعائیں مقبول
یعنی وہ مانگ رہا ہوں جو مقدر میں نہیں

جا بجا خاک جو صرصر نے اڑا رکھی ہے
اے فلک دیکھ مری قبر تو چکر میں نہیں

حسرت بوسہ تمنا سے گلے ملتی ہے
عید کا چاند تو ظالم ترے جھومر میں نہیں

گر یہی شرمِ معاصی ہے تو گڑ جاؤں گا
دیکھ لیجے گا کہ بندہ صفِ محشر میں نہیں

چلتے پھرتے وہ چلے آئیں مرے گھر کیونکر
ایسی گردش مری تقدیر کے چکر میں نہیں

گر گیا ہوگا کہیں بچکے ترے قدموں سے
تیرا سایہ جو ترے قد کے برابر میں نہیں

میں وہ مجنوں ہوں کہ سر ہیں مرے طفلانِ ملیح
یہ نمک وہ ہے کہ ہرگز کسی پتھر میں نہیں

گالیاں دیجیے اک ذات کی سو سو ہم کو
کون کہتا ہے مزا حرفِ مکرر میں نہیں

۱۶۲	سانس سینہ میں خلش ساز ہے برمے کیطرح جب سے راسخ وہ جفا کار مری بر میں نہیں	۱۹

دلِ خوں گشتہ پئے دزدِ حنا دیتے ہیں
ہم بلائیں تری لے لیکے دعا دیتے ہیں
غیر کو حکم جو وہ بہرِ حنا دیتے ہیں
جان دینے کو بلاتے ہیں انھیں دم دے کر
جانگر سے لبِ زخمِ جگر زخمِ جگر
بغلی گھونسے کی طرح دستی بھی ڈرتا ہوں
وصل کے قول پہ ٹلتے نہیں مُٹھی لیکن
دیکھ لو ملکے لڑائی کا تماشا ہم سے
راگ لاتا ہے موذن صفتِ مرغِ سحر
حضرتِ خضر ہو پھر قہر نگاہی کیونکر
پڑگئی چاٹ یہ بچپن ہی میں یارب کیسی
ہائے تقدیر سمجھ لیتے ہیں وہ شادی مرگ
بوسہ دستِ حنائی پہ رنگے خونیں ہاتھ
غش ہوں اُس مصحفِ رُخسار پہ چشم بددور
اُٹھے جلد وہ دلِ ناداں سے یہ کہکر شبِ وصل
ساقیا دیکھ وہ گھنگھور گھٹائیں اُٹھیں
وصلِ دشمن کی خبر دیتی ہے چربی کچھ کچھ
منسے بوسے کی توقع نہ وفا کی اُمید

یہ ہمیں ہیں کہ تمھیں لعل لگا دیتے ہیں
سوچ لی دلمیں کہ کیا لیتے ہیں کیا دیتے ہیں
مہندی ملکر مرے تلووں سے لگا دیتے ہیں
اپنے مرنیکی خبر روز اُڑا دیتے ہیں
خنجرِ یار ترے دم کو دعا دیتے ہیں
یہ وہ حضرت ہیں کہ مل جُلکے دغا دیتے ہیں
مجھسے کہتے ہیں مرگئے تو ہم تمھیں کیا دیتے ہیں
دلسے ملجاؤ تو ہم جان لڑا دیتے ہیں
آپ اِن جانوروں کو بھی پڑھا دیتے ہیں
تیوری وہ مرے مدفن پہ چڑھا دیتے ہیں
حرفِ مطلب وہ مرے خط کے مٹا دیتے ہیں
مجکو یاسین شبِ وصل سُنا دیتے ہیں
یعنی سرسوں وہ ہتھیلی پہ جما دیتے ہیں
پاس والے مجھے قرآں کی ہوا دیتے ہیں
ٹھیر کمبخت تجھے صبر منگا دیتے ہیں
مول برسات میں پانی کا گھٹا دیتے ہیں
کچھ پتا آپکے نقشِ کفِ پا دیتے ہیں
یوں بھی راضی ہو کہ دل نامِ خدا دیتے ہیں

۱۶۳

طلب دل پہ وہ کہتے ہیں بگڑ کر راسخ
پھر تو کہہ ٹھیر تو جا پاس تو آ دیتے ہیں

۱۳

عشق تجھے زلفِ پرخم کیا کریں
چھیڑ کر برہم کو برہم کیا کریں

میرے مرنیکا وہ ماتم کیا کریں
مرنے والا مر گیا غم کیا کریں

کسطرح کاٹیں شبِ غم کیا کریں
تیغ بھی ملتی نہیں ہم کیا کریں

روزِ محشر ہو گیا ہے سامنا
دیکھئے وہ ہوکے برہم کیا کریں

پیتے ہیں زمزم سمجھکر گاہ گاہ
ساقیا اب اس سے بھی کم کیا کریں

اونکی ٹھوکر بھی نہیں ہوتی نصیب
کھائیں کیا رزّاقِ عالم کیا کریں

آبروئے ضبط تھی موتی کی آب
کیا کریں اے چشمِ پُرنم کیا کریں

اونکی پٹی ہے علاجِ زخمِ دل
چارہ گر اب فکرِ مرہم کیا کریں

ہے حیا بھی ہمرہِ جوشِ شباب
وہ کسی محرم کو محرم کیا کریں

مجھسے بیمارِ فراقِ یار کو
دم نہ دیں تو ابنِ مریم کیا کریں

اے دلِ پُرسوز لیکر تجکو ہم
چل پرے ہٹ در جہنم کیا کریں

ہوگئے ہیں جو ترے کوچے کی خاک
نسخۂ اکسیرِ اعظم کیا کریں

۱۶۴

مرگِ راسخ کی خبر سُن کر کہا
مر گیا اچھا ہوا ہم کیا کریں

۱۱

بلہوس وقت پہ مقتل سے ہٹے جاتے ہیں
سایۂ خنجرِ قاتل سے کٹے جاتے ہیں

بوسہ دیتے ہوئے ڈرتے ہیں ہٹے جاتے ہیں
فرطِ حسرت سے مرے ہونٹ پھٹے جاتے ہیں

خلد میں خنجرِ سفّاک لئے جاتا ہے	جتنے مشتاقِ شہادت ہیں چھٹے جاتے ہیں
کرکے بسمل مجھے کہتی ہے زبانِ خنجر	زندگی شرط ہے یہ دن بھی کٹے جاتے ہیں
ساقیا وام یہ تکرار ہے واعظ سے تو کیوں	رمضاں آنے دے سبو جام پٹے جاتے ہیں
چھانٹ تو تم بھی کہ ارماں ہیں مرے تازہ شہید	ورنہ عدو میں مری جان بٹے جاتے ہیں
موجۂ بادِ خزاں تھا ہے یہ بلبل کے لئے	اس چھری سے پر پرواز کٹے جاتے ہیں
ملگئے خاک میں اے رشکِ محبت ہی ہم	ہم غبارِ دلِ دشمن میں اٹے جاتے ہیں
فاقہ مستی نے بڑھایا ہے خمارِ حسرت	دیکھ کر رند گھٹا ان کو گھٹے جاتے ہیں
وہ تصور میں ہیں عشاق کے تقدیق صفت	پارہ پارہ ہیں جگر سینے پھٹے جاتے ہیں

۱۷۵ — ہم ہیں راسخ ترے پہلو سے نہ ٹلتے لیکن / تجکو ہٹ ہے تو مری جان ہٹے جاتے ہیں — ۱۱

ادا سے جان لیتے ہیں وفا سے جان لیتے ہیں
پس کشتن وہ مرنے والے کو پہچان لیتے ہیں
شکستِ شیشۂ توبہ نہیں بیکار اے واعظ
اسی ٹوٹے ہوئے برتن میں میکش چھان لیتے ہیں
مری تقدیر دشمن کا مقدر کیا گلہ ان کا
کسی پر جان دیتے ہیں کسی کی جان لیتے ہیں
شبِ وعدہ سحر کردی یہ کہتے کہتے اس بت سے
کسی کمبخت کی بھی بھولے جو کے مان لیتے ہیں

فرشتے جس سے دبجائیں فلک ہو پشت خم جس سے
وہ بارِ عشق سر پہ حضرتِ انسان لیتے ہیں

دلِ مضطر وہ پہلو میں ہیں اب بوسونکی کیا جلدی
ارے کمبخت لیتے ہیں ارے نادان لیتے ہیں

بچا رکھا ہے مرگِ ناگہاں سے جان کو قاتل
ترے جانباز سرِ دیگر ترا احسان لیتے ہیں

سحر کو روز توبہ کرتے ہیں پی پی کے راتوں کو
قدح کش ہول واعظ سے نیا ایمان لیتے ہیں

دبے فتنے قیامت بنکے اٹھتے ہیں قیامت ہے
وہ جب انگڑائیاں لے لیکے سینہ تان لیتے ہیں

ترے پیکاں مرے سینے میں ہیں پھانسیں کلیجے کی
ہزاروں چٹکیاں دلمیں مرے ارمان لیتے ہیں

نہ کیجے وصل پر ضد مان لیجے بات راسخ کی
یہ حضرت کر گزرتے ہیں جو دلمیں ٹھان لیتے ہیں

کیا غضب ہے یار ہو مے ہو گھٹا ہو میں نہ ہوں
ہائے دشمن کے لئے خذ ما صفا ہو میں نہ ہوں

کیوں مری افتادگی بھاتی نہیں اوس شوخ کو
پانوٗ پڑنے کے لئے کیوں پائنچا ہو میں نہ ہوں

دیکھیو پیرِ مغاں اے چارہ سازِ دردِ دل
جس مریضِ غم کی سلغر میں دوا ہو میں نہ ہوں

ہائے میری خفتہ بختی کی خرابی ہمنشیں
وہ بغل میں لے کے تکیہ سو رہا ہو میں نہ ہوں

بعدِ کشتن ہوتے ہیں غیروں نے میرے تذکرے
حیف ہے یاروں کا طوطی بولتا ہو میں نہ ہوں

ہاتھ اوٹھا کر کوستا رہتا ہے وہ بدخو مجھے
اے اجل اب میرے مرنے کی دعا ہو میں نہ ہوں

بعدِ کشتن یوں کسی کی حسرتوں کا خون ہو
وہ ستمگر مجکو گھر گھر ڈھونڈھتا ہو میں نہ ہوں

بختِ خفتہ کو تھپک کر میں نکلجاؤں کہیں
یا الٰہی یہ ہو ٹوٹا بوریا ہو میں نہ ہوں

مٹگیا ہے مٹتے مٹتے میرے مٹنے کا نشاں
کیا تعجب ہے کہ جب محشر بپا ہو میں نہ ہوں

مر ہی جاؤں غیر سے دیکھوں جو گرمِ اختلاط
یا الٰہی جب وہ دشمن آشنا ہو میں نہ ہوں

کر گیا ہے قتل مجکو خواب میں راسخ وہ شوخ
۱۷۷ تا کہ لذتِ آشنا میرا گلا ہو میں نہ ہوں ۱۷

قدم لیتے ہیں فتنے جسطرف سے ہو گزرتے ہیں
قیامت سر جھکاتی ہے جہاں وہ پانو دھرتے ہیں
زہے تقدیر بلبل وہ قفس کو باغ کرتے ہیں
کترنے بیٹھتے ہیں پر تو گویا گل کترتے ہیں
نمک ملتا نہیں قاتل تو ٹھنڈے سانس بھرتے ہیں
دہانِ زخمِ بسمل آدمی کا کام کرتے ہیں
مریں جو زلف و غبغب پر وہ کب مرنے سے ڈرتے ہیں
بچے گر سانپ کے منہ سے کنوئیں میں ڈوب مرتے ہیں
قتیلِ چشمِ فتاں کی شہادت دیتے ہیں قاتل
کھلے ہیں پھول نرگس کے ہرن تربت پہ چرتے ہیں
ہیشہ خارِ رشکِ غیر سے چھالے مرے دل کے
بُرو نکی جان کو رو بیٹھتے ہیں صبر کرتے ہیں
کسیکی تاب لے لیکر تری زلفیں چمکتی ہیں
کسیکے ہوش بن بن کر ترے گیسو بکھرتے ہیں
شکایت پر جگر کی دلسے کہتا ہے لب پیکاں
تری زخمونکا بھرنا ہم بڑی مشکل سے بھرتے ہیں
نکلتا آتا ہے جوبن جوانی ابھری آتی ہے
مری حسرت نکلتی ہے مرے ارمان ابھرتے ہیں

سما جائینگے لیکر بارِ عصیاں جیتے جی یارب
زمیں کا سینہ پھٹتا ہے جہاں ہم پانُو دھرتے ہیں

خطا میری کہ بیٹنے کہدیا رشکِ پری اُن کو
جھجکتے ہیں اب اپنے سائے سے وہ آپ ڈرتے ہیں

مری آنکھوں میں رہیئے یا مرے دلمیں کرم کیجے
ہمیشہ تمسے نازک شیشۂ مخلونئیں اُترتے ہیں

کسی کو زندگی جنت کسی کو موت ہے راحت
کوئی جینے پہ جاں دیتا ہی ہم مرنے پہ مرتے ہیں

وصیت حُسنِ لیلےٰ کو یہ کی تھی عشقِ مجنوں نے
سیہ قسمت ہمیشہ سانولی صورت پہ مرتے ہیں

کہا کس ناز سے اُس شوخ نے صبحِ شبِ فرقت
ترے دل تو نہیں ہیں ہم کہ ٹھیرائے ٹھہرتے ہیں

دلِ بیتاب سو لی پر ہے عشقِ قدِّ خوباں سے
ذرا سی جان پر صدمے قیامت کے گذرتے ہیں

۱۷۸ یقیں ہے حضرتِ راسخ اگر اللہ نے چاہا
اُنھیں اندا اختہ کرلیں گے جو انداز کرتے ہیں ۱۴

تمسے حالِ دلِ بیمار کہوں یا نہ کہوں حالتِ حسرتِ دیدار کہوں یا نہ کہوں	پھر بقدرِ سرِ گفتار کہوں یا نہ کہوں آنکھ کو روزنِ دیوار کہوں یا نہ کہوں

کعبہ و دیر کو آج ایک کروں یا نکروں	یعنے وحدت کے کچھ اسرار کہوں یا نہ کہوں
سنبل و مار و بلا شام و کمند و زنجیر	پھبتیاں زلف پہ دو چار کہوں یا نہ کہوں
شب کہیں جا لگے ہو دشمن کا نصیبا بن کر	اب تمہیں دولت بیدار کہوں یا نہ کہوں
کہتے کیا حکم ہے سب آپکے انداز ستم	داور حشر سے سرکار کہوں یا نہ کہوں
رات جس حال میں دیکھا ہے تمہیں غیر کے ساتھ	میری آنکھیں ہیں گنہگار کہوں یا نکہوں
سیکڑوں سنکے بھی وعظ کی الہی توبہ	کہدو انصاف سے دو چار کہوں یا نہ کہوں
مجھکو کیا گوں مرے مطلب کی سنو یا نہ سنو	کام کہنے سے ہے سو بار کہوں یا نہ کہوں
قصہ ہجر میں ہے درد مجھے عادت ضبط	چپ ہوں یا زہوں یا رکہوں یا نہ کہوں
ہے محبت کی علامت دم سرد و رخ زرد	کہتے ہیں یہ آثار کہوں یا نہ کہوں
کہوں بگڑتے ہو کہو تمسے علاقہ کیا ہے	ہیں رقیب نکو ستمگار کہوں یا نہ کہوں

۱۶۹	سہل و مشکل ہے عجب طرز کلام راسخ ایسی ترکیب کے اشعار کہوں یا نہ کہوں	۵

موسم گل میں مرے زخم چھلے جاتے ہیں	یعنے مرجھائے ہوئے پھول کھلے جاتے ہیں
سخت دل نذر کیا کرتی ہے چشم پرخوں	میری قسمت کے جو ٹکڑے ہیں ملے جاتے ہیں
بوسے آئینے کے لیتے ہیں وہ اللہ رے کمال	اور نزاکت یہ غضب ہونٹ چھلے جاتے ہیں
میں کفن پھاڑ کے تربت سے نکلجاؤں گا	ہاتھ چلتے ہیں مرے پاؤں ملے جاتے ہیں

۱۸۰	شکوہ جور یہ نہیں دیتے ہیں جب وہ راسخ ہاتھ سے حضرت دل دل سے گلے جاتے ہیں	۱۷

ضبطِ نہاں سے سوزِ تپِ غم عیاں نہیں
یہ کس بلا کی آگ ہی جسمیں دھواں نہیں

ای یاس اب تو طاقتِ ضبطِ فغاں نہیں
یا ہم نہیں زمین پہ یا آسمان نہیں

سو ہاتھ کی زباں ہے تری گو دہاں نہیں
میں وہ غریب ہوں کہ مرے منہ میں زباں نہیں

تو اپنی شوخیوں سے وہاں ہے جہاں نہ تھا
میں اپنی بیخودی سے جہاں ہوں وہاں نہیں

تم ہو ستم شریک تو ہمکو نہیں گلہ
ہاں ہاں جفا پسند نہیں آسمان نہیں

خنجر نہ اوٹھ سکے تو مجھے صاف دو جواب
تیغِ زباں پہ عذرِ نزاکت گراں نہیں

واعظ سما گئی ہی خدائی تو میں بھی
یہ مہرباں نہیں تو خدا مہرباں نہیں

تم کسکو قتل کرنے چلے ہو یہ کھول دو
خنجر تو باندھے ہو کمر کا نشاں نہیں

ہستی مری یہی ہے کہ ہوں نیستی پسند
میرا یہی نشان ہے کہ میرا نشاں نہیں

ہر لحظہ ہے وہ غیرتِ یوسف نگاہ میں
آنکھیں ہماری آنکھیں ہیں اندھا کنواں نہیں

بالفرض گر وہ قتلِ عدو پر ہوں مستعد
کہدے زبانِ تیغ دمِ امتحاں نہیں

اللہ رے نیم جلوہ سے وارفتگی مری
میں خود کو ڈھونڈتا ہوں کہاں ہوں کہاں نہیں

انعام در کنار کہ تنخواہ ضبط ہے
بوسے کبھی نصیب تھے اب گالیاں نہیں

وعدہ پہ وصل کے نہیں کھاتا وہ بت قسم
ای رشک شکر ہے کہ خدا درمیاں نہیں

کیا لطف جا پہ کا کہ ادھر ہو ادھر نہ ہو
کیا عشق کا مزا کہ یہاں ہے وہاں نہیں

آہیں ہماری برق سہی لیکن ای پری
کانوں میں ٹھہر جائیں یہ وہ بجلیاں نہیں

١٨١
راسخ ہمیشہ داغوں سے سینہ ہے لالہ زار
میرے سدا بہار چمن میں خزاں نہیں
١٧

میں وہ دہن ہوں نام کو جسمیں زباں نہیں — میں وہ زباں ہوں جس میں کبھی حرفِ فغاں نہیں

دل لے کے گر ملے وہ ستمگر زیاں نہیں — سودا گرانِ عشق یہ سودا گراں نہیں

کس دل پہ صدمۂ ستمِ مہوشاں نہیں — کس لب پہ الحفیظ نہیں الاماں نہیں

اللہ رے رحم کہتے ہیں کہکر امیری نعش — یہ مردہ قابلِ ستمِ آسماں نہیں

وعدہ وصال کا نہیں گالیاں ہی ہی — کچھ بھی ہمارے لئے منہ میں ہاں نہیں

سرمہ کو بھی جگہ نہ ملی جسکی آنکھ میں — اغیار خود سبک ہیں کہ اوسپر گراں نہیں

کس طرح سوزِ غم کا ہوں چارہ گر وصال — چھالے پڑے ہیں منہ میں مگر گھنگنیاں نہیں

کیا لطف منہ زبانی سوال و جواب کا — قاصد کے منہ میں میری تمھاری زباں نہیں

تکئے سے سر اٹھے نہ اٹھے فرطِ ضعف سے — لیکن بتونکے ناز اٹھانے گراں نہیں

سینہ نہیں ہے یہ دلِ مرحوم کی ہے قبر — ٹکڑے ہیں پیرہن کی مگر دھجیاں نہیں

دل ایک بوسے پر بھی گراں ہے تو پھیر دو — کچھ ایسی ویسی شے نہیں سستا سنا نہیں

لیتا ہوں درد اٹھونگا لیکر عصائے آہ — لیکن اب آہ کرنیکی بھی مجھ میں جاں نہیں

وقتِ ستم ہے جان تو صرفِ جفا ہے دل — منہ میں زباں نہیں کہ مگر لب پہ فغاں نہیں

دل لیکے ہیں خموش وہ دینے کی نام سے — بوسہ نہیں دلاسے نہیں گالیاں نہیں

کسنے پڑھا دیا تجھے طفلی میں لام الف — سیکھی ہے کس سے ابت نامہرباں نہیں

سینہ پہ رکھکے دستِ تسلی نہ پوچھئے — اب کیا بتاؤں درد کہاں ہے کہاں نہیں

١٨٢	بعدِ فنا کسیکو نہیں پوچھتا کوئی راسخ یہ سچ ہی جان نہیں تو جہان نہیں	١٧

جو تم پہ مرتے ہیں موت تک کے کنارے ہیں
شہید غم نے بہت ہاتھ پانو مارے ہیں
اثر یہ کچھ ہے مرے جان سخت سینے کا
رلا رلا کے نہ ملنے دو خاک میں آنسو
ہمارے ساتھ ہی غیروں نے تم کو ہے نسبت
چھری رقیب کو خنجر مجھے عنایت ہو
لہو کے پسینے کی بوندیں ہوئیں طلائی رنگ
خدا کی ہاتھ پا ہو گئے خدا کی سنوار
ڈریگا عرصۂ محشر سے کون اے واعظ
کسی کی زلف معنبر میں شانہ کش ہی کوئی
کیا تھا قتل جو تم نے تو موت آ پہنچی
کہو تو کہہ دوں ذرا سا ہی ہجر کا قصہ
لگا کے سرمہ بہت شوخ چشمیاں تیری
تمہارے تیر ہیں دل میں کہ شیشے میں پریاں
نظر لگی تھی کہ ٹوٹی تڑاق سے بوتل
نکل نکل کہیں ایسا تڑپ تڑپ کے نکل

کہ بے ٹھکانے نہیں دو بناہیں سہارے ہیں
اک اور وار ہو قاتل تو وارے نیارے ہیں
کہ پان جو تری محرم میں ہیں کرارے ہیں
یہ سخت دل میں مرے انگھڑیونکے تارے ہیں
ہمارے پیارے ہو تم وہ تمہارے پیارے ہیں
ادھر نظارے ہیں تیرے ادھر اشارے ہیں
کہ قطرے جتنے دوپٹے میں ہیں ستارے ہیں
پہ کتنے شانے گیسو ترے سنوارے ہیں
کہ ایسے سیکڑوں میدان ہم نے مارے ہیں
کسی کے سینے پہ ہیں سانپ سر پہ آرے ہیں
تمہارے پیارے نہیں ہم خدا کے پیارے ہیں
گزارش اتنی ہے ہم مر کے دن گزارے ہیں
نہ ہے طلسم کہ کالے سرن چکارے ہیں
خدا کے گھر میں تو مہماں اتارے ہیں
یہ تاک تاک کے زاہد نے تیر مارے ہیں
ابھی ابھی وہ گئے ہیں ابھی سدھارے ہیں

چلو ہو کہیں پر آج سے فیصلہ کر لو
نہ تم ہمارے ہوا ہے نہ ہم تمہارے ہیں

دل لئے بیٹھے ہیں مسرور نظر آتے ہیں
دور ہیں صاحب مقدور نظر آتے ہیں

زخم مے نوشونکو انگور نظر آتے ہیں
آبلے ساغر بلور نظر آتے ہیں

وصل میں بھی مجھے مغرور نظر آتے ہیں
اللہ اللہ وہ بہت دور نظر آتے ہیں

دلمیں رہ کر بھی وہ مستور نظر آتے ہیں
پاس بیٹھے ہیں مگر دور نظر آتے ہیں

لخت دل ہیں مری پلکو پہ ترے تیر یہ دل
دار پر صورت منصور نظر آتے ہیں

سخت جانی سے یہ کہتے ہیں لب زخم جگر
ہاتھ قاتل کے تو بھرپور نظر آتے ہیں

کاٹ لی قتل سے پہلے ہی زبان فریاد
کچھ نرالے ترے دستور نظر آتے ہیں

بام پر بیٹھے ہیں وہ آج بھبوکا بن کر
کہدو موسیٰ سے سر طور نظر آتے ہیں

دیکھنے والوں کی نظر ونسے ہیں وہ بھی حیران
ایکساں ناظر و منظور نظر آتے ہیں

پاس وہ بت ہی شب وصل مگر ہوش مرے
صبح سے پہلے ہی کافور نظر آتے ہیں

میں ہی شیدا ہی آپ وہی غیر وہی
سائے دستور بدستور نظر آتے ہیں

صورت مردمک دیدۂ حیران مجکو
چشم ہر زخم میں ناسور نظر آتے ہیں

محتسب کی یہ عنایت ہے کہ صہبا کا نشا
ساقیا شیشے مجھے چور نظر آتے ہیں

طالب وصل ہیں جو ناز اٹھا کر تیرے
کیسے عاشق مجھے مزدور نظر آتے ہیں

آئنہ خانۂ دنیا میں رہی جنکی تلاش
دلمیں وہ دیدۂ بددور نظر آتے ہیں

معجزہ دیکھ لیا ہے یہ شب فرقت کا
مجکو تارے شب دیجور نظر آتے ہیں

۱۸۴	شکر ہے آج تو مسجد میں جناب راسخ مے پئے بیٹھے ہیں مخمور نظر آتے ہیں	۱۹

ہو بستیں تم عاشقوں کے دھیان میں
دیدۂ بینا میں دل میں جان میں

شور ہے ہر سو یہہ گورستان میں
کچھ نہیں ہے کچھ نہیں انسان میں

اے مہ کامل وہ بت ہے زیب بام
مہرباں اب آئیے میدان میں

رخ پہ خالِ سرمہ دستِ غیر کا
ہے غلط نقطہ ترے قرآن میں

بوسے دیکر پھیر لینا دو کے چار
آپ کے دشمن رہیں نقصان میں

تیری چوٹی گر یونہیں بڑھتی رہی
بن چکا موباف سارے تھان میں

تجھسے اے شمشاد قد زلفیں تری
قد آدم بڑھ گئیں لمبان میں

دیکھیں یوسف کو بٹھا کر ترے پاس
سورۂ یوسف ہے کسکی شان میں

آنکھ کے ڈھیلے ہوں پردے ہوں بتو
روزن دیوار میں دالان میں

تمنے مٹی دی مجھے ہے غضب
دبگیا میں حشر تک احسان میں

خواب شیریں مل گیا گر بخت سے
گھول دونگا دیدۂ دربان میں

قیمت دل بوسہ ہو یا گالیاں
دیدے جو آئے تیرے ایمان میں

عبدہٗ لکھے گا تم کو ہر حسین
کاش پھر نیلام ہو کنعان میں

دل نے سیکھی ہیں تونکی شوخیاں
حوصلے ہیں یہ ذرا سی جان میں

دیدۂ حیراں ہے اوسکی آرسی
کس قدر ہے دید کے ارمان میں

تیرے رخ پر سبزۂ خط کی نمود
خضر پانی دے رہا ہے دھان میں

دیکھ اے غارتگرِ ہوش الغیاث
آچلا ہے اختلال اوسان میں

کاش تم بیٹھے گلیجے کو ملو
چٹکیاں لوں میں تمھاری ان میں

۱۵	حسنِ معنی عشقِ راسخ دردِ دل ساری باتیں چاہئیں انسان میں	۱۸۵

داخل اُس کا عشق ہو ایمان ہیں — بڑھ گیا اک رکن پنج ارکان میں

مرگِ دشمن سے نہیں سب بالیاں — حلقۂ ماتم تمھارے کان میں

عکسِ گلرنگ بناگوشِ بتاں — لعل بن کر رہ گیا ہے کان میں

دل کو گر کھینچوں تو آہیں جا رہیں — بجلیاں ہو کر تمھارے کان میں

اللہ اللہ لطف کی سرگوشیاں — پھونک رکھا ہے تو سنکے کان میں

بالیوں کے واسطے موتی نہ لو — غیر کی کوڑی نہ ڈالو کان میں

چرخ سے بالا ہوئے نالے مرے — کیوں نہیں پہنچے تمھارے کان میں

جا رہوں گا غم سے تنکا ہو کے میں — چشمِ دشمن میں تمھارے کان میں

ہے غضب چڑھتی جوانی کا ابھار — یہ نہ کچھ کہدے تمھارے کان میں

تیرے بالے میرے دردِ آہ سے — نیلے ڈورے بن گئے ہیں کان میں

رکھ بھی لو ننھا سمجھ کر دل کو تم — ڈال لو بندہ بنا کر کان میں

یوں نہ سنئے گال پر رکھیے ہاتھ — بات کہنی ہے تمھارے کان میں

دل کو تھاموں یا تمھیں کیا کیا کروں — وہ مرے بس میں نہ یہ امکان میں

کیا گیا گذرا ہے محبا نیم جاں — نیم کا تنکا نہ ڈالو کان میں

۹	گردشِ تقدیر راسخ بڑھ گئی پہنے ہیں اُس بت نے بالے کان میں	۱۸۹

پھنسا ہے جب سے دل زلفِ پریرویانِ مہوش میں
برنگِ شانۂ صد چاک رہتا ہے کشاکش میں

مجھی پر تم بھویں تانو - نگاہیں قہر کی بدلو
نہ رکھو میان میں خنجر - نہ چھوڑو تیر ترکش میں

وہ بسمل کر کے مجکو رونے بیٹھے کھولکر زلفیں
بھرینگے مشک بھی شاید مرے زخمِ نمک چش میں

فرشتہ موت کا تھا یا پری یا حور یا اللہ
کہ شامِ مرگ سے تا صبحِ محشر میں ہا غش میں

بُرا ہو خود ستائی کا گزر جاتے ہیں اب یارب
اک اوچھے وار پر دو دو وہیں قاتل کو عش عش میں

لگا کر آنکھ میں سُرمہ کروگے قتل عالم کو
مریجاں تمنے خنجر دیدیا ہے دستِ میکش میں

شرابِ ناب میں غوطے دئے جاؤنگا ای واعظ
تری تصویر کھچواؤں گا میں جامِ منقش میں

جدا تم کیوں نہ ہو مجسے مریجاں فرق ہوتا ہے
جفا جو میں وفا جو میں ستمگر میں ستم کش میں

۱۸۷ کسی سے دل لگا کر پھنس گئے ہیں حضرتِ اتنخ
بلاؤں میں اذیت میں مصیبت میں کشاکش میں ۱۱

قتل مجکو کر دیا۔ صد آفریں صد آفریں
اے ستمگر واہ وا صد آفریں صد آفریں

دیکھ کر صورت تری کہتا ہے نقاشِ ازل
مرحبا صد مرحبا صد آفریں صد آفریں

اے جمالِ چہرہ آرائے عرب کیا بات ہے
واہ وا صلِ علا صد آفریں صد آفریں

پیتے ہی واعظ نے شب پیرِ مغاں سے کہدیا
ہات لا مردِ خدا۔ صد آفریں صد آفریں

چور بنکر رہ گیا۔ زخموں میں دل کے مِل گیا
واہ رے دزدِ حنا صد آفریں صد آفریں

حضرت دل تمنے بحرِ عشق میں پھینکا مجھے
رہبری میں کی دغا صد آفریں صد آفریں

سچ کہا ہے ناؤ یہ کسنے ڈبوئی خضر نے
تیرے صدقے رہنما صد آفریں صد آفریں

مینے تمسے کی وفا۔ نفریں ہے مجھ پر لاکھ بار
تمنے کی مجھ پر جفا صد آفریں صد آفریں

عرش کتنی دور ہے یہ آگیا وہ آگیا
اور بڑھ آہِ رسا صد آفریں صد آفریں

دستِ قاتل مرحبا شاباش کیا کہنا ہے واہ
بن گیا دستِ دعا صد آفریں صد آفریں

۱۸۸ تو نے راسخ کو بھی سمجھا ہے رقیبِ دو رنج
اے بتِ دیر آشنا صد آفریں صد آفریں ۱۳

جنسِ دل کی گر خریداری نہیں
میری شئ دیدو مجھے بھاری نہیں

ہو وفا سے گر تمھیں پرہیز ہے
مجکو بھی مرنے کی بیماری نہیں

ہے دلِ ویرانکدہ گھر آپ کا
اِس مکاں کی چار دیواری نہیں

شیشۂ محلوں کی ہے یہ دختِ رز
ایسی ویسی کوئی بازاری نہیں

جان ہم دیتے ہیں کس شوخ پر
کس گھڑی مرنے کی تیاری نہیں

سخت جانوں کے گلے سے کیوں ہے عار
آپ کا خنجر اگر آری نہیں

بوسہ دینے کا ہے تمکو اختیار
بات سننے میں گنہگاری نہیں

کھینچ لے اس بت کو جذبِ نیم اثر
میری رات آدھی سہی ساری نہیں

جھوٹی قسمیں کھا کے تم دل لے گئے
یہ تو عیاری میں عیاری نہیں

ہے جفا کاری میں قاتل کا تمام
لاکھ زخموں میں کوئی کاری نہیں

کہتے ہیں وہ مرتے ہو کیوں ہجر میں
جیتے ہو کیوں جان گر پیاری نہیں

الحمد اے خود نمائے بزمِ شوق
مجھ میں تابِ خود نشیں داری نہیں

۱۸۹ خونِ فاسد کہتے ہیں راسخ اسے
چشمِ تر سے جو لہو جاری نہیں ۱۱

جزاک اللہ قاتل مجھہ پر احساں ہوتے جاتے ہیں
نکلکر تیر چٹکی سے رگ جاں ہوتے جاتے ہیں

کبھی ٹکڑے کئے ہمنے کبھی پرزے کئے اوسنے
ہمارے خط ہمارے جیب و داماں ہوتے جاتے ہیں

نہ مشتاقِ شہادت ہی نہ دشمن خوگرِ آفت
وہ مجکو روتے جاتے ہیں پشیماں ہوتے جاتے ہیں

الٰہی زخم بھرتے ہیں تو ناخن اور بڑھتے ہیں
ہمارے عقدہائے مشکل آساں ہوتے جاتے ہیں

نہ وقف دامنِ جاناں نہ صرفِ دیدۂ دشمن
عبث ہم غیرتِ خارِ مغیلاں ہوتے جاتے ہیں

اترتے جاتے ہیں دلمیں کھُبے جاتے ہیں نظروں میں
خدنگِ نازِ پنہاں رازِ پنہاں ہوتے جاتے ہیں

قیامت کی ہی آئینہ میں برپا عکسِ کاکل نے
بلائیں لیتے جاتے ہیں پریشاں ہوتے جاتے ہیں

سیہ مستونکی جھوٹی اب چھڑک لیتے ہیں کپڑوں پر
جنابِ شیخ بھی کچھہ مسلماں ہوتے جاتے ہیں

کہا جب مینے تم تو دشمنونکے ہوتے جاتے ہو
تو جھنجھلا کر یہ فرمایا کہ ہاں ہاں ہوتے جاتے ہیں

رقیبوں کا گلہ کیا ہو فلک کی کیا شکایت ہو
مرے ارمان بڑھ کر دشمنِ جاں ہوتے جاتے ہیں

جنوں لحظہ بلحظہ ہوتا جاتا ہے ترقی پر
پری کا سایہ مجھ پر سنگِ طفلاں ہوتے جاتے ہیں

خطائیں بوسۂ دشمن کی بڑھتی جاتی ہیں ہر شب
ترے گیسو برنگِ فردِ عصیاں ہوتے جاتے ہیں

دکھائے گی عدم یادِ دہن فکرِ کمر راسخ
۱۵ مہیا غیب سے مرنے کے ساماں ہوتے جاتے ہیں ۱۹۰

کہاں تھے شب اِدھر دیکھو حیا کیوں ہے نگاہوں میں
اگر منظور ہے رکھ لو مجھے جھوٹے گواہوں میں

ستم کش تاڑ لینگے دیکھنا تم کو نگاہوں میں
گھرے بیٹھے رہو گے حشر کے دن دادخواہوں میں

پناہ اللہ کی سودا زدوں سے دشتِ وحشت سے
جگہ سائے کو بھی ملتی نہیں ان بے پناہوں میں

تعجب کیا ہے نکلے کوئی دن میں مانگ بھی ٹیڑھی
غضب کا بانکپن دیکھا ہے ہم نے کج کلاہوں میں

وفورِ گریہ سے اندھیر ہے جاتی رہیں آنکھیں
نہ اب روغن چراغوں میں نہ اب پانی ہے چاہوں میں

نظر مجھ سے چرا کر منہ چھپا کر۔ کہتے جاتے ہیں
کہ یہ چوری بھی لکھی جائے گی تیرے گناہوں میں
نہ میں عرشِ بریں پر ہوں میں فرشِ زمیں پہ ہوں
مری ہستی ہے گویا نیستی میری نگاہوں میں
لبوں کے بوسے دیدیکر عدو کو کیوں مکرتے ہو
زباں شامل نہ ہو جائے کہیں جھوٹے گواہوں میں
عدو مل جل کے گر مجھسے کریں نالے تو اچھا ہو
ملے دادِ ستم اِنکا اگر ہو داد خواہوں میں
حجابِ دیدۂ خود بیں حجابِ خاطرِ بد بیں
پڑے رہتے ہیں یہ پردے تمھاری جلوہ گاہوں میں
موحّدہ ہوں گر میں سرِ وحدت کا نئیں کہدوں
موذّن بتکدوں میں ہوں برہمن خانقاہوں میں
ہماری طرح تم پر بلہوس کیوں مر نہیں جاتا
اگر ہے جاں نثاروں میں اگر ہے خیر خواہوں میں
الٰہی وہ ابھی کم عمر ہیں۔ آسے اگر آئے
دعا رہ رہ کے ہونٹوں تک اثر تھم تھم کے آہوں میں
دبا کر رکھ لیا ہے چال میں محشر کے فتنوں کو
جگا کر رکھ لیا ہے شوخ نے جادو نگاہوں میں

سناؤں گا یہ غزلیں شاہِ آصفجاہ کو راسخ
۱۵ کہ ہوتی ہے ہمیشہ قدرِ جوہر بادشاہوں میں ۱۹۱

ہمیشہ جلوۂ محشر رہا میری نگاہوں میں
لگا رکھا ہے نالوں میں چھپا رکھا ہی آہوں میں

بروزِ حشر اے بُت دھجّیاں ہو جائے گا دامن
لبِ ہر زخم شامل ہو گیا گر دادخواہوں میں

سیہ کاری مری بجائے رشکِ گیسوئے خوباں
قیامت کو چھپا بیٹھا رہوں یارب گناہوں میں

قیامت ہی کا وعدہ کر کے دیکھو میں دکھا دوں گا
مرے نالوں میں محشر ہے قیامت میری آہوں میں

مرے چاکِ گریباں سے سرِ محشر وہ کہتے ہیں
ہمیں ہم ہیں جو یہ منہ پھٹ نہو تیرے گواہوں میں

جگر بھی خوش ہے دل بھی خوش کہیں بیٹھیں کہیں نکلیں
غضب کی میٹھی چھریاں ہیں تری نیچی نگاہوں میں

رقیبوں سے بخیر انجام ہو آغازِ الفت کا
سمجھ لے فرق ہے اے شوخ چاہوں میں نباہوں میں

صنم آمد کا غل ہو شور ہو حق ہُو تماشا ہو
مرے جی میں ہے بتخانے بنا دوں خانقاہوں میں

یہ جوشِ حسرتِ دیدار ہے یہ شوقِ پابوسی
ترے نقشِ قدم آنکھیں بچھا جاتے ہیں راہوں میں

مرے خطِ جبیں میں - لوح میں اعمال نامے میں
سیاہوں میں رقم ہے نام میرا روسیاہوں میں

دلِ صد چاک عشقِ گیسوئے پُرخم معاذ اللہ
قدم رکھتے نہیں اسکے خانہ برباد ایسی راہوں میں

مجھے کیا خوف طولِ دفترِ عصیاں سے اے واعظ
کہ میں نے داورِ محشر کو رکھا ہے گواہوں میں

مے و شاہد کی مدت میں لگی ہے چاٹ زاہد کو
الٰہی اور بڑھ جائے مزہ ایسے گناہوں میں

نہ کیجے گا نظر بازوں سے دعوے لن ترانی کا
مری آنکھوں کے پردے ہیں تمہاری جلوہ گاہوں میں

۱۹۳ وہی راسخ تو ہیں کل تک جو بتخانے کے درباں تھے
بنے بیٹھے ہیں حضرت چار دن سے دیں پناہوں میں 19

داغ سینے پہ مرے جتنے ہیں سب تارے ہیں
اور بڑھ جانے سے ثابت ہے کہ سیارے ہیں

تیری زلفوں میں گرفتار جو بیچارے ہیں
سانپ کے منہ میں ہیں ہر وقت بلا مارے ہیں

تم نہ تھے محفلِ دشمن میں وہ شب کو میں تھا
یہ بھی کچھ شرط تھی تم جیتے ہو۔ ہم ہارے ہیں
آئنہ دیکھیئے دانتوں کے نشاں ہیں موجود
آپ کے مصحفِ رخسار پہ سیپارے ہیں
زندگی موت ہوئی موت حیاتِ جاوید
تم پہ مرنے کے آثار عیاں سارے ہیں
کیوں جگاتے ہیں نکیرین لحد میں ہم کو
پہلی منزل کے تھکے ہارے ہیں دکھیارے ہیں
سوزِ پنہاں نے غضب آگ لگا رکھی ہے
قُل کے ڈھیلے بھی مری قبر میں انگارے ہیں
دم شماری نے شب ہجر اگر چھوڑ دیا
آسماں پر مرے گننے کے لئے تارے ہیں
خارزاروں میں یہ وحشت کا ہی ہر سو ڈنکا
چھالے جتنے ہیں مرے پانوں میں نقارے ہیں
مانگ دشمن نے نکالی۔ تری چوٹی گوندھی
سانپ یہ سینے پہ وہ سر پہ مرے آرے ہیں
ساقیا پی کے چبا جاؤں گا خالی شیشے
یہ مری جھوٹی قسم کے لئے کفارے ہیں

ذائقہ بخش ہے شیریں دہنوں کی لکنت
سارے ٹوٹے ہوئے الفاظ شکر پارے ہیں

شب رہا حرص کو بوسوں کا تصور شاید
کالا منہ غیر کا نیلے ترے رخسارے ہیں

اس قدر شرم گنہ سے ہوں میں پانی پانی
پلکیں آنکھوں میں نہیں حوض میں فوارے ہیں

نامہ بر رنگ شکستہ ہے کہ ہوش رفتہ
یہ کبوتر ہیں مرے یہ مرے ہرکارے ہیں

خون ہلکے بھی کشتوں کے مگرائے قاتل
پشت خم پر تری شمشیر کے پشتارے ہیں

اب کہاں چشم تصور سے نکل سکتے ہو
اب مری آنکھیں ہیں اور آپ کے نظارے ہیں

پہلے جو زخم تھے سینے میں وہ ناسور ہوئے
یہی ناسور کوئی روز میں انگارے ہیں

۱۹۳ یادِ انگشتِ حنائی میں کسی کی راسخ 19
رونگٹے رونگٹے نے تیر مجھے مارے ہیں

جب بھونکو وہ تان لیتے ہیں
کب کسی سے وہ دان لیتے ہیں

جان نذر کمان لیتے ہیں
رنج دے دے کے جان لیتے ہیں

بجلیوں کی خبر نہیں یہہ کیا
میرے ہی نالے کان لیتے ہیں

بیش قیمت ہوں کیوں نہ کنج لحد
جان دیکر مکان لیتے ہیں

کرتے ہیں جب رقیب پر بوچھاڑ
بے خطا مجکو سان لیتے ہیں

بخت خفتہ ترے لئے ہم مول
دیدۂ پاسبان لیتے ہیں

جان نثاروں کو یوں نہ جانیو وہ
جان لیکر تو جان دیتے ہیں

ق
شیخ لے جاؤ تم پیام وصال
ہم قدم مہربان لیتے ہیں

گو وہ سرکش ہیں پر جفا ہیں مگر
بڑے بوڑھونکی مان لیتے ہیں

تال ہوتی ہے عاشقوں کو سم
جب وہ محفل میں تان لیتے ہیں

وعدہ کرتے رہو ملو نہ ملو
لینے والے زبان لیتے ہیں

قیمت بوسہ گر نہیں ہے دل
لائیے دیجے دان لیتے ہیں

قتل عاشق کو ہاتھ میں خنجر
تمسے بھی دھان پان لیتے ہیں

وصل کیا چیز ہے کہ ضد کیجے
ہم سے کہئے تو مان لیتے ہیں

یہ گئے وہ گئے شب ہجران
نالے یوں آسمان لیتے ہیں

کیوں ہے ذکر وفا پس کشتن
ہچکیاں نیم جان لیتے ہیں

رند تیری طرح نہیں زاہد
ریش قاضی میں چھان لیتے ہیں

میکدے میں گھٹا نہیں تو نہ ہو
ہم توکل کو تان لیتے ہیں

۱۹۴	کھنچے جاتے ہیں ہمسے وہ راسخ جذب کا امتحان لیتے ہیں	۱۱

اوس پر ستم جو خوگر الطاف بھی نہیں
تم میں نہیں ہے رحم تو انصاف بھی نہیں

کوچہ تمھارا گھر ہے تمھارا نہ غیر کا
یعنے ہمارے رہنے کو اعراف بھی نہیں

جاتی رہی ہے گیسوئے مشکیں کے بوجھ سے
یھاں جستجو کمر کی تھی وھاں ناف بھی نہیں

ساقی مہ صیام میں جنرہ کی ہو سبیل
اسراف بھی نہیں ہے اور اصراف بھی نہیں

وحشت نے ایسے دشت میں پھینکا ہے ای پری
تقدیر پھوڑنے کو جہاں قاف بھی نہیں

نکھرے نہائے بیٹھے ہیں بکھرے ہوے ہیں بال
شامت کی مار چوٹی میں موباف بھی نہیں

ظاہر غبار خط ہے برنگ خط غبار
جس رخ پہ ناز ہے تمھیں وہ صاف بھی نہیں

ہم منہ سے جو نکالیں گے وہ کر دکھائیں گے
باتوں میں گر فریب نہیں لاف بھی نہیں

انکار مجھسے غیر سے اقرار وصل کا
ای بت ستم نہ ہو مگر انصاف بھی نہیں

یہ کیا بتاؤں تجھسے کہ کسدن سے کئے تھے ظلم
مجکو تو یاد آپکے الطاف بھی نہیں

١٩٥ راسخ سے ملکے دیکھ لو یارو کنا یار ہے ١٧
عیار بھی نہیں ہے وہ حراف بھی نہیں

کہاں سے آئے پتھر کا کلیجہ سننے والے میں
قیامت بیٹھی ہے آواز ہو کر میرے نالے میں

طلسم حسن ہے تیرے رخ و گیسو میں بالے میں
کبھی ہے چاند میں ہالہ کبھی ہے چاند ہالے میں

مرے دلمیں ترے پیکان ہیں لخت دل ہیں مژگاں پر
بہت چھالے ہیں کانٹوں میں بہت کانٹے ہیں چھالے میں

وہ میکش ہوں تہیہ سستی میں بیٹھوں لیکے گر خالی
تو ٹپکے لخت دل خون کبوتر بنکے پیالے میں

تمھارے عشق نے سلّے بٹھائے داغ دے دیکر
مہ کامل ہیں میرے دلمیں پیشانی ہیں لالے میں

قیامت جسکو کہتے ہیں قیامت نام ہے جس کا
پڑی رہتی ہے تیری ٹھوکروںمیں میرے نالے میں

یہ کسنے ہاتھ ڈالا ہے مری جاں شب کو ہنس ہنس کر
کہ رنگت زعفراں کی سی ہے انگیا کے مسالے میں

نگاہ یار کے قربان کیا موتی پروئے ہیں
کسیکے دلمیں ہے بھالا کسی کا دل ہے بھالے میں

اثر ایک ایک قطرے میں ہے واعظ آبحیواں کا
نہاں ہے رشتۂ عمر ابد مینا کے گالے میں

چمک سے تیری زلفوں کی ہوا ہے معجزہ پیدا
اندھیرے میں اجالا ہے اندھیرا ہے اجالے میں

نہیں درکار بوسہ آپ کے روئے مخطّط کا
پرے پھینکو پڑے ہیں بال سوئینکے نوالے میں

بلا کے ہیں ترے گیسو تری زلفیں قیامت ہیں
انوکھی بات کیا ہے کون سا طرہ ہے کالے میں

وہ یکتا دلنوازی میں میں یکتا عشق بازی میں
اگر جا پڑے میں ملجائے تو جوڑہ ہو دوشالے میں
کرامت سے شرابِ تند کی اُڑ جائے ای ساقی
لگادے آج تو سُرخاب کا پر میرے پیالے میں
جہاں کو جان سے مارا پرو کر زلف میں موتی
خدا کی مار کیا کچھ زہر تھا اس کوڑیالے میں
ہوئے ہیں محوِ نظارہ وہ منہ پر چھوڑ کر زلفیں
خدا کی شان اندھیری رات آئی ہی اُجالے میں

۱۹۶ الٰہی کیا کہوں کس سے کہوں حالِ دلِ راسخ ۱۱
نہ طاقت ہے کہنے والے میں نہ طاقت سننے والے میں

دشتِ جنوں میں طائرِ وحشت گزیدہ ہوں — صورت یہ ہی کہ صورتِ رنگِ پریدہ ہوں
سروِ خمیدہ ہوں گلِ نو دمیدہ ہوں — بلبل ہوں تا بصحنِ چمن نارسیدہ ہوں
جوہر نے تیرے مجھ سے بھی کھینچا ہی مجکو دور — قاتل مری ہی تیغ ہوں لیکن کشیدہ ہوں
تنہا نہیں ہی جان تو کعبے میں دھیان ہے — ہر کشمکش کے ہاتوں گریباں دریدہ ہوں
ہو نہیں تری جفا پہ خموشی اثرِ فغاں — آفت رسیدہ دل ہوں زباں بریدہ ہوں
صد شکر لاغری بھی ٹھکانے سے جا لگی — چشمِ عدو میں صورتِ خارِ خلیدہ ہوں
بعدِ نظارہ ہوں ہمہ تن چشمِ اشتیاق — مشتاقِ دید وہ ہوں کہ ہرسم ندیدہ ہوں
وحشت ہوئی ہے معنیِ وحدت کو سوچ کر — میں بیخودی میں سائے سے اپنے رمیدہ ہوں

شرکت مجھے پسند نہ اللہ کو پسند
واعظ مرے لیے تو ہیں دوزخ میں بھی مزے

تیرے ستم کیواسطے میں آفریدہ ہوں
سوزِ فراقِ یار کا لذت چشیدہ ہوں

۱۹۷
ہے آرزو کہ روضۂ احمد پہ جا کہوں
راسخ ہوں بندہ ہوں میں درم ناخریدہ ہوں
۱۳

دشتِ جنوں کوئی رہِ ملکِ عدم نہیں
لیکن زمین پہ کہیں نقشِ قدم نہیں

یہ کیا کہا حلال کسی طرح سم نہیں
ناصح جو ہجر ہو تو یہ جھوٹی قسم نہیں

جوشِ جنوں میں ساتھ دے یہ دم قدم نہیں
یعنے جو مجھ میں ہے مرے سائے میں رم نہیں

مانا وہ بے نیاز ہے ہم بھی ہیں بے غرض
جنت کی کچھ خوشی نہیں دوزخ کا غم نہیں

دیں بلہوس نزاکتِ سفاک کو دعا
طاقت بقدرِ لذتِ شوقِ ستم نہیں

جی میں ہے چھیڑ کر تجھے پھر وصل میں سنوں
ہے ہے نہیں نہیں ارے اور یہ ستم نہیں

تکرارِ کس مزے کی ہے قربان جایئے
سو بار ایک بوسے پہ ہے کم سے کم نہیں

کھوئے گئے ہیں حیرتِ دیدارِ یار سے
اب ہم بھی اپنے آپکو ڈھونڈیں تو ہم نہیں

قاتل یہ ٹھان لی ہے سروہی گئی کہ سر
یا آج تیری تیغ میں یا مجھ میں دم نہیں

مٹھی تو کھول دزدِ حنا لے لیا ہے دل
تجھ پر بھرم نہیں ترے سر کی قسم نہیں

اقرار سے سوا ہے اس انکار میں مزا
کہنا کسیکا ہائے شبِ وصل ہم نہیں

بہرِ شکارِ طائرِ مضمون ہزار ہیں
یعنے زمینِ شعر زمینِ حرم نہیں

۱۹۸
راسخ بس اب پھرا کرو بیت الحرم کے گرد
قسمت میں طوفِ کعبۂ بیت الصنم نہیں
۱۱

نہ تابِ ضبط باقی ہے نہ میرے لب پہ نالے ہیں
ہزاروں زخم ہیں دل میں ہزاروں منہ میں چھالے ہیں

ترے غمزے ہیں گو خنجر کرشمے تیرے بھالے ہیں
ہماری دلگی کے پار ہیں سب دیکھے بھالے ہیں

بگڑ کر مجھسے کترے نیم گیسو واہ کیا کہنا
بلا کے چھانٹ کر تمنے مریحاں سانپ پالے ہیں

طبیبو راس آجائے گی مرگِ ناگہاں مجکو
تمھیں جینے کے لالے ہیں مجھے مرنیکے لالے ہیں

کسی کے سینے پر ابتو جوانی چڑھتی آتی ہے
الٰہی خیر ابھی کچھ اور فتنے اُٹھنے والے ہیں

تمھیں منظور ہو ملنا تو کہنا غیرِ فرصت کیا
یہ سب فقرے بہانے ہیں سب حیلے حوالے ہیں

بدن سانچے میں ڈھالا ہے جہاں صناعِ قدرت نے
تری باتیں بھی ڈھالی ہیں ترے فقرے بھی ڈھلے ہیں

ہماری تیرہ بختی کا ہے سایہ چشم و گیسو پر
تمھارے سانپ بھی کالے ہیں ہرن بھی کالے کالے ہیں

خراب آباد میخانے میں اور اے محتسب کیا ہی
یہی دو چار مٹکے ہیں یہی دو چار پیالے ہیں

وہ ہم کو دیکھ کر یوں انگلیاں چٹکا کے کہتے ہیں
کہ جتنے چاہنے والے ہیں چٹخو کے حوالے ہیں

۱۹۹ تپ غم سے سنبھلنے کا نہیں اے چارہ گر راسخ
سنبھلنا جسکو سمجھا ہے سنبھالے ہیں سنبھالے ہیں ۱۲

ہاں نہیں اے مہ جبیں اچھی نہیں
ہر گھڑی کی ہاں نہیں - اچھی نہیں

دیکھ کر آئینہ دیکھ اے خودستا
آفریں صد آفریں - اچھی نہیں

سنبھلو سنبھلو مینے بھر لیں چٹکیاں
پھر کہو اچھی نہیں - اچھی نہیں

ہے تسلی ہاتھ رکھنے سے ترے
حالتِ قلبِ حزیں - اچھی نہیں

خال کے بوسوں پہ بولے ناز سے
ایسی باتیں نکتہ چیں - اچھی نہیں

کہتے ہیں تصویر یوسف دیکھ کر
کچھ نہیں جچتی نہیں - اچھی نہیں

نارسائی پر تعلّی اس قدر
نالۂ گردوں نشیں - اچھی نہیں

ماہِ کامل کی نظر ہو جائیگی
وصل کی شب چودھویں اچھی نہیں

ہاتھ اٹھا سکتے نہیں تم ظلم سے
یہ نزاکت نازنیں - اچھی نہیں

بادہ پیمایانِ جامِ شوق پر
پھبتیاں ای اہلِ دیں اچھی نہیں

وصل میں اتنی حیا - ایسی حیا
اے نگاہِ شرمگیں - اچھی نہیں

نیمچہ پنہاں رہے او فتنہ گر
خالی خالی آستیں اچھی نہیں

۲۰۰ فکرِ راسخ آسماں پیما سہی
شعر کیا ہوتے زمیں اچھی نہیں ۱۳

تری باتوں کا عاشق ہوں تری شوخی پہ مائل ہوں
شہیدِ ناز ہوں چلتے ہوئے فقروں کا بسمل ہوں
لبِ جاں بخش اگر طوطی بنائے سبزۂ خط کو
ابھی یہ مرغِ بسم اللہ بول اُٹھے کہ بسمل ہوں
پہل یہ کس نے کی ہے - کہہ رہا ہے بِل بوسے کا
کسی کے مصحفِ رخسار کی میں پہلی منزل ہوں
دباتا ہے دبے کو ہر کوئی - ہلکا ہو یا بھاری
پڑیں پتھر مری تربت کی چادر کہتی ہی سِل ہوں
بھویں تنتی ہیں وہ خنجر بکف ہیں اے دلِ ناداں
ادا کے سامنے تو ہو قضا کا میں مقابل ہوں
ملی ہے شمع اُنگلی کاٹ کر اونکے شہیدوں میں
کہا کرتا ہے پروانہ کہ دلسوزوں میں شامل ہوں
کلیم اللہ سے کہہ دو کہوں گا طور پر جا کر
الٰہی تجھ سے تجھکو مانگنے آیا ہوں - سائل ہوں
تری رفتار اک چلتا ہوا تعویذ اُلفت ہے
کہا کرتا ہے ہر نقشِ قدم میں نقشِ عامل ہوں
سمجھ لے - دیکھ لے طفلِ حسین پہچان لے سُن لے
رہونگا یاد تجکو کس طرح میں حرفِ مشکل ہوں

تمنا ہے الٰہی دیکھ لوں جلوہ کریمی کا
سیہ کاروں میں محشر ہو گنہگاروں میں شامل ہوں

ترا لب گالیوں کے بعد بوسے دیکے کہتا ہے
ابھی میں ستم قاتل تھا ابھی میں نقلِ محفل ہوں

دمِ رحلت مرے بالیں پر آیا وہ مسیحا دم
نہ دم لینے کے لائق ہوں نہ دم دینے کے قابل ہوں

سراسر عشق ہوں راسخ مری ملت محبت ہے ٢٠١
١٣ جو سینہ ہوں تو بے کینہ جو دل ہوں تو بے غل ہوں

گرہ تقدیر کی ہوں میں سراپا صورتِ دل ہوں
مری مشکل ہو آساں کس طرح میں آپ مشکل ہوں

تماشا دیکھ لے قاتل کوئی دم رقصِ بسمل کا
گلے میں جسکے گھنگرو بولتا ہے میں وہ بسمل ہوں

الٰہی شکر مر کر لگ گئی مٹی ٹھکانے سے
کہ مشق تیر قاتل کے لئے میں تودۂ گل ہوں

ابھی تو حشر ہے آگے ابھی تو ہے صراط آگے
لحد منہ پھاڑ کر کہتی ہے میں تو پہلی منزل ہوں

سیہ بختی میں بھی زیبائیے حسن بتاں ہوں میں
کبھی آنکھ کا کاجل کبھی گال کا تل ہوں

زمیں پیروں تلے سے نکلی جاتی ہی قیامت ہے
کہاں جاؤں جناب حضر میں گم کردہ منزل ہوں
کمالِ شئ زوالِ شے سُنا ہے یہنے لوگوں سے
مبارک ہو حریفوں کو کہ میں ہر فن میں کامل ہوں
تصور میں بھی یہ کہہ کے کرجاتے ہیں وہ بسمل
کہ خنجر کی طرح طپتا رہونگا میں وہ قاتل ہوں
تقاضا وصل کی شب کا ہی میری تیرہ بختی سے
سمٹکر داغِ دل ہوں یا کسیکی آنکھہ کا تل ہوں
مرے لختِ جگر تک پانی ٹپکاتے نہیں مُنہ میں
جو میں ونمیں دریا ہوں تو لب خشکی میں ساحل ہوں
ہمارے زخم ہیں تشنہ دہن پانی پہ اتے ہیں
تمھاری تیغ کہتی ہے کہ کیوں جوہر ونمیں شامل ہوں
تمھارے در پہ میں آواز بن کر بیٹھ جاؤں گا
نکالے سے نہ نکلوں گا وہ غیرتمند سائل ہوں

کمالِ بے کمالی پر حسیں ملنے لگے راسخ ٢٠٢
١٣ خدا الجھائے اپنے فن میں گر پورا ہوں کامل ہوں

تری محفل میں گو بیٹھا ہوں لیکن مدِ فاصل ہوں
نہ با مطلب نہ بے مطلب خارج ہوں نہ شامل ہوں

بلندی ہو کہ پستی ہو سیہ بختی نہیں جاتی
کسیکے پانو کا تل ہوں کسیکی آنکھ کا تل ہوں

شب ہجراں یہی کہتی ہے تمھاری زلف بڑھ بڑھ کر
کہ عمر خضر ہوں طول امل ہوں حد فاصل ہوں

دل بیتاب کے قرباں دل بیتاب کے صدقے
میں اس کشتے کا کشتہ ہوں میں اس بسمل کا بسمل ہوں

بلا کر بزم دشمن میں کیا خون اُس ستمگر نے
ابھی میں ننگ محفل تھا ابھی میں رنگ محفل ہوں

نگاہ شوخ کہتی ہے کسی کی پردے پردے میں
چھری ہوں سیف ہوں چلتے ہوئے پرزوں میں شامل ہوں

وہ ٹکڑے تھے وصال غیر کو بولا خجسم گردن
خجل ہوں منفعل ہوں مانتا ہوں واہ قائل ہوں

عزیز خلق ہوں گو تیری نظروں میں نہیں جچتا
سویدا دل میں ہوں پہلو میں دل ہوں آنکھ میں تل ہوں

مے ہوش آفریں میں ہے یہ کیف بیخودی واعظ
کبھی بیہوش عاقل ہوں کبھی ہشیار غافل ہوں

چُراؤں جان غیروں کیطرح تیری جفاؤں سے
مجھے کیا کہا مجھے کیا کام کیوں عشق میں شامل ہوں

خدا رکھے غنیمت ہیں یہ دونو دم زمانے میں
وہ دم دینے میں عیسیٰ سے ہیں میں دم دینے میں کامل ہوں

کہا کرتا ہے تارِ اشکِ پر خوں ہجرِ ساقی میں
رگِ جاں ہوں رگِ گل ہوں رگِ حلقومِ بسمل ہوں

۴۳ سکھایا ہے مجھے یہ انقلابِ دہر نے راسخ
مقابل کا موافق ہوں موافق کا مقابل ہوں ۱۵

سراسر حسرت و ارمان و شوقِ تیغِ قاتل ہوں
تمنا بھر دل ہوں میں تمنا کے لئے دل ہوں

بتوں پر وقتِ بسم اللہ سے میں نیم بسمل ہوں
تڑپنے کے لئے جاں ہوں پھڑکنے کیلئے دل ہوں

سراپا اشتیاقِ ناوکِ مژگانِ قاتل ہوں
سراسر خارِ حسرت سر بسر کانٹوں بھرا دل ہوں

مریضِ جاں بلب کی جان ہوں میں گر مجھکو جاں کہیے
جو مجھکو فرض کیجے دل کسی بیتاب کا دل ہوں

ترے پیکاں ہزاروں کرکے پنہاں دل یہ کہتا ہے
مبارک ہو مبارک ہو کہ لاکھوں دل کا اک دل ہوں

حسینوں کے گلی کوچوں سے میں ہرگز نہیں ٹلتا
کہیں نکلی ہوئی جاں ہوں کہیں آیا ہوا دل ہوں

جو تم بیگانہ خو ہو بے وفا ہو بے مروت ہو
تو میں بیتاب ہوں بےصبر ہوں بیدم ہوں بیدل ہوں

تمہارے تیر رہتے ہیں لہو بن کے رگ رگ میں
جگر ہوں سینہ ہوں پہلو ہوں تن ہوں جان ہوں دل ہوں

خوشی کا کیا کوئی پہلو ہو جب دشمن ہو ہم پہلو
ترے پہلو میں گر بیٹھا ہوں تو بیٹھا ہوا دل ہوں

یہ کہہ کر مجھے پھونکا ہے میرے سوزِ ہجراں نے
شرر ہوں شعلہ ہوں بجلی ہوں میں بیتابیِ دل ہوں

زمیں پر گوہرِ اشکِ پُر خوں گر کے کہتا ہے
یتیمِ خاک بر سر ہوں ارے کم بخت میں دل ہوں

تپِ غم سے جگر میں آبلے ہیں دل میں چھالے ہیں
کلیجا سو کلیجوں کا ہوں لاکھوں دل کا اک دل ہوں

تری الفت میں وہ صدمے اٹھائے ہیں بتِ کافر
کہ گویا سب مسلمانوں کا میں دکھا ہوا دل ہوں

زبانِ تیغ سے پوچھا مزاجِ شوقِ قتل اس نے
دہانِ زخم کہدے شکر ہے بسمل ہوں میں دل ہوں

وہ دل تھامے ہوئے پھرتے ہیں اس سے اپنی کو چھپیں
شبِ ہجراں بلا گردِ سرِ بیتابیِ دل ہوں

گرفتار و نہیں ہوں تیرے تو پابندِ سلاسل ہوں
ترے چھوڑے ہوئے نہیں ہوں تو میں چھوٹا ہوا دل ہوں
نہ میں اور و نہ عاشق ہوں نہ میں غیر و نہ مائل ہوں
مجھے کیا آپ نے سمجھا ہے کیا میں آپ کا دل ہوں
وہ جب پہلو میں آتے ہیں یہ ظالم بول اوٹھتا ہے
ودیعت ہوں امانت ہوں تمھارا مال ہوں دل ہوں
ادائے ناوک و خنجر یہ دونوں لوٹ ہیں قاتل
تمنّا دل کی ہی سر ہوں تمنا سر کی ہے دل ہوں
جنوں بھی ہی تمھاری یاد بھی ضبطِ محبت بھی
کہ میں زنجیرِ دربا۔ فتنہ دربر۔ دست بر دل ہوں
کہا کرتا ہے بڑھ بڑھ کر دلِ بیتاب بجلی سے
لٹا دونگا۔ لٹا دونگا۔ میں اپنے نام کا دل ہوں
کہیں آؤں کہیں جاؤں کہیں اٹھوں کہیں بیٹھوں
سراپا طبع ہوں جاں ہوں سراسر درد ہوں دل ہوں
ترے خنجر کا دعویٰ ہے ترا پیکاں یہ کہتا ہے
بدمیں دوسری جاں ہوں بغل میں دوسرا دل ہوں
ازل میں ہو چکے ہیں میرے دو حصّے برابر کے
خدا کے نام کی جاں ہوں تو نکے نام کا دل ہوں

مری وحشت بلا کی ہے مرے نالے قیامت کے
کبھی چھوٹا ہوا طائر کبھی ٹوٹا ہوا دل ہوں
خدنگِ یار انگشتِ شہادت بنکے کہتا ہے
گواہِ نازِ قاتل شاہدِ بیتابیِ دل ہوں
عیاں ہے صاف سینے سی دلِ بیرحم کی سختی
اُبھر کر کہہ رہا ہے آپکا جوبن کہ میں دل ہوں
جو ناوک بیٹھنے میں ہو جو تم فتنہ ہو اُٹھنے میں
تو اسمیں درد ہوں میں اور اوسمیں صورتِ دل ہوں
نجائے دائیں بائیں تیر قاتل کا کہیں خالی
تمنائے دلی بن کر ادھر دل ہوں اُدھر دل ہوں

۲۰۵ زمینِ شعر کا منشا کہ میں گلشن بنوں راسخ ۱۶
صریرِ کلک کا دعوی کہ گلبانگِ عنادل ہوں

آبِ حیات تھا دمِ شمشیرِ یار میں
رہنے لگے حسینِ دلِ بیقرار میں
زاہد کمی نہیں کرمِ کردگار میں
گردِ ملال گرد ہو دلمیں یہ خاکسار
گلبن قدومِ یار سے گویا ہے عندلیب
دو حرف لے رہے ہیں مرے دلمیں چٹکیاں

جیتا رہونگا تا سرِ محشر مزار میں
پریاں ہیں بند شیشے میں جو یوں انار میں
اتنے گناہ کر کہ نہ آئیں شمار میں
رکھلو غبار شیشے میں شیشہ غبار میں
تیری زبانکا لطف ہے ہر نوکِ خار میں
تو کھلکے بولنا کسی کافر کا پیار میں

کھولی ہے منہ پہ زلف کہ بھیجا حلب میں مشک | باندھی ہی شام دامنِ صبحِ بہار میں
جو رنگ کر کے چھوڑ بھی دو فکرِ دفن کیا | جو مرضی جار کی بھی رہنے دو جار میں
جھگڑے پڑے ہیں ہی گرفت و نجات کے | دوزخ میں اور رحمتِ پروردگار میں
رکھتا نہیں ہوں میں تری زلفوں سے داغ زیر | ہر چند جانتا ہوں کہ جاتا ہی یار میں
جینا ہی موت عشق میں مرنا ہے زندگی | یہ اختیار میں ہے نہ وہ اختیار میں
یاد عدو نے گل یہ کھلائی کہ شکل بو | دل سی نکلکے بس گئی پھولوں کے ہار میں
مہمان بلاؤنگا میں شبِ ہجر حشر کو | مصروف ہوں تصورِ رفتار یار میں
گویا حبابِ حلقۂ ماتم ہے سر بسر | خمیازہ ہائے حسرتِ ہمکنار میں
سنتا ہوں چھیڑ چھیڑ کے میں دعائے مرگ | اللہ رے اثر لبِ جانبخشِ یار میں

۷	راسخ کا رنگِ طبع اڑاتی ہیں بلبلیں پڑتی ہے بات منہ سے نکلکر ہزار میں	۲۰۶

ہر موئے تن ہی سلسلۂ آہنیں ہمیں | کس قیدِ غم میں جیتے ہیں صد آفریں ہمیں
ای روضۃ الرفیع ٹھکانا نہیں رہا | ای جنت البقیع ذرا سی زمیں ہمیں
رہتے ہیں کشمکش میں ہجومِ ملال سے | جینے کی آس نہ ملی فرصت نہیں ہمیں
یاسیں سناتے رہتے ہیں ہجرانمیں ہمنشیں | ہر شب ہے انتظار دمِ واپسیں ہمیں
شاید رہا ہوں خمِ زلف ملال سے | ہم شانہ ہیں کو دیکھتے ہیں شانہ ہیں ہمیں
کہتا ہی کون مردہ یہ بھاری ہیں تن بدن | برسوں سے ہی عذابِ شبِ اولیں ہمیں

۱۱	راسخ ہجومِ یاس نے مردہ بنا دیا اب آئی موت بھی تو نہ آئی یقیں ہمیں	۲۰۷

نوجوانی ہے نئے تم ہو نرالا جوبن
بالا بالا نہ اڑا لے کوئی بالا جوبن

چار چلو نظر آنے لگا چہرے پہ لہو
کرکے بسمل مجھے قاتل نے نکالا جوبن

بارک اللہ کہ تھا حسن ترا حلقہ بگوش
ہوگیا کانونکے بالونسے دوبالا جوبن

چولی مسکی ہے گریبان پھٹا پڑتا ہے
ہوش تو تمنے سنبھالا نہ سنبھالا جوبن

دیکھنا ہوتی ہیں غیرونکی نگاہیں رہزن
لٹ نہ جائے کہیں یہ نازکا پالا جوبن

حلقہ زن زلف گرہ گیر ہے جوبن ہوکر
یار کے چاندسے چہرے کا ہے ہالا جوبن

کچھ نہ کچھ تمنے دوپٹے میں چھپا رکھا ہے
اسمیں دل ہو کسی عاشق کا کہ یا لا جوبن

ڈھلتے جوبن پہ وہ دیتے ہیں صدائے شک
کہہ رہے ہیں تجھے اللہ کا حوالا جوبن

مجکو جو رنگ کئے دیتے ہیں چار دن ملکر
خال رو وخط خوب قد بالا جوبن

آئنہ دیکھکے تصویر بنا بیٹھا ہے
نور کے سانچے میں اوس شوخ نے ڈھالا جوبن

۲۰۸ | آرسی توڑ دی اُس بت نے یہ کہکر راسخ
دیکھ پائے نہ کوئی دیکھنے والا جوبن | ۱۱

سرکش ایسا نہ کسی کا ہو خدایا جوبن
آتے آتے ترے سینہ پہ چڑھ آیا جوبن

دیکھتا ہوں جو کن انکھیوں سے تو کہدیتی ہیں
تاکنے والے ہو تم کون پرایا جوبن

چاندنی چار ہی دنکی تو ہوا کرتی ہے
ڈھلتا پھرتا ہے سمجھ لیجئے سایا جوبن

انگلیاں اُٹھتی ہیں اُٹھتے ہوئے جوبن پہ ترے
شر اٹھا حشر اٹھا فتنہ اٹھا۔ یا جوبن

کوچہ پیما ہو نہیں جاتی ہے جوانی اُنکی
لے اُڑو نگا جو کہیں راہ میں پایا جوبن

ڈھل گیا سانچے میں [illegible] اعجاز جمال
چشم بد دور ہوا ڈھلکے سوایا جوبن

بہت بڑا اسیر گریباں کی طرح اف رے شباب بڑھتے بڑھتے نہ ملی جب کہیں بڑھنے کو جگہ		دو گرہ کپڑے میں اوکا نہ سمایا جوبن زلف بن بنکے ترے چہرہ پہ چھپایا جوبن	
۴۹	آنکھ لڑتے ہی ہوئے ہیں وہ خود آرا اے شیخ روپ دونا ہوا انکا ابھر آیا جوبن	۱۱	

ٹکڑے ہو جائیں گے گرائیگی مے خواروں میں
کام توبہ کا نہیں ایسے گنہگاروں میں

شوخیاں ہیں جو ترے پھول سے رخساروں میں
بجلیوں میں ہیں نہ شعلوں میں نہ انگاروں میں

ذکر یوسف پہ وہ ہنس ہنس کے کہا کرتے ہیں
وہی معشوق جو نیلام ہو بازاروں میں

ہے یہ ثابت کہ ترے رخ پہ عرق کی بوندیں
کبھی تاروں میں ہیں شامل کبھی سیاروں میں

تو وہ سفاک کہ لالہ تری چتون کا شہید
تو وہ بے رحم کہ نرگس ترے بیماروں میں

تاکیے گا جو عدو کو تو کروں گا آ ہیں
دیکھ لیجے گا کہ چل جائے گی تلواروں میں

چھوڑ بیٹھے ہیں مجھے دین و دل و صبر و خرد
چاروں اک جان ہیں کیا ہی غضب چاروں میں

وہ مسیحا نہ سہی مرگِ مفاجات سہی
ایک عیسیٰ بھی رہے عشق کے بیماروں میں

غنچے تنکوں میں پروئے ہیں مرے قاتل نے
دھیان بچپن میں بھی ہے تیر و نیں سوفاروں میں

چھوڑنے سے ترے یہ دو نئی لپٹ پڑتی ہیں
تیری زلفیں ہیں ترے رخ کے گرفتاروں میں

۲۱۰ عشقِ مژگاں نے مجھے خون رلایا راسخ
خار ہیں دل میں مرے لختِ جگر خاروں میں ۵

تم صدر نشینِ عرشِ بریں سلطان الہند معین الدین
تم بدر جبینِ فرشِ زمیں سلطان الہند معین الدین

ہو عقدہ کشائے ہفت طبق تم جلوہ نمائے شاہدِ حق
کشافِ درِ عرفان و یقیں سلطان الہند معین الدین

طفیلِ رسول و بہر صمد۔ کرنی ہی پڑیگی میری مدد
ہو نزع میں وردِ نامِ معیں سلطان الہند معین الدین

تم ہادی راہِ صدق و صفا۔ تم خضرِ طریقِ مہر و فا
تم ماہ مبینِ دینِ متیں۔ سلطان الہند معین الدین

ہوں راسخِ عشقِ راہِ فنا۔ لو اپنے ہی رستے پہ مجھکو لگا
اب تابِ جدائی مجھ میں نہیں سلطان الہند معین الدین

۳۱۱	ردیف واو	۱۵

تم مجھسے دور ہو تو مجھے غرور ہو
پہلو میں ہو تو رشکِ دلِ ناصبور ہو

تڑپوں وہ ہجر میں کہ کسک ہو سرور ہو
اللہ کرے کہ شیشۂ دل چور چور ہو

کیا کچھ ہے پاسِ عشق وہ کہتے ہیں دور ہو
ہم پر ہی کیوں کرم جسے مرنا ضرور ہو

کسکے لیے تھی برقِ تجلی کہاں گری
موسیٰ ہوئے دیکھ لینے کو جلنے کو طور ہو

مجکو سوالِ وصل پہ گردن نہ ماریے
شاید گناہگار کا پہلا قصور ہو

بنتِ عنب کو ڈولی میں لا جنابِ شیخ
مرشد ہو قبلہ ہو بڑے حضرت ہو دور ہو

تم یوں ہو دلمیں جلوہ نمائے نگاہِ شوق
گویا پری ہو شیشے میں جنت میں حور ہو

آہیں کروں تو صبح سے شبِ ہجر ہو یاس
دودِ فراق سرمۂ کامِ طیور ہو

نالوں سے ڈر گیا بتِ کمسن جنابِ دل
میری خطا معاف بڑے بد شعور ہو

پانی سے پاک ہوتی ہے ہر شے جنابِ شیخ
ٹھرّے میں گر ملے تو شرابِ طہور ہو

گر جائے وہ حلال جو مجکو تو ہے حلال
سرخی ہو جسکے گالوں پہ چہرے پہ نور ہو

جوہر وہ مہر عشق میں ہیں کیفِ حسن کے
دیکھوں جو چشمِ مست تو مجکو سرور ہو

پُر داغ دلمیں جو ابر زلیخا میں آنکھ میں
تم رشکِ حمد و غیرتِ یوسف ہو نور ہو

محشر ابھی بپا ہو دمِ سرد اگر بھروں
نالہ اگر کروں تو ہم آہنگِ صور ہو

۳۱۲	راسخ وہ کہہ گئے مری بالیں پہ وقتِ نزع مشتاقِ حور ہو کہیں مر جاؤ دور ہو	۱۱

کیا غضب ہیں گورے گورے پیارے پیارے ہاتھ پانوٗ
نور کے سانچے میں ڈھالے ہیں تمہارے ہاتھ پانوٗ
بن گیا بیتاب ہو کر ماہیِ زیرِ زمیں
کشتۂ شوقِ شہادت نے یہ مارے ہاتھ پانوٗ
جوشِ وحشت میں نکل بھاگے کفن تک پھاڑ کر
یعنی چلتے ہی رہے مر کر ہمارے ہاتھ پانوٗ
وصل میں وہ ہاتھا پائی وہ مزے کی گالیاں
ہائے پیاری پیاری باتیں پیارے پیارے ہاتھ پانوٗ
کیجئے خونِ تمنائے تپیدن پیشتر
کاٹ لیجے سر سے پہلے ہی ہمارے ہاتھ پانوٗ
لے رہے گا ایک دن پائے طلب دستِ دعا
خود ملیں گے وہ اگر ہمت نہ ہارے ہاتھ پانوٗ
غوطہ زن دریائے حیرت میں ہے چشمِ آفتاب
رشکِ موجِ نور ہیں گویا تمھارے ہاتھ پانوٗ
کہہ رہا ہے دیکھ کر اُس بت کو صورت آفریں
مرحبا اے چشم و عارض واہ وا رے ہاتھ پانوٗ
دشمنِ شکلِ طلب ہے بے غرض آرام سے
مل نے مدفن میں بھی پھیلائے نہ بارے ہاتھ پانوٗ

عکسِ عارض میں ترے گویا حنا کا ہے اثر
بیٹھے بیٹھے ہوگئے رنگیں جو سارے ہاتھ پانؤ

۲۱۴ بعدِ کشتن نعشِ راسخ کی اگر پامال ہو
سر سے صدقہ اے بتِ سفاک اُتارے ہاتھ پانؤ ۱۳

دشمنوں کو نہ ہو نظر دیکھو
یوں نہ تن تن کے تم کمر دیکھو

مُنہ سنبھالو یہ گالیاں کیا خوب
خیر سے بڑھ چلا ہے شر دیکھو

ہو تمھیں تم نگاہِ عالم میں
تم جہاں جاؤ تم جدھر دیکھو

تمسے بھرنا بھرا نہ جائے گا
میرے زخموں میں لون بھر دیکھو

ہر ستم کے لئے ہوں سینہ سپر
کیا کلیجا ہے کیا جگر دیکھو

کہتے ہیں وہ ستم ہی رسم بتاں
تم کسی اور پر بھی مر دیکھو

کام پھرنے سے ہی تمھیں گھر گھر
شام دیکھو نہ دوپہر دیکھو

امتحاں تیغ کا ہی گر منظور
پہلے دشمن کو قتل کر دیکھو

میری آہیں وہ سنکے کہتے ہیں
اب ہوا اب ہوا اثر دیکھو

ہے مقابل کی ہر نگاہ خدنگ
آئنہ لیکے تم سپر دیکھو

دل جھکاتا ہے مجکو چاہِ ذقن
لے چلا ہے کہاں خضر دیکھو

منتیں کر کے کہتے ہیں شبِ ہجر
دشمنوں کو نہو خبر دیکھو

۲۱۴ چین یوں بھی نہ آئیگا راسخ
زندگی موت ہی تو مر دیکھو ۱۳

تم جب آتے ہو غضب کرتے ہو
روٹھ جاتے ہو غضب کرتے ہو

غیر کو میری عیادت کے لئے
ساتھ لاتے ہو غضب کرتے ہو

غیر کو یار بھری محفل میں
مُنہ کی کھاتے ہو غضب کرتے ہو

بے دہانی پہ بھی عشاق کو تم
سو سُناتے ہو غضب کرتے ہو

کچھ چُراتے ہو بدن تم ہمسے
کچھ چھُپاتے ہو غضب کرتے ہو

کعبۂ دل کو نہ توڑو دیکھو
کسکو ڈھاتے ہو غضب کرتے ہو

دامنِ غیر سے اللہ رے حیا
مُنہ چھپاتے ہو غضب کرتے ہو

سچے ہوتے ہیں تمھارے وعدے
قسمیں کھاتے ہو غضب کرتے ہو

آنکھوں آنکھوں میں چُراکر دلِ زار
مکرے جاتے ہو غضب کرتے ہو

کیا نزاکت ہے کہ تم غیروں کو
سر چڑھاتے ہو غضب کرتے ہو

اے ہو غش کیطرح صورت آہو وش
آتے جاتے ہو غضب کرتے ہو

میکشو دخترِ رز کو توبہ
مُنہ لگاتے ہو غضب کرتے ہو

۸۵	راسخ العشق کا ہے یہ مدفن کیوں مٹاتے ہو غضب کرتے ہو	۱۳

خونبارِ عشق دیدۂ تر کچھ نہ کچھ تو ہو
دل کچھ نہ کچھ ہو ریش جگر کچھ نہ کچھ تو ہو
دنیا کی شرم موت کا ڈر کچھ نہ کچھ تو ہو
یعنی بشر کو پاسِ بشر کچھ نہ کچھ تو ہو

کیا اعتبار وعدۂ بوس و کنار کا
کچھ ہو نہ ہو دہان و کمر کچھ نہ کچھ تو ہو

عینک نے کیوں دھری تری آنکھوں پہ ٹھیکری
حالت ہماری پیش نظر کچھ نہ کچھ تو ہو

قاتل چلا عدم کو تڑپنے دے خاک میں
کپڑوں میں میرے گرد سفر کچھ نہ کچھ تو ہو

ہو گورے گورے ہاتھوں کی مہندی کا سامنا
رنگ شفق بیاض سحر کچھ نہ کچھ تو ہو

اولٹی چھری سے پھیر کے چتون کری وہ ذبح
برعکس ہو دعا کا اثر کچھ نہ کچھ تو ہو

مجھ خانماں خراب کی مٹی خراب ہے
مرنے کو گور جینے کو گھر کچھ نہ کچھ تو ہو

سن لیں کبھی وہ نالے تو چمکیں مرے نصیب
کانوں کو بجلیوں کی خبر کچھ نہ کچھ تو ہو

پھل جائے یہاں پھپھولے تو لٹے دل وھاں گرہ پڑے
نخل وفا کا تازہ ثمر کچھ نہ کچھ تو ہو

آنسو ہمارے پونچھ کے آنسو تو پونچھ دو
قدر یتیم خاک بسر کچھ نہ کچھ تو ہو

جوبن کے اُٹھتے اُٹھتے چرا لے کسی کا دل
تیری بغل میں رشکِ قمر کچھ نہ کچھ تو ہو

۲۱۶ راسخ کے روز روز نئے امتحاں کی قدر
بندہ جائے گر رقیب پہ کر کچھ نہ کچھ تو ہو ۱۹

دلمیں ترے جگہ نہ ملی خاکسار کو
چشمِ عدو میں ڈالدے میرے غبار کو

پلکیں ہیں تیری یاد دلِ بیقرار کو
مچھلی کا کانٹا جانتا ہوں خار خار کو

دو پھول کی ہوس ہے دلِ داغدار کو
گل کردے ای نسیم چراغِ مزار کو

مہندی لگا کے شوخ نے پامال کر دیا
ڈھونڈا چراغ لیکے ہمارے مزار کو

پا مجھسے تیرہ بخت کو پامال کیجئے
مستی میں پا ملائیے شبہائے تار کو

مٹی بھی تم نہ دو تو مروں کس اُمید پر
مٹھی میں پہلے لائیے دل کے غبار کو

کھودوگے میری قبر کریدی ہے کیوں زمیں
شاباش شوخیِ نگہِ شرمسار کو

ہمرنگ بوئے گل ہوں پسِ مرگ ای نسیم
ق
پھیلا اُڑا کے آج مرے جسمِ زار کو

کیوں تا دہانِ گور ہو ممنونِ بالِ دوش
تکلیف کیوں ہو مرے جنازہ کے چار کو

معراج بعدِ مرگ کا ارمان ہے مجھے
ٹھوکر سے آسماں پہ چڑھا دو مزار کو

پیسا ہے کس صفائی سے ای آسیائی چرخ
آئینہ کر دیا مرے مشتِ غبار کو

تمکو سکھا دئے ہیں ہم آغوشیوں کے ڈھنگ
رکھو گلے لگا کے دعائیں دو ہار کو

بلبل ہو تیرے سامنے گر مدح سنجِ گل
میں سیکڑوں سناؤں چمن میں ہزار کو

زلفیں مجھے دکھا کے مری نیند کھوئیے
سونیکے مول بیچئے مشکِ تتار کو

بن بنکے ذبح کیجیئے۔ تن تن کے قتل عام
دیتے ہیں غوطے دستِ حنائی میں یا کھینچے
پھر کھیئے بوسہ لبِ رنگیں پہ ناز سے
محشر کو انتظار ہے تیرے حرام کا

مہلت بناؤ کو ہو نہ فرصت سنگار کو
رنگِ شفق میں دامنِ صبحِ بہار کو
لگ جائے آگ ایسی محبت کو پیار کو
محشر کا انتظار شبِ انتظار کو

٢١٠
راسخ پسِ وفات بھی ہیں وحشتیں وہی
دامن سمجھ رہا ہوں میں سنگِ مزار کو
٧

مجھ سے چھپتے بھی پھر وہ دل سے نکل بھی نسکو
کہدو موسیٰ سے کہ ہیں بام پہ وہ جلوہ نما
کیا قیامت ہو کسی طرح تمھیں چین نہیں
شوخیاں لاکھ سہی ہیں نہ دونگا وصل
مرنے والوں سے یہ کہدو کہ وہ جوڑا ہے کفن
لیجلے نعشِ عدو تم تو اٹھا کر ہری

دور بھی مجھ سے رہو پاس نکل بھی نہ سکو
اسطرح ابکے گرو تم کہ سنبھل بھی نہ سکو
دل میں رہو بھی نسکو دل سے نکل بھی نہ سکو
نکلے گر رہ نہ سکو تم تو مچل بھی نہ سکو
تم یہیں بھی نسکو جسکو بدل بھی نہ سکو
ہم تو نازک ہیں تمھیں جب جا نہیں کہ چل بھی نہ سکو

٢١٨
الفتِ شمع رخاں قہرِ خدا ہی راسخ
اُنسے پروانہ بھی بنتے رہو جل بھی نہ سکو
٩

رقصِ بسمل تہِ شمشیر نہ دیکھو دیکھا
کیوں نہ چھید وہیں غنچہ و نکا کلیجا چھید و
دیکھو ننھا سا کلیجہ ہی دہل جائیگا
محفلِ غیر میں کیا نیم نگاہی کا گلہ

یہ تماشائے گلوگیر نہ دیکھو دیکھو
کیوں سوئے دشمنِ بے پیر نہ دیکھو دیکھو
رخِ بسمل دمِ تکبیر نہ دیکھو دیکھو
میری قسمت مری تقدیر نہ دیکھو دیکھو

عید ہو جائے محرم نہ کہیں عالم میں	چاند کو دیکھ کے شمشیر نہ دیکھو دیکھو
دل سے لپٹی ہوئی حسرت نہیں نکلی کوئی	کھینچکر سینے سے تم تیر نہ دیکھو دیکھو
ہیں نگاہوں میں کسی پردہ نشیں کے گیسو	ہمنشینو مری زنجیر نہ دیکھو دیکھو
آئینہ سامنے رکھکر نہ سنوارو زلفیں	میری تقدیر کی تصویر نہ دیکھو دیکھو

٢١٩	میرے سر پھوڑنے پر کہتے ہیں مجھسے اے شیخ کھول کر یوں خطِ تقدیر نہ دیکھو دیکھو	١٧

جنوں میں بھی نہیں بھولا تمھاری چشمِ پرفن کو
کروں گا حلقۂ چشمِ غزالاں طوقِ گردن کو
نہ ہم کو رخنۂ دیوار سے جھانکو نہ دشمن کو
ہماری آنکھ کے ڈھیلے سے کردو بند روزن کو
دکھادوں جلوۂ گل آگ دیکر صحنِ گلشن کو
بنادوں شاخِ نخلِ طور ہر شاخِ نشیمن کو
خبر کردے کوئی یارب نواسنجانِ گلشن کو
صبا نے کردیا ہے گل ہماری شمعِ مدفن کو
الٰہی کس طرح سچا نجانوں ایسے بدظن کو
جو مجھکو قول دیکر ہاتھ دکھلائے برہمن کو
سحر آئی ہٹا زلفیں یہ شب گزری وہ دن نکلا
دکھا کر چہرہ گل کردے چراغِ صبحِ روشن کو

اڑائی ہے دلِ مضطر نے شوخی اُنکی آنکھونسے
چلی اولٹی ہوا رہ گیر نے لوٹا ہے رہزن کو
مجسم گریہ ہوں میں زندگی کاٹی ہے رو رو کر
بڑھاپے میں جوانی کو جوانی میں لڑکپن کو
مری تر دامنی چھائی ہے بن کر ابرِ میخانہ
کہو زاہد سے ڈالے رات دن پانی میں روغن کو
ہوا ایسی بندھے یا رب ہماری آہِ سوزانکی
اُڑا دے اونکے پردے کو لگا دے آگ چلمن کو
نکلکر دستِ قابو سے چڑھا آتا ہے سینہ پر
دبا دو اوٹھتے فتنے کو سنبھالو اُبھرے جوبن کو
پرکھ لو دیکھ لو بوسے کی قیمت دل ہے مٹھی میں
تامل کیوں ہے اتنا آرسی کیا ہاتھ کنگن کو
بپا محشر کروں زندانِ پا کوبی سے میں لیکن
مقدر جاگ اوٹھے گا سنکے زنجیروں کے شیون کو
نہ آئیگی کہانتک موت یادِ زلف و ابرو میں
کیا ہے لقمہ خنجر کو نگل رکھا ہے ناگن کو
الٰہی ابکے ساون میں اگر برسے نمک برسے
ہمارے زخم پھیلائے ہوئے بیٹھے ہیں دامن کو

وہی اب تک بگڑنا ہے وہی ابتک مچل جانا
جوانی رکھتی ہے آغوش میں اون کے لڑکپن کو

۳۲۵ فراقِ یار میں راسخ مبارک ہو مبارک ہو
دلِ ناشاد کو شیون دلِ ناشاد شیون کو ۱۱

غیر کو گھر میں بلاتے ہو یہ کیا کرتے ہو
اور پھر سامنے آتے ہو یہ کیا کرتے ہو

یاد ہے نیند میں کہنا وہ کسی کا شبِ وصل
کیوں ستانے کو جگاتے ہو یہ کیا کرتے ہو

میں ہوں ہمنامِ عدو مجکو نہ کیجے پامال
خاک میں کس کو ملاتے ہو یہ کیا کرتے ہو

لے چلے صبحِ شبِ وصل دل و دین و خرد
جان کیوں چھوڑ کے جاتے ہو یہ کیا کرتے ہو

ٹھوکریں مارتے چلتے ہو مری تربت کو
تم بھی دبتے کو دباتے ہو یہ کیا کرتے ہو

تار ہائے نظرِ شوق کا پردہ ہے بہت
منہ دوپٹے سے چھپاتے ہو یہ کیا کرتے ہو

کیسے سچے ہو تمھیں جھوٹ سے پرہیز نہیں
قسمیں ٹوٹی ہوئی کھاتے ہو یہ کیا کرتے ہو

تربتِ غیر پہ ٹھوکر نہ لگاؤ دیکھو
سوتے فتنے کو جگاتے ہو یہ کیا کرتے ہو

میں ہی غیر - مگر غیر سے بھی ربط نہ ہو
دوست دشمن کو بناتے ہو یہ کیا کرتے ہو

پھر سنوں کاش ترے منہ سے مری جاں شبِ وصل
سو رہو نیند کے ماتے ہو یہ کیا کرتے ہو

٤٤ وہی راسخ تو ہے دل جسکا چرایا تمنے
اب نظر اوس سے چراتے ہو یہ کیا کرتے ہو ١٥

تم مرا امتحان ہونے دو
ستم آسمان ہونے دو

نصف شب ہے ابھی کہاں کی جلدی
ٹھیرو ٹھیرو اذان ہونے دو

یہ رقیبوں کے ہاتھ لگتا ہے
ہے جو محرم میں پان ہونے دو

اور اوٹھینگے ابھی تو دو فتنے
اور بھی کچھ اوٹھان ہونے دو

لطف تو یوں ہی بوسۂ رخ کا
ہلکے ہلکے نشان ہونے دو

گالیوں میں بڑھے گی اور ادا
ہاتھ بھر کی زبان ہونے دو

شیخ جی وقف کی دکانوں میں
مغبچے کی دکان ہونے دو

فیصلہ آج ہو مرا اگر تم
تیغ کو درمیان ہونے دو

کیا قیامت ہے کم سنی اونکی
بارک اللہ جوان ہونے دو

آئنے میں اور اپنی صورت میں
دیکھو اللہ کی شان ہونے دو

اہلِ محشر تھمے رہو کل تک
آج میرا بیان ہونے دو

تیغ بھاری ہے نیمچہ لے لو
تم مجھے نیمجان ہونے دو

سبزہ رنگوں کے غم میں خضر مجھے
ہونے دو دھان پان ہونے دو

تم مجھے میں عدو کو قتل کروں
شہر میں چین چان ہونے دو

٢٢٢	ہم ہیں راسخ قدم محبت میں ہے جو دشمن جہان ہونے دو	٩

ہمارے قتل کو موقوف کیوں تقصیر پر رکھو
گناہِ خونِ ناحق خوبیٔ تقدیر پر رکھو

عیاں ہر چشم جوہر سے ہو کیفِ دیدۂ بسمل
ہمارے خون کی دھاریں جو تم شمشیر پر رکھو

غمِ فرقت سے گھلتی رہتی ہے ہر روز کاغذ پر
تماشا ہے نظر گر تم مری تصویر پر رکھو

نگاہِ قہر دشمن پر بھی ہو گر ہو جو بھی مجھ پر
کسی کو تیغ سے مارو کسی کو تیر پر رکھو

حبابِ آب بن کر قصرِ شیریں کا پتا پوچھے
سرِ فرہاد کو گر موجِ جوئے شیر پر رکھو

نہ رکھو چارہ سازو کسی تعلق میرے زخموں کا
مرے ناسور میرے ناخنِ تدبیر پر رکھو

چڑھے جب چاند بوسہ دو ہلالِ تیغِ ابرو کا
ہمیں نوکر تم اس تنخواہ بے تاخیر پر رکھو

وفورِ کشمکش سے دیکھیں پہلے کس کا دم نکلے
نگہ شمشیر پر رکھو نظر نخچیر پر رکھو

٢٢٣	پلٹ جائے ورق ہی شکوۂ گردش کا گر راسخ مری فردِ معاصی پشتِ چرخِ پیر پر رکھو	١١

نزع میں دید کی حسرت ہے یہ حسرت دیکھو
میری ہمت پہ نظر ہو مری صورت دیکھو

سر پہ دشمن کو چڑھاتے ہو غضب کرتے ہو
ہو نہ جائے کہیں بدنام نزاکت دیکھو

غیر بر میں ہی تھرتا ہوں کہ شب کہتا تھا
گر نہ دیکھو مری صورت مری تربت دیکھو

خلف مسجود ملائک ہیں تو ہوں وہ بشر
مجکو سجدہ کرو گر میری حقیقت دیکھو

کہتے ہیں وہ جو دکھادیں کہیں حسن عارض
کبھی مصحف میں بھی یوسف کی نہ صورت دیکھو

وہی حسرت سی ہے چھائی ہوئی بادل بنکر
میری صورت نہیں دیکھی مری تربت دیکھو

پھر وہی وعدہ خلافی وہی جھوٹا اقرار
پھر وہی چینڈ وہی لو سو نہ محبت دیکھو

دلشکن ہو کے مرے نالے ہوئے چرخ شکن
لو کلیجے پہ دھرو ہات گری چھت دیکھو

کوئی وعدہ تو کرو حشر کا وعدہ ہی سہی
نالے برپا کئے دیتے ہیں قیامت دیکھو

ہجو مے بیٹھ کے رندوں میں جناب واعظ
قبلہ بس ہوش کی لو جانے دو حضرت دیکھو

۲۲۴
طلب بوسہ عارض پہ وہ مجکو راسخ
آئنہ لا کے دکھلاتے ہیں کہ صورت دیکھو
۱۱

تجھے کبھی رہیں یہ جو وہ رشک حور یانو
نخوت قدم لے دور کے جو مے غرور یانو

زنجیر و طوق ٹکڑے ہیں وحشتیں تو ٹوٹ کر
گردن سے ہاتھ دور ہیں یانو سے دور یانو

لیجائیں میرے نامے کہاں تک پیامبر
تھک تھک کے ہاتھ رہ گئے ہو ہو کے چور یانو

چکر ہے میرے یانو میں تقدیر کی طرح
دل کی طرح ملے ہیں مجھے ناصبور یانو

آب و طواف میکدہ واعظ شراب سے
دھو دھو کے پیجئے دیجئے مجکو حضور یانو

تیر نظر میں گر نہ لگائے تھے تمنے پر
تھے پیٹ میں ہمارے جگر کے ضرور یانو

منعم کے سامنے کبھی پھیلیں نہ میرے ہاتھ
پھیلائیں یوں دعائیں مری یا غفور یانو

دزد حنا تو طائر رنگ حنا نہ تھا
بے جرم ہاتھ باندھ دیئے بیقصور یانو

میخانے کی ہوا ابھی گرمی ہے جناب شیخ
دیکھو وہ لڑکھڑائے وہ بہکی حضور پانو

گردش ہے مجکو دشت میں ہم رنگ ورمے
گویا بغل میں رکھتے ہیں جام بلور پانو

پامال کر نگر دل راسخ ہے خارزار
رکھیو سنبھل سنبھل کے بت کم شعور پانو

تماشا ہو جو مجسا کوئی وحشی دشت پیما ہو
کہ ہر نقش قدم رشک حباب موج دریا ہو

تری شمشیر کا مشتاق پیدا ہو جو پیدا ہو
الٰہی حشر تک سفاک تو ہو اور دنیا ہو

اُدھر حوروں کا دعوے ہو ادھر تیرا تقاضا ہو
تماشا ہے شہید ناز پر جنت میں جھگڑا ہو

نہ یوسف ہو نہ عذرا ہو نہ شیریں ہو نہ لیلا ہو
ہماری آنکھ سے دیکھے کوئی تم کون ہو کیا ہو

کمر آ جائے اونکی میرے ہاتھوں کی لکیروں میں
کسی دن تو الٰہی جال میرا دام عنقا ہو

تمنا ہے ترے منہ سے سنوں چھوکر تری زلفیں
خدا کی مار تجھپر دور ہو کمبخت لمبا ہو

دعا دیتے ہیں وہ میرے دل پر داغ کو لیکر
الٰہی گانٹھ کا پورا ہو اور آنکھوں کا اندھا ہو

کھنچی جاتی ہے جاں میری چڑھا جاتا ہے دم میرا
اُسے دشمن نے آغوشِ تصوّر میں نہ کھینچا ہو
خیالِ گیسو و لب سے مری تربت سجے یارب
کہیں تصویرِ شیریں ہو کہیں تصویرِ لیلا ہو
خدا چاہے تو آئیں گے عبث کہتے ہو وعدو نیر
ہمیں معلوم ہے صاحب خدا چاہے نہ تم چاہو
وفا میں عشقبازی میں جفا میں بے نیازی میں
یہ ناممکن کہ مجسا ہو یہ ناممکن کہ تمسا ہو
مجسم آنکھ بن جاؤں پئے نظارۂ قاتل
پڑے جو زخم یارب مردمِ چشمِ تمنا ہو
اُنھیں خط لکھنے بیٹھا ہوں کہیں ایسا نہ ہو قاصد
مرے ہاتھوں کا لکھا بھی مری قسمت کا لکھا ہو
تمنا ہے پڑے بھرپور سر پر ہاتھ قاتل کا
الٰہی جو مری تقدیر کا لکھا ہو پورا ہو

۲۲٦ غمِ دنیا و فکرِ دیں سے ہم محفوظ ہیں راسخ
رہے دونوں سے جو آزاد وہ کیونکر نہ یکتا ہو ۲۰

وہ بت تھامے ہوئے دل بام پر محوِ تماشا ہو
الٰہی نالۂ گردوں شکن کا بول بالا ہو

اُڑا کر خاک ہجراں میں جو ہم روئیں تماشا ہو
کبھی صحرا میں ہو دریا کبھی دریا میں صحرا ہو

ہٹا دے شمع رخ سے گر وہ بُت زلفیں تماشا ہو
پتنگا ہو کبھی شعلہ کبھی شعلہ پتنگا ہو

کہا تھا میں نے گر خلوت ہو میں ہوں تم ہو تو کیا ہو
وہ بولے مُسکرا کر کہنے والے کا کلیجا ہو

مُوحّد ہوں اگر لفظِ اذاں ناقوس میں پھونکوں
کلیسا ہو کبھی کعبہ کبھی کعبہ کلیسا ہو

تصوّر میں گر آ جاؤ دمِ آخر سنبھل جاؤں
عیادت کی عیادت ہو سنبھالے کا سنبھالا ہو

فروغِ عشق کو گر قصد ہو معجز نمائی کا
دلِ پُر داغ بجھکر بھی چراغِ دستِ موسیٰ ہو

ڈراتا ہے عبث خورشیدِ محشر سے مجھے واعظ
کوئی اُترا ہوا شاید مرے زخموں کا پھاہا ہو

قسم ٹوٹی رہے یارب زباں جھوٹی رہے یا رب
دلِ عاشق نہ ٹوٹے ہاتھ قاتل کا نہ جھوٹا ہو

شبِ غم انتظارِ یار میں پتھرا گئیں آنکھیں
عجب کیا ہو کہ پھر صبح تک ایک ایک ڈھیلا ہو

نرالی شرم ہے کہتے ہیں بن ٹھن کر وہ دشمن سے
نہ دیکھے جو ہمیں دیدے ہم ہو جائیں اندھا ہو
نہیں منظور گر ملنا نہ ملنا فیصلہ کر لو
جسے ہم چاہیں ہم چاہیں جسے تم چاہو تم چاہو
وفورِ رشک سے وہ دیکھ کر آئینہ کہتے ہیں
نہیں ہم ہوں تو بہتر ہو نہیں ہم ہوں تو اچھا ہو
پیامِ وصل میں یوں چاہیے حسنِ طلب قاصد
کہ لفظوں میں تقاضا ہو معانی میں تمنا ہو
ستم پر بھی تقاضا ہے مری جدت پسندی کا
نیا ہو تازہ ہو سب سے نرالا ہو انوکھا ہو
زمیں پر آسماں ساتوں مری اک آہ لے آئے
شبِ فرقت اگر وہ حکم دیں آ ٹھو تماشا ہو
چھلکنے میں ہماری عمر کا پیمانہ ہو چھالا
چمکنے میں تری شمشیر دشمن کا نصیبا ہو
ابھی بگڑے تھے دشمن سے ابھی بننے لگیں زلفیں
کھلونا ہو تماشا ہو ابھی کیا تھے ابھی کیا ہو
رہے دلمیں غریقِ بحرِ الفت کے مزہ اونکی
الٰہی ڈوبنے والوں کو تنکے کا سہارا ہو

۲۲۷ وہ کافر تند خو سیدھے مسلماں حضرت راسخ ۱۵
الٰہی دیکھئے کیونکر نبھے کیسی بنے کیا ہو

دشتِ وحشت میں ہے سائے سے تقدم مجکو
نقشِ پا سوجھتے ہیں دیدۂ مردم مجکو

بحرِ وحدت نے دیا رتبۂ قلزم مجکو
مجھ میں گم تمکو کیا تم میں کیا گم مجکو

حیرتِ حسنِ تجلی نے کیا گم مجکو
صفِ محشر میں عبث ڈھونڈتے ہو تم مجکو

شرکتِ غیر کا ہوتا ہے توہّم مجکو
نکہو بہرِ خدا تم نہ کہو تم مجکو

غم کا وہ تیر ہے لو ہاکہ اگر آئے خیال
چیر دے آرہ صفت سینِ تبسّم مجکو

کاش پنہاں ہیں دو تونکی نظر سے دشمن
میں ہی میں تمکو دکھائی دوں تمھیں تم مجکو

سیلیِ دستِ زمانہ سے بچھوٹا یہ چرخ
کر دیا خاک بھی تو خاکِ تیمم مجکو

تیرے پیمانکی طرح شیشۂ توبہ توڑوں
ساقیا لادے کوئی خشتِ سرِ خم مجکو

جا بستاں ناچ میں ہو جائیگی ٹھوکر تیری
مر ہی جاؤنگا جو گھنگرو نے کہا قم مجکو

لٹکے میں ہیں زنِ توحید چپٹ ہوئے شبِ وصل
نہ سنا مرغِ سحر بانگِ تظلّم مجکو

کیا لکھوں کیا لکھوں دردِ محبت کہ نہیں
طاقتِ ضبط مجھے تابِ تکلّم مجکو

پیچھے پیچھے ہیں سبھی غیر مگر رشک یہ ہے
تیرے سائے سے بھی ہوتا ہے توہّم مجکو

کسطرح دیکھوں تجھے غیر نظر آتے ہیں
مردمِ دیدہ مجھے - دیدۂ مردم مجکو

دشتِ وحشت کو شبِ غم یہ تمنا ہی رہی
نہ ملا چاکِ گریبانِ تبسّم مجکو

ملکے غیروں سے بھی راسخ نہ کبھی چین ملا
وہ ادا فہم سمجھتا ہی نہیں مبہم مجکو

۲۲۸	ردیف ہائے ہوز	۱۵

تم سے جانِ جہاں خدا کی پناہ — الاماں الاماں۔خدا کی پناہ
بے دہانی پہ گالیاں ہے ہے — ہاتھہ بھر کی زباں خدا کی پناہ
ڈھنگ سارے ہیں تیر دل کے سے — اے تری شوخیاں خدا کی پناہ
تیرے کوچہ میں جب جگہہ نہ ملی — پھر ملے گی کہاں۔خدا کی پناہ
تیرِ قاتل میں ہیں یہ دونو وصف — دلنشیں دلنشاں۔خدا کی پناہ
آپ کی دوستی الٰہی خیر — دشمنیِ جہاں خدا کی پناہ
اُف رے شوخی کہ نیم شب شبِ وصل — دے گئے خود اذاں خدا کی پناہ
اب گری لے کر آسمانوں کو — آہِ عرش آشیاں خدا کی پناہ
ایک بوسے پہ لیکے دل بولے — کسقدر ہی گراں۔خدا کی پناہ
میری آنکھہ اور غیرتِ یوسف — وہ اور اندھا کنواں خدا کی پناہ
تا کجا انتظار ہو شبِ ہجر — اجلِ ناگہاں خدا کی پناہ
خاک بھی ہے ہمارے چکّر میں — ستمِ آسماں۔خدا کی پناہ
پاسبانوں کا خود نگہباں ہے — او بُتِ بدگماں۔خدا کی پناہ
بوسۂ خال کی تمنّا پر — اِسقدر گالیاں۔خدا کی پناہ

۲۲۹	کہتے ہیں مُنکے حال راسخ کا ہو چکی داستاں۔خدا کی پناہ	۹

مے وحدت کا بڑھتا ہے سرور آہستہ آہستہ
تھکے ہارے پہنچ جاتے ہیں دور آہستہ آہستہ
یہ مے ہے شیخ صاحب ایک سانس اسکو نہیں پیتے
جناب آہستہ آہستہ حضور آہستہ آہستہ
جوانی کچھ ابھر آئے ذرا جوبن نکھر جائے
جفائیں سیکھ جائے گا غرور آہستہ آہستہ
مری گردن پہ تم آہستہ آہستہ چھری پھیرو
نئے قاتل ہو آئے گا شعور آہستہ آہستہ
یہیں جلوے سے اپنے خون کر اہلِ تماشا کا
یہیں آجائے گا چہرے پہ نور آہستہ آہستہ
کسی کے عارضِ تاباں سے پردہ اُٹھتا جاتا ہے
کسی کا بام ہو جائے گا طور آہستہ آہستہ
رواں اشکِ ندامت ہو اگر موتی محل بنجائے
قصورِ خلد ہوں بڑھکر قصور آہستہ آہستہ
نہیں توبہ کی کچھ جلدی قیامت آنے دو واعظ
بُرے کاموں سے ہوتے ہیں نفور آہستہ آہستہ
نہیں راسخ کی تربت خارزارِ رنج وارماں ہے
قدم اس ڈھیر پر اے رشکِ حور آہستہ آہستہ

ردیف یائے تحتانی

ترقی پر کسی کی خود نمائی ہوتی جاتی ہے
کہ آئینے سے صورت آشنائی ہوتی جاتی ہے

وصال ناگہاں اونکی جدائی ہوتی جاتی ہے
شکستہ خاطر و نکومومیائی ہوتی جاتی ہے

شبِ وعدہ مرے کی ہاتھا پائی ہوتی جاتی ہے
وہ ٹھوکر دیتے جاتے ہیں کلائی ہوتی جاتی ہے

زبانِ تیغ سے دیتے ہیں وہ پیغام ملنے کا
نمٹتے جاتے ہیں جھگڑے صفائی ہوتی جاتی ہے

پھسلتے جاتے ہیں کوچہ میں تیرے پانوٗ دل ہوکر
کہ سیلِ دیدۂ گریاں میں کائی ہوتی جاتی ہے

وہ چشمِ جنگجو لڑتے ہی مل جاتی ہے غیروں سے
لڑائی ہوتی جاتی ہے صفائی ہوتی جاتی ہے

دئے مشکل سے دس رکھا تھا نو کر تین بوسوں کا
عنایت یار کی ہیر پھیر تہائی ہوتی جاتی ہے

پھٹا پڑتا ہے جوبن تمیہ محرم کی خبر لیجے
کھلے بندوں مری مشکل کشائی ہوتی جاتی ہے

جہاں تک دل سے ملتا ہوں وہ مجھسے کھنچتے جاتے ہیں
بشکل حرفِ دردِ دل جدائی ہوتی جاتی ہے

تمھاری آرسی کا آئینہ اب لعل بنتا ہے
کہ رنگت عکسِ عارض سے حنائی ہوتی جاتی ہے

مٹاتا جاتا ہے گردوں نشاں تک منھ والونکے
زمیں کی پیٹ میں سب کی سمائی ہوتی جاتی ہے

ملا ہے کام مجکو بندِ محرم باندھ دینے کا
الٰہی شکر ہے کچھ رسائی ہوتی جاتی ہے

وہ خود بھی آئنے میں عکس پر ابرو قرباں ہیں
زبانِ تیغ سے بھی خودستائی ہوتی جاتی ہے

خمِ گیسو نہیں بانکی چتونوں نہیں ترچھی چالوں میں
مجسّم اُس پری کی کج ادائی ہوتی جاتی ہے

اُبھرتا جاتا ہے جوبن ترا دل کی گرہ ہوکر
نکلتا آتا ہے عقدہ صفائی ہوتی جاتی ہے

اُڑائے جاتی ہیں ساقی کی دونو آنکھیں دو حصے
ہمارے نام کی بوتل تہائی ہوتی جاتی ہے

کہیں سجدے میں ہیں کافر کہیں ہیں جبہ سا مومن
خدائی میں حسینوں کی خدائی ہوتی جاتی ہے

وہ حق سے دور ہی رہتے ہیں جو حورو نکے طالب ہیں
غرض کی پارسائی نارسائی ہوتی جاتی ہے

٢٢٤ ہوئے چوٹی کے مضموں پیش پا افتادہ اے راسخ
کہ اُس چوٹی کی ایڑی تک رسائی ہوتی جاتی ہے ١٣

قتل کرتا نہیں گر وہ بتِ خودسر نہ سہی
ہم بھی دم موت کو دینگے دمِ خنجر نہ سہی

زندگی بھر میں سہی۔ بوسۂ لب گر نہ سہی
یہ بھی منظور نہیں تمکو تو بہتر نہ سہی

کاکلیونسی نہو مشتاقِ شہادت محروم
کوئی چھری سہی۔ ہاتھ میں خنجر نہ سہی

زلف بھی تیری قیامت ہے۔ الٰہی توبہ
ہمنے مانا کہ ترے قد کی برابر نہ سہی

چٹکیاں لیکے جگائیگا مجھے حشر میں درد
تیری ٹھوکر نہ سہی۔ فتنۂ محشر نہ سہی

جان ہیں درد ہی سے لیں قاتق سر جنوں
عشق میں جاں نہ سہی دل نہ سہی سر نہ سہی

حشر سر ہو کے ڈھاؤنگا ترے کوچے میں
نہ رہا گر تری دہلیز کا پتھر نہ سہی

غیرتِ ماہِ منور ہو۔ جہاں بیٹھے رہو
نہ پھرے تم نہ پھرے آنکھو گھر گھر نہ سہی

ناز بیجا نہ اُٹھیگا نہ اُٹھیگا ہرگز
مجھ پہ مشکل نہ سہی غیر پہ دوبھر نہ سہی

صورتِ نقشِ قدم تسپہ مٹا جاتا ہوں
صفحۂ دہر پہ میں حرفِ مکرر نہ سہی

ذبح کرکے مجھے قاتل نے تڑپنے نہ دیا
کہہ رہا ہے تری قسمت کا یہ چکر نہ سہی

گالیاں دیتے ہیں دو چار وہ گاہے ماہے
نہ ہوئی گر مری تنخواہ مقرر نہ سہی

٢٣٢ چشمِ حیراں نہیں ہو تم دلِ راسخ میں رہو
خانہ برباد ہے وہ گھر نہ سہی در نہ سہی ١١

پھر تری زلف جال ہوتی ہے
زندگی پھر وبال ہوتی ہے

بات پیچھے ہے گالیاں پہلے
یہہ بھی کچھ بول چال ہوتی ہے

میکدہ میں سبیل ہے زاہد
مفت کی تو حلال ہوتی ہے

خالِ رخ خالِ لب پہ مرتا ہوں
موت یوں خال خال ہوتی ہے

غیر کا پان تم نہ لو کہ زباں
لال ہوتی ہے لال ہوتی ہے

یہ جفا ہے تو چل بسینگے ہم
پھر نہ کہنا کہ چال ہوتی ہے

ہاتھ محرم پہ پھیرتا ہے رقیب
لیجے چڑیا حلال ہوتی ہے

تو نے دیکھی ہے اک پری واعظ
شیشہ میں لال لال ہوتی ہے

غیر کی بات پر تو چلتے ہو
یہ سمجھ لو کہ چال ہوتی ہے

محتسب ہو گیا ہے تشنہ خوں
اب بطِ مے حلال ہوتی ہے

یاس کہتی ہے موت موت مجھے
آرزوئے وصال ہوتی ہے

بوسہ مُنہ پھوڑ کر نہ مانگوں گا
میری صورت سوال ہوتی ہے

حالِ عاشق پہ زلف کی پھبتی
کسقدر حسبِ حال ہوتی ہے

تیرے مُنہ سے نکلتے ہی گالی
بادۂ پرتگال ہوتی ہے

کاٹ لیجے زباں شکایت پر
یہ بدن میں حلال ہوتی ہے

نوجوانی گئی بتوں سے بچے
جب یہ ڈھلتی ہے ڈھال ہوتی ہے

ق

حلت و حرمتِ شراب کیسی
بے تُکی قیل و قال ہوتی ہے

نیّتِ شب حرام ہے زاہد
دن کو پی لے حلال ہوتی ہے

وہ ہیں آئینہ اور رخ و گیسو
کھینچنے دو نہ غیر کو موباف

رات دن دیکھ بھال ہوتی ہے
بال کی یہہ تو کھال ہوتی ہے

۲۳۳	حسن کی عمر سنتے ہیں راسخ ۳۰ ۳۲ تیس بتیس سال ہوتی ہے	۱۵

اُف رے حیرانی پریشانی مری
شکل تمنے بھی نہ پہچانی مری

جو رہیم کا کیا جس دم گلہ
ہنس کے فرمایا کہ نادانی مری

میں وہ مجنوں ہوں تمھاری زلف کا
کیا کہوں لیلی ہے دیوانی مری

نیم بسمل کرکے قاتل تھک گیا
پڑ گئی مشکل میں آسانی مری

جمع کر لو اپنی زلفوں کے لئے
کام آئے گی پریشانی مری

ماتمی ہوں میں دلِ مرحوم کا
آؤ سن لو مرثیہ خوانی مری

کر دیا مجکو بھی تحبا عشق نے
ہے مرا آئینہ حیرانی مری

پھانسیاں دے دیکے کہتی ہے وہ زلف
فوجداری بھی ہے دیوانی مری

لے گیا دل ہائے بیرحمی تری
دے دیا دل وائے نادانی مری

خطِ قسمت کا لفافہ کھل گیا
گھس گئی اُس در پہ پیشانی مری

باندھ کر احرام پی زمزم پہ مے
اللہ اللہ پاک دامانی مری

سجدہ اوس در کا ہو کیونکر روا
رکھتی ہے یہہ سکہ پیشانی مری

کہہ گیا دل ضبطِ شوقِ دید سے
ہو چکی بس بس نگہبانی مری

کر چکا ہوں پھل نیا شمشیر کا
خوب کی قاتل نے مہمانی مری

٢٣٤	دیکھے دل اُس بت کو راسخ کیا کہوں ہاتھ ملتی ہے پشیمانی مری	١٥

طوفانِ فنا خیز ہے دنیا مرے آگے	ہوتا ہے حبابوں کا تماشا مرے آگے
لے بیٹھے ہیں وہ نامہ عدو کا مرے آگے	آیا مری تقدیر کا لکھا مرے آگے
آئینہ ہے اُنکا یدِ بیضا مرے نزدیک	دم بھرتا ہے اُنکا لبِ عیسیٰ مرے آگے
اے روشنیِ طبع تصور کو لگے آگ	رہتا ہے چراغِ رخِ زیبا مرے آگے
وہ رند ہوں ہوتی ہیں نمازیں مرے پیچھے	بچھتا ہے شب و روز مصلا مرے آگے
اقرار سے اچھا ہے یہ انکار کا پہلو	ہر بات پہ کہدیتے ہیں اچھا مرے آگے
ہو وصفِ لبِ یار میں گر خامہ شکر ریز	شیرینی رکھیں حضرتِ عیسیٰ مرے آگے
مینا میں نہیں جلوہ صہبا کا تماشا	ہے لال پری شیشے میں گویا مرے آگے
گردش ہے نگہ کی مری تقدیر کا چکر	پتلی تری کرتی ہے تماشا مرے آگے
حیرت سے کہا کرتے ہیں وہ آئنہ لیکر	مجھسا ترے آگے ہے نہ تجھسا مرے آگے
خود ذکرِ شبِ وصلِ عدو سے میں خجل ہوں	وہ پونچھنے جاتے ہیں پسینا مرے آگے
جنت میں وہی حور وہی شاہد وہی ساقی	جو مینے کیا تھا وہی آیا مرے آگے
لینے دو مجھے دور سے زلفوں کی بلائیں	شانے سے سرک جائے دوپٹا مرے آگے
بیٹھا ہے یہ سکہ ترے اندازِ حیا کا	کیا آنکھ کرے نقشِ کفِ پا مرے آگے

٢٣٥	آجائے کہیں غیر کی آئی تجھے لاج آتی نہیں گر میری تمنا مرے آگے	١٥

کہا کرتی ہے بتخانے میں ہر تصویر پتھر کی
کہ مسجودِ خلایق ہے زہے توقیر پتھر کی

بگڑتے ہو مگر میری وفائیں نقش ہیں دلبر
مٹاتے ہو مگر مٹتی نہیں تحریر پتھر کی

کروگے جس سے باتیں صاف پتھر کھینچ مارو گے
کہ ہے اُس لعل لب کا شعبدہ تقریر پتھر کی

یہاں حیرت وہاں تمکین وہ کیونہ میں بولا
شب وعدہ بنے بیٹھے رہے تصویر پتھر کی

ہوا محصور مجنوں تودہ ہائے سنگ طفلاں سے
بلند اک چار دیواری ہے دود و تیر پتھر کی

پگھل جاتا ہے خوں گرمی سے میری موم بن بنکر
بدل دیتی ہے پیشانی مری تاثیر پتھر کی

چمک اُٹھا ہے رنگ خوں سے سوئیکی ڈلی بنکر
ہمارے سر کے کھلتے ہی کھلی تقدیر پتھر کی

تمھارے سخت سینے کا مریجاں یہ اثر دکھیا
کہ سونے کی گلے میں ہو گئی زنجیر پتھر کی

تجھے پینا تھا خوں پرویز کا جو شیر مادر تھا
کیا کیا کوہکن تدبیر جوے شیر پتھر کی

یہ جی میں ہے کہ تم سے بھاری پتھر جو ملکر چھوئیں
کھنچے گا کس سے پتھر کیوں کریں تسخیر پتھر کی

بجائے سنگِ اسود مانگ کر آذر سے کعبہ میں
لگا دیتے خلیل اللہ کوئی تصویر پتھر کی

وہ سنگیں دل ہے پہلو میں وہ جوبن میرے ہاتھوں میں
مری مٹھی مرے قبضے میں ہے جاگیر پتھر کی

وہ لاتے ہیں ہمارے قتل کو قربان بچپن کے
کبھی تلوار مٹی کی کبھی شمشیر پتھر کی

جو صورت دیر میں دیکھی حرم میں تھا وہی نقشہ
یہاں تصویر پتھر کی وہاں تعمیر پتھر کی

کسی کے جلوہ سے پتھرا گئیں رک رک کے مری آنکھیں
۱۵ مری آنکھوں کی ہر پتلی ہے اک تصویر پتھر کی ۲۳۶

کسی ہنر کسی فن میں نہیں کمال مجھے
بشکلِ ماہ نہو گا کبھی زوال مجھے

سمجھ لیا ہے عبث طالبِ وصال مجھے
نہ یہ خیال تجھے ہے نہ یہ خیال مجھے

سمجھا گیا ہے تشبیہِ لب کا حال مجھے
دکھائی دیتا ہے کوثر یہ بلال مجھے

پیوں نہ بادۂ گلرنگ جبتک اے واعظ
تو دہنے ہاتھ کا کھایا نہو حلال مجھے

چلے وہ ناز سے جسدم تو حشر چلّایا
بتاتے جایئے چلتی ہوئی یہ چال مجھے

خبر نہیں کہ پریشاں کہاں کہاں ہوتا
بچا لیا تری زلفوں نے بال بال مجھے

ملا گلے سے وہ کھینچ کھینچکے صورتِ خنجر
کیا تو کُند چھُری سی کیا حلال مجھے

ادھر تو آنکھہ ملاؤ کہاں گزاری رات
تمھاری نیچی نگہ سی ہے انفعال مجھے

گرا ہیں برقِ تجلی سے المدد ای ضعف
چلا ہیں ہاتھ سے ناطاقتی سنبھال مجھے

وہ سوسنا ہیں کہ صفتِ سروِ قامت
وہ باتوں باتوں میں کرجاتے ہیں نہال مجھے

یہ حسن و عشق یہ ناز و نیاز دولت ہے
جمال تمکو ملا ہے تو کمال مجھے

بھرے نمک سے مرے زخمو میں کسلیے قاتل
جو ذبح کرکے سمجھتے نمک حلال مجھے

خدا سے بھی کبھی مانگا نہ ہاتھ پھیلا کر
یہ ناپسند رہا شیوۂ سوال مجھے

تمھارے رخ پہ ہوں صدقے تمھارے تل پہ نثار
وہ گاہ گاہ دکھاؤ یہ خال خال مجھے

۲۴۷	غمِ بتاں بھی ہی فکرِ سخن بھی ہی راسخ گزر گئے ہیں مصیبت میں چند سال مجھے	۱۴۳

ہاتھہ میں تیغ منہ میں گالی ہے
بات سے تمنے تمی نکالی ہے

اب اُٹھا اب اُڑا وہ تیرِ نگاہ
ابروؤں نے کماں سنبھالی ہے

کب بھری تمنے وصل کی ہامی
عید کا چاند ابکے خالی ہے

زاہدِ خشک عشق کیا جانے
پیت کی ریت ہی نرالی ہے

سانپ چوٹی کا بن گئی چوٹی
تمنے ناگن بلا کی پالی ہے

اُن کا جوبن ہے سونے کی چڑیا
جال محرم کی لوٹ جالی ہے

اُسنے یکجا کئے ہیں دیر و حرم
کعبہ ابرو ہے زلف کالی ہے

ہجر میں سم ہے سبزۂ گلشن
لالہ خونِ جگر کی پیالی ہے

عکس گردن نے میرے ساقی کے — آئینے میں صراحی ڈھالی ہے
ذبح کرنے میں خنجرِ ابرو — سچ تو یہہ ہے بڑا حلالی ہے
دل ربا دیں ربا ہے جلوۂ یار — آج اللہ سب کا والی ہے
چشمِ بد بیں میں ڈال دو تنکا — ناک میں نتھنی تم نے ڈالی ہے

۲۳۸	آپ راسخ کو پارسا نہ کہیں وہ تو اک رندِ لاابالی ہے	۱۵

ہم صورتِ رقیب جبیں پر بنائیں گے
تدبیریں بڑی تو مقدر بنائیں گے
اب گالیوں کو رزقِ مقدر بنائیں گے
اپنی غذا ہم آپ کی ٹھوکر بنائیں گے
دریا میں عکسِ عارضِ آتش فشاں سے وہ
پانی کے بلبلوں کو سمندر بنائیں گے
ہم ہیں وہ تشنہ کامِ مے شعلہ ریزِ عشق
محشر میں میکدہ لبِ کوثر بنائیں گے
کمسن ہیں جب چڑھائینگے بھوں عرضِ وصل پر
وہ نیمچوں کو کھینچ کے خنجر بنائیں گے
پتھرا کے اپنے جلوۂ حیرت نما سے آپ
آئینے کو بھی سدِ سکندر بنائیں گے

بیکار جانے دینگے نہ اے گردشِ قدم
تجھکو بھی ہم نصیب کا چکر بنائیں گے

ٹھانی ہے اب رہیں گے نہ بوسہ لئے بغیر
بگڑے گی گر وہ زلفِ معنبر بنائیں گے

دل کو خلش جگر سے جگر کو ہے دل سے لاگ
ناوک تری نظر کے کہاں گھر بنائیں گے

حالت فریب و چھل سے بھی گر یہی رہی
ہم تجکو ٹھیک اسے دلِ مضطر بنائیں گے

شاید تمھارے کام کی بھی کوئی بات ہو
لکھ لکھ کے خطِ شوق کو دفتر بنائیں گے

ڈھونڈیں گے نقشِ پائے عدو سے تری گلی
رہزن کو تیری راہ میں رہبر بنائیں گے

اُن وحشتوں کو تیغ سے سفاک کیا غرض
ناخن بڑھا بڑھا کے جو خنجر بنائیں گے

ہے حسرتوں کا خون تو ارماں شہید ہیں
ہم دل میں دو مزار برابر بنائیں گے

وحشت یہ مجھسے کہتی ہے راسخ کہ دشت میں
١٧ خانہ خرابیوں کے لئے گھر بنائیں گے ٢٣٩

ستارے جھڑتے ہیں تیری جبیں سے ‏ — ‏ یہ تارے ٹوٹے ہیں عرشِ بریں سے

رہی تھی چال جو چرخِ بریں سے ‏ — ‏ ہوئی وہ تیرے کوچہ کی زمیں سے

ہمارا خون پانی ایک ہوکر ‏ — ‏ پسینا بنکے ٹپکا ہے جبیں سے

لیا ہے دل ترے دزدِ حنا نے ‏ — ‏ یہیں سے نکلیگی چوری یہیں سے

مری تقدیر سے شمشیر ہوکر ‏ — ‏ نکل آئی کلائی آستیں سے

ہمیں کو تم سکھاتے ہو ہمیں کو ‏ — ‏ ہمیں سے سیکھکر چالیں ہمیں سے

دوپٹے نے ترے سینے سے ڈھلکر ‏ — ‏ دکھایا کچھ کہیں سے کچھ کہیں سے

تڑپنے دے مجھے گر ضبطِ نہاں ‏ — ‏ نکلجاؤں پرے عرشِ بریں سے

خیالِ زلف میں مجکو مرے ہاتھ ‏ — ‏ نظر آتے ہیں مارِ آستیں سے

دوبالا ہو گیا ہے شوقِ پابوس ‏ — ‏ تری چل چل ہٹ ہٹ سے نہیں سے

ملی گیسو کو تیرے وہ سیاہی ‏ — ‏ بچی تھی جو مرے خطِ جبیں سے

دلِ عشاق وعہد ربطِ دشمن ‏ — ‏ نہ ٹوٹے گا ہمارے نازنیں سے

کہا سن سنکے مجسے ذکرِ یوسف ‏ — ‏ خدا کے بندے وہ بھی تھی ہمیں سے

ملے چینِ جبیں کو ابرووں کو ‏ — ‏ نکلکر پیچ زلفِ عنبریں سے

بنا کر شکلِ تجکو نکلیں آفرینیں ‏ — ‏ زبانِ کلکِ صنعت آفریں سے

نکلجاتے ہیں یوں جو بیوفا ہیں ‏ — ‏ وہ کہتے ہیں مری جانِ حزیں سے

۱۴۴	خدا کے پیارے بندے ہم ہیں راسخ نہ دنیا سے علاقہ ہے نہ دیں سے	۱۱

بتانِ شعلہ خو سے گرمِ محفل ہم بھی رکھتے تھے
کبھی تھی جان ہم میں بھی کبھی دل ہم بھی رکھتے تھے

جوابِ ناوکِ و شمشیرِ قاتل ہم بھی رکھتے تھے
جگر اک ہات میں اک ہات میں دل ہم بھی رکھتے تھے

گئے ہیں اپنے نالے گل رخوں کے کان تک سوں
انھیں تیروں نمیں پر ہائے عنادل ہم بھی رکھتے تھے

گلے میں بول کر گھنگرو یہ کہتا ہے دمِ رحلت
کہ جیتے تھے تو مشق رقصِ بسمل ہم بھی رکھتے تھے

نہ رکھنے دی شبیہ اُس سنگدل کی بیقراری نے
بنصیب خفتہ کی چھاتی پر اک سِل ہم بھی رکھتے تھے

ہماری طرح دشمن عمر کے دن تیغ سے کاٹے
ہتھیلی پر سرا ی انداز قاتل ہم بھی رکھتے تھے

بناتا ہے عدو کیوں خال سرمہ رُخِ تاباں پر
یہ نکتہ یاد رکھیے آنکھ میں تل ہم بھی رکھتے تھے

یہ ضبطِ عشق سے پوچھیگا جسدم داورِ محشر
تو نکلے گا مرے مُنہ سے بمشکل ہم بھی رکھتے تھے

بشکل غیر ہم بھی رہ چکے ہیں مدتوں خود بیں
بنا کر آئینہ تم کو مقابل ہم بھی رکھتے تھے

کبھی ملتے تھے بوسہ رخ کے مصحف چومتے تھے ہم
گلے میں ہاتھ اُس بت کے حمائل ہم بھی رکھتے تھے

۱۴۱ جوانی میں جسے کھینچا وہی کھنچتا گیا راسخ ۱۳
اور اسیر ناز یعنے جذب کامل ہم بھی رکھتے تھے

دنبالے کھنچ گئے فتنے کی توقیر بڑھ گئی
شوخی تمہاری آنکھ سے دو تیر بڑھ گئی

جتنے بڑھے وہ بڑھنے کی تاثیر بڑھ گئی
کاغذ میں یعنی خوبی تصویر بڑھ گئی

کشتونکے تیرے کھیت پڑے ہیں جہاں تہاں
بعد شباب نازکی جاگیر بڑھ گئی

اونکو بھی فرط دود فغاں نے رُلا دیا
جادو سے میرے سرمہ کی تسخیر بڑھ گئی

غیبت بڑا گناہ ہے اے کاتب عمل
میرے قصور سے تری تقصیر بڑھ گئی

بوسہ پہ خال لب کے وہ ہم سے بگڑ گئے
کس مختصر سی بات پہ تقریر بڑھ گئی

شوخی نے جب نہ بڑھنے کی پائی کہیں جگہ
بن کر تمہاری زلف گرہ گیر بڑھ گئی

اے زلف تیرے ہاتھ رہا دلکا بند و بست
سرکار حسن میں تری توقیر بڑھ گئی

کھینچا ہے شوق قتل نے قاتل نیام سے
دو ہاتھ تیرے قبضہ سے شمشیر بڑھ گئی

سایہ ہوا اونکی زلف کا بخت سیاہ پر
حلقے بڑھے تو گردش تقدیر بڑھ گئی

نقش قدم نے سکہ بٹھایا نگاہ پر
تقدیم پائے شوق سے تاخیر بڑھ گئی

یوں بڑھتے بڑھتے ملگیا دونو کا سلسلہ
گیسو ترے گلے بڑھے مری زنجیر بڑھ گئی

۱۴۲ راسخ ہمارے سر نے ہمارے قدم لئے ۹
ہمراہ ضعف شکر ہے توقیر بڑھ گئی

تمہاری زلف ہے میرے لئے کالائے بیتابی
شکن ہیں جسکی سو بیتابیاں بالائے بیتابی

زمیں کیا ماہیِ زیر زمیں تڑپیگی برسوں تک
پھسلئے گو ہی بام صبر سے پھر پائے بیتابی

سرِ صد مرغِ بسمل جسکی بیتابی پہ قرباں ہو
وہ ہو ہمیں کشتۂ شمشیر جانفرسائے بیتابی

نہ رکھو ہاتھ سینہ پر دل بیتاب کیوں تھامو
چبھو دو تیر پہلو میں کہ تسکین پائے بیتابی

کسے روکوں کبھی تھاموں یہ ٹھیرے نہ وہ ٹھیرے
وہ بت یکتائے شوخی ہے تو دل یکتائے بیتابی

تڑپتی لوٹتی اوٹھینگے تربت سے ترے بسمل
الہی عرصۂ محشر بنے صحرائے بیتابی

شب ہجراں غنیمت ہے رہا آباد ہر پہلو
ادھر سلمائے بے صبری ادھر لیلائے بیتابی

قبائے اطلس گردوں نہ یا رب کیوں نچ جائیں
کہ ہو ہمیں ہجر کی شب پائے دیبائے بیتابی

۲۴۳	الہی کم ہو ہمکو دل بیتاب اسنے کا سنا جاتا نہیں ہر وقت ہسی ہائے بیتابی	۱۱

محتسب توڑ کے خم نکلا ہے میخانے سے
توبہ ہم توڑیں گے ٹوٹے ہوئے پیمانے سے
ساقیا نکلیں گے مر کر ترے میخانے سے
تائب کر پیتے ہیں ہم عمر کے پیمانے سے
کھا کے چکر نہ گئے ہم کہیں میخانے سے
گردشیں سیکھی ہیں تقدیر نے پیمانے سے
فیض پہنچا ہے یہ واعظ مجھے میخانے سے
دل بڑھا شیشے سے آنکھیں ہوئیں پیمانے سے

آبرو ہے مری تربت کو بھی میخانے سے
گرمی رہتی ہے مرے نام کی پیمانے سے

پھوٹی تقدیر لیے جاتا ہوں میخانے سے
ملتی ہے چلّو میں ٹوٹے ہوئے پیمانے سے

مرتی یا میٹھی چھری آئی تھی میخانے سے
ٹکڑے ہو ہو کے زباں نکلی ہے پیمانے سے

رنگ اڑایا ہے پریخانوں نے میخانے سے
بن کے مے لال پری اڑ گئی پیمانے سے

سانس تک لینگے نہ باہر کہیں میخانے سے
عہد اس رشتے سے اب باندھینگے پیمانے سے

چشم خونبار لیے نکلا ہوں میخانے سے
اشک اب پینے پڑیں گے اسی پیمانے سے

۴۴۴ صادق القول ہوں اٹھونگا نہ میخانے سے
راسخ الوعدہ ہوں پیمان ہے پیمانے سے ۱۳

مرتے دم آنکھ مری لڑتی ہے پیمانے سے
ایکشو پھول بھی باہر نہ ہوں میخانے سے

لامکاں چاہیے رہنے کو وہ مجنوں ہوں میں
میری وحشت کو جنوں ہے مرے ویرانے سے

ہوشِ عشاق نے اے شمعِ جہانِ خوبی
شکل بدلی ہے تری بزم کے پروانے سے

تاپ کر ہم سے بدل لے تو کرم ہے ساقی
پھوٹی تقدیر کو ٹوٹے ہوئے پیمانے سے

ہے جنوں میں مجھے اُسکے خطِ عارض کا خیال
خواب میں سبز پری ملتی ہے دیوانے سے

سرد مہری کی شکایت جو گئی کانوں تک
بجلیاں کانپ اٹھیں گی مرے افسانے سے

قبر پر حضرتِ زاہد کی کھلاؤں گلِ نو
سُرخ شیشے کے جو ٹکڑے ملیں میخانے سے

جی میں ہے اُڑ چلوں اوس بزم میں بہر فریاد
نالے بلبل سے لوں پر ہائے لوں پروانے سے

مدح کرتے ہوئے گیسو کی کروں گر کنگھی
نکلے تالو سے زباں ہاتھ کٹیں شانے سے

شکلِ خورشید ہی ہر داغ جنوں سایہ فگن
دھوپ ٹلتی نہیں دم بھر مرے ویرانے سے

ہم نے سیندور چڑھایا ہے بتوں پر اتنا
اب کے لال آندھیاں اُٹھنے کو ہیں بتخانے سے

زلف کے عقدۂ مشکل سے لگا ہوں دل کو
آپ ناخن تو مجھے مانگنے دیں شانے سے

۲۴۴ کیا لڑکپن ہے کہ لے کر دلِ راسخ اونے ۹
کبھی بلبل سے ملایا کبھی پروانے سے

خوش ہوئے غیر چھٹے روز کا غم کھانے سے
جی اوٹھے سیکڑوں مردے مرے مرجانے سے

مدعا یہہ ہے کہ اوٹھ اوٹھ کے ہمیں پیار کریں
سر جھکانے سے حیا آنے سے شرمانے سے

پھٹ پڑا میرے گریبان کی طرح تیر شباب
کچھ سے کچھ ہو گئے جوبن کے اُبھر آنے سے

خوش تھے بچپن سے ہم اے غفلتِ ایامِ شباب
اور بیہوش کھوئے ہوش میں آجانے سے

حشر میں نامۂ اعمال نے میرے کھل کر
اہلِ عصیاں کو بچایا ہے سزا پانے سے

حیرتِ حسن ہوئی رشکِ نقابِ عارض
وہی اندھیر رہا زلف کے ہٹ جانے سے

ہے غمِ ہجرِ بتاں سے دلِ پرخوں صد چاک
یہ ہے وہ پھول کہ کھلجاتا ہے مرجھانے سے

یہی سر ہے کہ کبھی رہتا تھا زانو پہ ترے
یہی سر ہے کہ تجھے کام ہے ٹھکرانے سے

۲۴۶ جان کچھ باقی ہے راسخ میں سو ہے بہرِ اجل
اُس کو جانے سے رہا کام اسے آنے سے ۱۳

جب جدائی زیادہ ہوتی ہے
آشنائی زیادہ ہوتی ہے

رفتہ رفتہ عدو سے کھُل کھیلے
ہاتھا پائی زیادہ ہوتی ہے

ہے زمانہ تری جوانی کا
اب دوہائی زیادہ ہوتی ہے

چشمِ تر میں وہ پھرتے ہیں کیونکر
اسمیں کائی زیادہ ہوتی ہے

تین بوسے دیئے ایک اور سہی
اک تہائی زیادہ ہوتی ہے

نعشِ عشاق پر کفن ہی فضول
چارپائی زیادہ ہوتی ہے

ہجر میں پونچھ دو مرے آنسو
جگ ہنسائی زیادہ ہوتی ہے

بڑھتا جاتا ہے بانکپن اُن کا
کج ادائی زیادہ ہوتی ہے

نقدِ دل لیکے مُنہ دکھائیں وہ کیوں
رونمائی زیادہ ہوتی ہے

ہوتے جاتے ہیں زخم کانِ نمک
مُنہ بھرائی۔ زیادہ ہوتی ہے

آئینے نے بڑھا دیا ہے دماغ
خود ستائی زیادہ ہوتی ہے

سنگِ اسود نہو تری چوکھٹ
جبہ سائی زیادہ ہوتی ہے

۲۴۷ مفلسی میں کمال ہے راسخ
پارسائی۔ زیادہ ہوتی ہے ۱۱

تمنے مارے ہیں ہزاروں جان سے — لاکھ میں کہدیں گے ہم ایمان سے
کاکل اُس دستِ حنائی میں نہیں — سانپ لپٹا پنجۂ مرجان سے
کیا ہوا اگر بجلیاں گم ہو گئیں — میری آہوں کو لگا لو کان سے
تم سے ہے دیر و حرم میں روشنی — بے تمہارے تھے یہ گھر ویران سے
وہ رخِ پر نور جس پر داغ ہیں — کم نہیں سو مُہر کے قرآن سے
شیخصاحب ذکر ہو کیا خیر ہے — تم نہیں واقف ضمیرِ شان سے
روتے روتے میری آنکھیں چل بسیں — بہ گئی ہیں کشتیاں طوفان سے
ہے جہاں قاتل تری کشتوں کا کھیت — بوئے خوں آتی ہے اُس میدان سے
پھر خلشگر ہے تری مژگاں کی یاد — دلمیں پھر چبھنے لگے پیکان سے
شرم سے جو توڑ ڈالے آرسی — وہ پری کیونکر ملے انسان سے

۱۵	حضرت راسخ سے باتیں ہو گئیں آج ہم مل آئے ہیں سبحان سے	۲۴۸

پتھر ہیں صرف پھوڑ نیکو طور کے لئے — دلمیں مزے یہ ہمنے تمھیں گھور کے لئے
ہیں غیر وصل دلبرِ مغرور کے لئے — رکھا ہے پاس مجکو بھی چل دور کے لئے
انگڑائی کہہ ہی تمھاری اٹھا کے ہاتھ — یہ ڈالیاں نہ تھیں شجرِ طور کے لئے
داغوں سے رشکِ صحنِ گلستاں ہے دل نہیں — جنت مری بغل ہے اک حور کے لئے
جیتا ہوں اُنکے وعدۂ فردا پہ یا خدا — مرتا ہوں یوم ینفخ فی الصور کے لئے
یادِ وصالِ غیر سے فق ہو کر رنگِ رخ — مہتاب بن گیا شبِ دیجور کے لئے

بوسے عطا ہوں ناز تمہارے اٹھائے ہیں
اجرت ضرور چاہئے مزدور کے لئے

ناحق سہی کہ حق سہی یا جان بحق سہی
معراج سولی ہوگئی منصور کے لئے

کہتا ہی چارہ ساز مرے دل پہ رکھ کے ہاتھ
پھوڑے نے منہ بنایا ہی ناسور کے لئے

خنجر تری بھویں ہیں نگاہیں خدنگ ہیں
وہ پاس پاس کے لئے ہیں یہ دور کے لئے

پھینکی ہوئی تری مسی آلودہ دھجیاں
ہیں عنبریں مری شب دیجور کے لئے

گنتی کی ہیں نشاں کے لگائے ہیں چار چاند
بوسے میں کسنے عارض پرنور کے لئے

وہ رند بادہ کش ہوں کہ پیری میں مثل شیخ
پیتے خضاب کے لئے انگور کے لئے

ہے زخم تیغ ہجر وہ دل میں کہ بعد مرگ
پٹی بنا کفن مرے ناسور کے لئے

پامال کرکے قبر وہ بولے رقیب سے
اب ہاتھ اٹھاؤ اسی مغفور کے لئے

دیدیا دل تمہیں تلوؤں سے مسلنے کے لئے
کف حسرت ہی بہت ہے مجھے ملنے کے لئے

دل سے مرکر بھی نہ جائیگا خیال ابرو
ہم نے کھائی ہے قسم تیغ اگلنے کے لئے

تیر سینے میں چبھو کر یہ کہا قاتل نے
رستہ نکلا ہی تری جان نکلنے کے لئے

ملتے ہیں تیغ سے تیری دل مشتاق کے ڈھنگ
وہ نہ چاہے کہ لئے ہے یہ مچلنے کے لئے

گر گئے نظر وفسی تری گور ہی اول منزل
ہم نے سنبھالا نہیں لینے کے سنبھلنے کے لئے

پھر گیا ہم سے زمانہ بھی تری آنکھ کے ساتھ
ایک کا ایک ہے ہم رنگ بدلنے کے لئے

گرمی خوں نے نہیں تیغ میں چھالے قاتل
خم ہوئی شاخ ستم پھولنے پھلنے کے لئے

ہیں کھل کھیلکے چاہت کا تماشا دیکھو
چاہیے کھیل تمہیں دل کے بہلنے کے لئے

لاکھ چھٹکے دو نہ نکلیگا خمِ کاکل سے / دل ہی یہ وعدہ نہیں آپکا ٹلنے کے لئے

ہم تو دشمن کے بھی دلسوز ہیں ہے آتشِ رشک / غیر کی آنچ میں تیار ہیں جلنے کے لئے

۲۵۰

روکشِ خلد ہی راسخ دلِ پر داغ کی سیر / درد کس شوق سی اُٹھتا ہی ٹہلنے کے لئے

۱۵

ساقیا تان ہی لینگے جو نہ بادل آئے / حضرتِ شیخ گر اوڑھے ہوئے کمبل آئے

تارِ تارِ نظرِ شوق کی اوجھل آئے / بے حجابی میں بھی وہ ڈالکے آنچل آئے

میری تقدیر میں گیسو کے پیچ پڑے بل آئے / یار رکھنا جو تجھے زلفِ مسلسل آئے

غیر کی آئی نہ آئی مجھے یارب ہی ہی / تا لبِ گور جنازے پہ وہ بیدل آئے

طائرِ رنگِ حنا بول اُٹھے صلِّ علے / خونِ عیسیٰ ہو جو مہندی وہ پری مل آئے

وعدہ گھر آنیکا جب یاد دلاتا ہوں انھیں / کہدیا کرتے ہیں کس ناز سے چل چل آئے

گر بچی میرے نشیمن سے نگاہِ صیاد / برق گلشن میں دکھاتی ہوئی مشعل آئے

تو نے تو خلد میں بازار لگایا رضواں / میں تو وحشی ہوں مرے واسطے جنگل آئے

دیدۂ روزنِ دیوار میں اُس بت کے ہے / سرمہ ہو ہو کے اگر طور سے کاجل آئے

ذکرِ واماندگیِ پائے طلب سن سن کر / میرے ماتھے کا مرے پانوں میں صندل آئے

بیکسی میں رہی اسمائے الٰہی کا ورد / کاش ننانوے کے پھیر میں بوتل آئے

مجھسے مشتاقِ شہادتکو کرو گر جو رنگ / نور گالونپہ تمہارے کسی اُگل آئے

کل کا وعدہ ہو قیامت میں بھی گر ہو وفا / مجھے آرام مجھے چین مجھے کل آئے

تم سہی غیر سہی نیند سہی موت سہی / ہم اوسکے ہیں شبِ وعدہ جو اوّل آئے

٢٥١ فاقہ مستی نے دیا ساتھ ہمارا راسخ
ورنہ جو کچھ تھا خراباتیں سب گل آئے ١٥

بشر کو چاہیے پاسِ دلِ بشر رکھے — کسیکا ہو کے رہے یا کسیکو کر رکھے
صفائی دیدے کی کہتی ہے انکی عینک سے — جو رکھی ٹھیکری آنکھوں پہ یوں بشر رکھے
ہمیشہ بام نشینوں سے تاک جھانک رہے — بلند حوصلہ اونچی جگہ نظر رکھے
خیال لغزشِ پا کو رہا سرِ محفل — کہ ہاتھ رکھے تو دوشِ رقیب پر رکھے
ادھر کشش ہے ہماری اُدھر ہے جذبِ عدو — یہ کشمکش تھیں ایسا نہ ہو اُدھر رکھے
کھلا یہ حال کہ مرنے لگے عدو پر تم — خطوں کے گوشے مری جاں کیوں کتر رکھے
وہ آج بام پر آئینگے ماہ سے کہدو — کہ شیشے میں عرقِ انفعال بھر رکھے
سنا ہو گا یحب الجمال واعظ نے — خدا دکھائی دے اچھوں پہ گر نظر رکھے
زہے نصیب جو ہوں میں قتیلِ خنجرِ نو — الٰہی زخم نیا پھل زبان پر رکھے
وہ میرے حلقۂ آغوش میں کب آئیگا — جو اپنے خطِ کفِ دست میں کمر رکھے
نہ یہ رقیب کا دل ہے نہ یہ عدو کا جگر — کہ تیرے تیروں کے آگے دل و جگر رکھے
پلا وہ بادۂ پندار سوز اے ساقی — کہ مجکو معنی ہستی سے بے خبر رکھے
جو پائے سکۂ داغ جبین سجدہ رواج — گرو بہشت کے زاہد تمام گھر رکھے
بھرے تھے بالیوں میں پھول کل تو ہنس ہنس کر — اور آج غیر نے اُس بت کے کان بھر رکھے

٢٥٢ ہمارے شعر بری میں پڑے ہی راسخ
صلہ جو لاہے لیجائے اپنے گھر رکھے ١٢

یہاں لب پر آئی ہے جاں آتے آتے
کہاں رہ گئے وہ یہاں آتے آتے

یہہ تھا معجزہ میری عریانیوں کا
کفن ہو گیا دھجیاں آتے آتے

مجھے بھول کر یاد کر لیتے ہیں وہ
کہ مر جائے گا ہچکیاں آتے آتے

نگاہوں میں تیری وہ سفاکیاں ہیں
کہ کٹ کٹ گئیں شوخیاں آتے آتے

رہے تیر قاتل مرے دل میں لاکھوں
یہ گھر بیٹھ گیا میہماں آتے آتے

اجل بھی تھی آنے کو قاصد بھی لیکن
گئے دونوں مل کر کہاں آتے آتے

وہ جو چاہتے ہیں سنا بیٹھتے ہیں
یہیں آئینگی گالیاں آتے آتے

کوئی اُن کو سمجھانے والا تو ہوتا
وہ آتے وہ آتے یہاں آتے آتے

قسم بھی تری ہوتی جاتی ہے جھوٹی
رقیبوں کے مُنہ میں زباں آتے آتے

ہرے ہونگے زخمِ جگر بھرتے بھرتے
نئے گل کھلیں گے خزاں آتے آتے

کوئی دن میں دُنیا سے جاتا رہے گا
ترے در پہ اِک ناتواں آتے آتے

وہ پھر آئے ہیں آدھے رستہ سے لیکن ۲۵۳
سرِ تربتِ عاشقاں آتے آتے

تری جھوٹی ساقی پیئے ہی بنے گی
کہ توبہ سے توبہ کیئے ہی بنے گی

ہمیں حشر نالوں سے ڈھانا پڑے گا
دُھئی تیرے در پر دیئے ہی بنے گی

قیامت ہے بے موت مرنا بُتوں پر
مجھے قبر میں بھی جیئے ہی بنے گی

نہ دینے ہوں بوسے تو دل پھیر دیجے
مری چیز مجھکو دیئے ہی بنے گی

بگڑ کر بھی دم پر بنائیں گی زلفیں
مجھے تو بلائیں لیئے ہی بنے گی

مری قبر ٹھکرا کے بولے عدو سے
موئے کو کسی دل جیئے ہی بنے گی

۲۵۴	جگر چاک رہنے دے راسخ کو ناصح نہیں تو ترے لب سیئے ہی بنے گی	۱۱

عشق کی چوٹ بد ڈھب آئی ہے	ہائے دل ہائے دل دُہائی ہے
بوسے دیگر رقیب کو تمنے	سچ تو یہ ہے کہ مُنہ کی کھائی ہے
دل چُرانے کا کیا گلہ تمسے	تمنے اپنی نظر چُرائی ہے
دستِ رنگیں سے تمنے مارے تیر	سینے کی چوٹ تک حنائی ہے
تم مرجان ہو یہ دھیان رہے	تمنے جھوٹی قسم تو کھائی ہے
کسکے دھوکے میں گر گیا ہو وہ قتل	کسکی آئی یہ مجکو آئی ہے
بھر چُکا پیٹ تیرے تیروں سے	یہ تو زخموں کی مُنہ بھرائی ہے
مجسے منہ پھیر کر وہ لڑتے ہیں	کس تکلف کی ہاتا پائی ہے
سبلنہ زوری کیا کرے جوبن	کچھ نہ کچھ چیز تو چُرائی ہے
مفلسی میں اگر ہو عشق بتاں	اک بھلائی ہے اک بُرائی ہے

۲۵۵	طور راسخ کے ہو چلے بے طور چہرے پر مُردنی سی چھائی ہے	۱۳

تیغ قاتل نے کیا لگائی ہے	ہاتھ میں یدے کی صفائی ہے
خواب میں تھا خیالِ قامتِ یار	رات سولی پہ نیند آئی ہے
ہجر کی ہر گھڑی ہے روزِ حساب	خضر کی عمر ہمنے پائی ہے
زندگی بھر دعا قبول نہ ہو	اِن بتوں کی عجب خدائی ہے

غیر سے ہے حنا کی فرمایش
میرے تلووں سے کیوں لگائی ہے

دست گستاخ اور محرمِ یار
سونے کی چڑیا ہاتھ آئی ہے

لے چلے ہو دلِ پر ارماں کو
عمر بھر کی یہی کمائی ہے

چھین کر دل وہ شوخِ غارتگر
یہ گیا وہ گیا دُہائی ہے

خضرِ بے فیض ہے تو کچھ بھی نہیں
آبحیواں کے مُنہ پہ کائی ہے

ہے بُتِ سرد مہر زیبِ نظر
ابکے جاڑیمیں آنکھ آئی ہے

نیم جلوہ ہے اونکا ہوش رُبا
خود نمائی خدا نمائی ہے

کر کے پامال آبروئے عشق
تمنے کھوئی ہے ہمنے پائی ہے

۲۵۶	بوسہ مانگا تو بولے وہ راسخ شامت آئی ہے موت آئی ہے	۱۱

ساقیا مے پیٹ بھر کر چاہیئے
مے کشوں کو حوضِ کوثر چاہیئے

بوریا نہ بند بستر چاہیئے
تارکِ دنیا کو بھی زر چاہیئے

پانو کیا پھیلائے شوقِ اضطراب
کم سے کم میدانِ محشر چاہیئے

تیرے دل میں جسکی گنجائش نہو
اوسکا گھر دنیا سے باہر چاہیئے

تمکو بوسے مجکو دل دو بھر نہیں
لینے دینے کو مقدر چاہیئے

سینے سے سینہ ملا دو وصل میں
میری چھاتی پر یہ پتھر چاہیئے

آب پیکاں سے ہو کیا تسکینِ دل
اِس سمندر کو سمندر چاہیئے

ساقیا مانوس ہیں قلقل سے کان
نغمۂ حرفِ مکرر چاہیئے

آپ کے دشمن نچا ہیں غیر کو		چاہیئے اے بندہ پرور چاہیئے
میرے بازو میں ہے قاتل بیقرار		مچھلیوں کو آبِ خنجر چاہیئے

۲۵۷	میرے نالوں سے نہوں برباد شہر دشت میں راسخ مجھے گھر چاہیئے	۱۱

ہر جگہ تیرِ نگاہِ یار سے ناسور ہے
سینہ رشکِ صو ہے دل خانۂ زنبور ہے

ڈھیر پر جب دیکھتا ہوں سایۂ انگور ہے
تاک لیتا ہوں کہ گورِ میکشِ مغفور ہے

حق تو یہ ہے بولتے ہیں بیٹھکر پردے میں خود
خلق میں بدنام ہونے کے لئے منصور ہے

ابر میں بجلی ہے یا کالونیں ہے اک لال سانپ
خون سر پر ہے ترے یا مانگ میں سیندور ہے

ہجر کی شب دُہری بیتابی ہے دونی ہے خلش
خار بستر موئے تن ہیں شیشۂ دل چور ہے

دو جہاں سے کھو دیا تیری کمر کی یاد نے
کھولتا ہے کیوں کفن میت مری کافور ہے

آئینے میں عکس زلفِ یار ہے نیرنگِ حسن
پنجۂ یوسف میں دامانِ شبِ دیجور ہے

کھول دیکھوں گا رگِ گردن کہ ہوں مشتاقِ دید
شاہدِ کعبہ ہے میرے پاس کعبہ دور ہے

ہے سوالِ وصل پر اقرار بھی انکار بھی
کہہ گئے مُنہ پھیر کر جو کچھ کہو منظور ہے

نکلیگا پِس پِس کے اب رنگِ محبت ہمنشیں
حضرتِ راسخ ہیں مہندی ہے سہانپور ہے

آپ جانیں یا نہ جانیں جانتا ہے اک جہاں ٢٥٨ ١١
راسخ العشق آپ کا بدنام ہے مشہور ہے

شعلہ زن دل میں خیالِ عارضِ پُر نور ہے
روشن اس اجڑے ہوئے گھر میں چراغِ طور ہے

بادہ پندار سوزِ عشق برقِ طور ہے
ریشِ قاضی کہتے ہیں جسکو خدا کا نور ہے

لیکے دل دیتے نہیں بوسے عجب دستور ہے
ناز اُٹھائے آپ کا بندہ کوئی مزدور ہے

ابتدائے ہوش میں بُت ہو گئے مدِّ نظر
اور آگے دیکھئے اللہ کو کیا منظور ہے

ایک مہرو کا تصوّر ہے دلِ پر داغ میں
اک پری شیشے میں ہے فردوس میں اک حور ہے

قلقلِ مینا سے حق حق کی صدا آنے لگی
میرے جامِ حق نما میں بادۂ منصور ہے
لب بلب ہو کر وہ دشمن سے سناتے ہیں مجھے
کوئی ملتے ہی سے ملتا ہے مثل مشہور ہے
فقرے بھی چلتے ہوئے ہیں تیغ بھی چلتی ہوئی
بات کے بھی پورے ہیں وہ ہات بھی بھرپور ہے
قتل کسکو کر دیا ظالم کہ چہرے پر ترے
چار چُلّو خون ہے اور دو دو انگل نور ہے
اللہ اللہ رنگ جسم اُف رے ترا حسنِ صبیح
تیری یکتائی ہے سایہ تک ترا کافور ہے

۲۵۹	خواب میں پوچھا تھا راسخ اونسے مسکن کا پتا دور ہی سے کہہ گئے ہنس کر کہ دلّی دور ہے	۹

ٹھکانا کہاں ہے کدھر جائے گی
دو پٹّے سے کیوں منہ چھپاتے ہیں آپ
عدم کی حقیقت کھلیگی تمام
چھری سی چلے گی جگر پر مرے
تنگ کر رہا ضعف نے لب پہ دم
دلِ مضطرب پہ وہ رکھتے ہیں ہاتھ

شبِ غم مری کسلئے گھر جائے گی
نظر تار ہو کر بکھر جائے گی
تری زلف جب تا کمر جائے گی
تری غیر پر گر نظر جائے گی
عدم تک ہماری خبر جائے گی
غضب ہی طبیعت ٹھہر جائے گی

انکھیں وہ ہونے دو چیں بہ جبیں — کماں چڑھکے اکدن اتر جائے گی
جھٹکتے ہو دامن سے کیوں میں ہی خاک — رقیبوں کی آنکھوں میں بھر جائے گی

۲۶۰
اگر صبح محشر یہ ٹھیرا ہے وصل
شب ہجر راسخ گزر جائے گی

لطف کیا قاتل جو رک رک کر چلے — ہیچ ہو کر تری ٹھوکر پہ چلے
ہوں وہ مجنوں مجھ پہ جب پتھر چلے — سایہ بنکر طائر بے پر چلے
گر بت سفاک کا خنجر چلے — سوئے مقتل پاؤں بنکر سر چلے
کہہ گئے وہ توڑ کر سینے میں تیر — ہم ترے زخموں کا بھرنا بھر چلے
گالیاں دو ہو کے تم چیں بر جبیں — مجھ پہ یہ خنجر چلے پتھر چلے
دیکھنا چلمن کے پیچھے ہے کوئی — تھامنا ہم کو دل مضطر چلے
چاہیئے سر پھوڑنے کو دشت میں — کاش مجنوں گھر سے گھر لیکر چلے
کھنچ گئے وہ اور شکل تیغ جاں — مر چلے جذب محبت مر چلے
بعد مردن مجکو رو گر حسرتیں — کہہ رہی ہیں ہم چلے کیا کر چلے
چلتے پھرتے زندگی کٹتی نہیں — کاش میرے حلق پر خنجر چلے
ڈھلتی پھرتی چھاؤں ہے گویا شباب — ساقیا بوتل کھلے ساغر چلے

۲۶۱
سچ تو ہے راسخ سفر تھی زندگی
تنگ رہے مر کر ہم اپنے گھر سے چلے
۱۵

نہ کھولو کمر سے کٹاری ابھی — کہ ہے حسرت ہمکناری ابھی

نہیں آئی توبہ کی باری ابھی
مزے لیگی عصیاں شعاری ابھی

گلا تلخکامی سے کاٹوں اگر
تو ہو آبِ شمشیر کھاری ابھی

چلا دن کہوں کسطرح اہلِ حشر
کہانی تو باقی ہے ساری ابھی

نہ پھاڑو تم اُس دلکو جب دلمیں ہو
رہے عشق کی پردہ داری ابھی

ستارہ ہمارا ہو گر سازگار
وہ بے پردہ چھیڑیں ستاری ابھی

وہ دردِ مجسم ہیں گر ہو علاج
ابھی جان جائے ہماری ابھی

بھوؤنکو نہ تانو کہ کمسن ہو تم
نہ ہو سکیگی تیغ جاری ابھی

کرم کر کرم اور تیغِ ستم
مجھے کھانے دے زخم کاری ابھی

رقیبوں کو گن گن کے بوسے نہ دو
نہ ہونے لگے دم شماری ابھی

تری چتونیں کہہ رہی ہیں کہ ہم
چھری سے بنیں گی کٹاری ابھی

سنبھلنے دے اے شوقِ کشتن انھیں
ذرا صبر اے بیقراری ابھی

تری ٹوپی کی بانگڑی بانک ہے
کٹاری بنے گی کناری ابھی

پریشاں ہوں گیسو تو لینے لگیں
بلائیں بلائیں تمھاری ابھی

۲۶۴	جوانی میں راسخ بتوں سے نہ مل کہ ہے شرطِ پرہیزگاری ابھی	۱۵

سنیں کیوں وہ فریادِ آہی ابھی
مزے لیتی ہے دادخواہی ابھی

تجھے ترسینگی تیری خودبینیاں
بڑھے گی تری کم نگاہی ابھی

نہیں گر خمارِ شبِ وصلِ غیر
تو پھر کسنے لی تھی جماہی ابھی

فقط ٹیڑھی ٹوپی یہ ہے بانکڑی
رہے منتظر کجکلاہی ابھی

ابھی کیا ہے ہونے دو انکو جواں
بڑھے گا عتاب الٰہی ابھی

دکھا دیں وہ زلفِ مسلسل اگر
کھلیں معنی لاتناہی ابھی

ترا کوئی پرساں نہیں حشر میں
پرے ہٹ کہیں بیگناہی ابھی

بناتے ہو کیوں خالِ سرمہ کہ ہی
مری پتلیوں میں سیاہی ابھی

اڑے گر مرا رنگِ زرد اے خضر
بسنتی ہو ملبوس کاہی ابھی

نہیں ریش واعظ یہ رنگِ خضاب
کہ ہے حسرت روسیاہی ابھی

نہ سن حالِ بیتابیِ خاکسار
کہ ہونگے مگر ریگ ماہی ابھی

کھلا چاکِ داماں ہے سب رازِ عشق
نہ دیتا یہ منہ پھٹ گواہی ابھی

کہاں ہے مئے آبِ پیکانِ یار
کہ زخموں نے لی ہے جماہی ابھی

ترے منہ گر دیکھ پائے قمر
یہ سلیٹ بنے چہرہ شاہی ابھی

۱۳	نہ ہونے سے راسخ کے کس گھر کے ہو تباہی ہو وقفِ تباہی ابھی	۲۶۳

خانۂ غیر میں مہمان کہاں جاتا ہے
سچ تو ہے جان نہ پہچان کہاں جاتا ہے

کس سے وعدہ ہے مری جان کہاں جاتا ہے
تیرے صدقے ترے قربان کہاں جاتا ہے

کوچۂ زلف ہے روکا ہے یہ کہکر دلکو
بیٹھ کمبخت کہا مان کہاں جاتا ہے

مرگیا غیر تو ہے ساتھ حقیقی حافظ
چھوڑ کر تجھکو نگہبان کہاں جاتا ہے

بیڑیاں بنکے مرے پانوں میں پڑجائیگا
دھجیاں ہوگئے گریبان کہاں جاتا ہے

ہائے کب آئی شبِ وصل کہ جاتے نہ رہے
جسکی قیمت میں ہو نقصان کہاں جاتا ہے

لتنے میخانے سے واعظ کو یہ کہہ کر روکا
ٹھیرا وہ مردِ مسلمان کہاں جاتا ہے

چٹکیاں لیتی ہو پہلو میں اگر یہ تو کہو
کسی دل باختہ کا دھیان کہاں جاتا ہے

بات چوری کی نہیں ہے تو چھپاتے کیوں ہو
کسکو خط لکھتے ہو فرمان کہاں جاتا ہے

دلِ بیتاب کہیں تیری گرہ میں تو نہیں
کھو کے ظالم مرے اوسان کہاں جاتا ہے

خم کے خم پی گئے بھی ہمنے تو دیکھا زاہد
کسطرح جاتا ہے ایمان کہاں جاتا ہے

کوئی پیکاں مرے سینے سے کہاں ٹلتا ہے
میرے دلسے کوئی ارمان کہاں جاتا ہے

۱۵	نعش پر اسنے یہ پسِ مرگ کہا قاتل نے سر گیا جانے دو احسان کہاں جاتا ہے	۲۶۴

اس رخ کے آگے نورِ قمر کا یہ حال ہے
لبریز شیشے میں عرقِ انفعال ہے

صلِّ علےٰ عجب ترے ابرو پہ خال ہے
بیٹھے ہوئے یہ کعبے کی چوکھٹ بلال ہے

بوسے کی آرزو ہے نہ شوقِ وصال ہے
بس اسکو کیا کروں مری صورت سوال ہے

سچا ہو کوئی وعدہ تمہارا محال ہے
حیلہ ہے دم ہے جھوٹ ہے فقرہ ہے چال ہے

دنیا میں بادہ خلد میں حوریں لحد میں چین
زاہد کو جو حرام ہے ہمکو حلال ہے

دزدِ حنا نے تاک لیا ہے دلِ حزیں
یعنے بچی نگاہ تو یارو نکامال ہے

بیٹھے ہیں میرے پاس چرائے ہوئے بدن
گویا شباب بھی کوئی چوری کا مال ہے

انکو یہ فکر جان بھی ہتیائیں لیکے دل
مجکو یہ صبر جان کی خیرات مال ہے

دل بنکے بیٹھتا ہوں تو اٹھتا ہوں ہوکے درد
اچھا ہے حال میری طبیعت بحال ہے

وصفِ خرامِ ناز پہ دیں گالیاں مجھے
قربان تیری بات تو نکلے کیا بول چال ہے

پیتا ہوں بادہ جانکے خونِ عدوئے شرع
نیت حلال کی ہو تو واعظ حلال ہے

تصویرِ یار ہجر میں یوں منہ سے بول اٹھی
بوسہ نہ دینگے ہم تجھے یہ کیا خیال ہے

یا رب نہ ہو کمالِ جفا میں تجھے کبھی
یعنے جسے کمال ہو اوسکو زوال ہے

میں مر ہی کے جیونگا مجھے قتل تو کرو
وہ میرا معجزہ یہ تمہارا کمال ہے

٢٦٥	راسخ سے بعد مرگ یہ مٹی نہ ہو عزیز صد شکر دلمیں آپکے گردِ ملال ہے	١٣

ہوسِ وصل بھی خضاب بھی ہے
یعنی پیری بھی ہے شباب بھی ہے

منہ چھپا کر عدو سے کھل کھیلے
شوخیاں بھی ہیں اور حجاب بھی ہے

نقدِ ایماں یہ بیچ دے ساقی
دام کے دام میں ثواب بھی ہے

کچھ مجھے نقدِ دل پہ بوسے دو
کچھ مرا آپ کا حساب بھی ہے

طلبِ وصل سے ہیں چیں بجبیں
خامشی بھی ہے یہ جواب بھی ہے

اپنی تقدیر ہم ہیں لے جائیں
کہیں عالم میں انقلاب بھی ہے

عاشقوں کی ہے اصطلاح جدا
صبر کا نام اضطراب بھی ہے

وہی دنیا میں ہے جو جنت میں
یعنے حوریں بھی ہیں شراب بھی ہے

تیغِ قاتل نے بے گنہ چھانٹے
شاملِ رحم انتخاب بھی ہے

مے سے داغِ گناہ دھلتے ہیں
آب بھی ہے یہ آفتاب بھی ہے

ہاں نہیں کچھ تو عرضِ وصل پہ ہو
آپکے منہ میں کچھ جواب بھی ہے

ہات دلبر دھرے وہ بیٹھیں ہیں | اس تسلی میں اضطراب بھی ہے

۲۶۶	آنکھیں راسخ کو ڈھونڈتی ہیں بہت کہیں وہ خانماں خراب بھی ہے	۱۱

ظاہر میں ذکر وصل سے پرجوش ہو گئے | لیکن وہ دل میں خوش ہیں کہ خاموش ہو گئے

گیسو یونہی بکھرتے ہیں عاشق کا سوگ کیا | سمجھا کرے کوئی کہ سیہ پوش ہو گئے

ساغر میں شب کو کاکل ساقی کا عکس تھا | مے نوش دم کے دم میں بلا نوش ہو گئے

پامال ہو کے بھی ہیں ترستے ہر جگہ | نقش قدم رقیب کے پاپوش ہو گئے

رنگ پریدہ جان رمیدہ سکون دل | کیا تم پہ بن گئی کہ مرے ہوش ہو گئے

کیا کیجئے گا اپنی نزاکت کا پھر علاج | گر ہم خیال ہی میں ہم آغوش ہو گئے

سوفار کہہ رہا ہے مگر داستان شوق | کیوں میرے زخم دل ہمہ تن گوش ہو گئے

کہتے ہیں ناز سے وہ سر گور عاشقاں | مجرم ہمارے عشق کے روپوش ہو گئے

گویا یہ کہہ کے وعدہ وفا کر چلے ہیں وہ | اس بھول کا برا ہو فراموش ہو گئے

ہم سرگراں ہیں منت شمشیر یار سے | سمجھے تھے بار سر سے سبکدوش ہو گئے

۲۶۷	راسخ لگا کے ایک عدوئے وفا سے دل اپنے لئے ہم آپ ستم کوش ہو گئے	۱۳

ہجر میں تن سے گئی جان بڑی مشکل سے | کہ مری مشکل ہوئی آسان بڑی مشکل سے

جیتے جی نکلینگے ارمان بڑی مشکل سے | جان جاتی ہے مری جان بڑی مشکل سے

ڈھونڈ لائے ہیں تجھے دشت عدم سے مر کر | ہم نے مارا ہے یہ میدان بڑی مشکل سے

طور پر برق تجلی نے یہ موسی سے کہا — رہتے ہیں وقت یہ اوسان بڑی مشکل سے
پوچھتا کیا ہے کہ کسطرح بسر ہوتی ہے — ترے صدقے ترے قربان بڑی مشکل سے
غیرتِ حور ہو تم رشک پری ہو لیکن — آدمی ہوتا ہے انسان بڑی مشکل سے
امتحاں کیجیے ہمارا ابھی بوسہ دیکر — لینگے ہم آپ کا احسان بڑی مشکل سے
رمضاں ہے نہ دکھاؤ نہ دکھاؤ عارض — یاد ہوگا مجھے قرآن بڑی مشکل سے
رشک یہ ہے دمِ رخصت مرے منھ سے نکلا — جاؤ اللہ نگہبان بڑی مشکل سے
ہے شبِ ہجر ہجومِ غم و حرماں دلمیں — گھر سے نکلینگے یہ مہمان بڑی مشکل سے
طاقِ ابرو میں ترے سجدے کئی ہیں ہمنے — سینت کر رکھا ہے ایمان بڑی مشکل سے
بیعتِ دستِ سبو شیخ نے کی ہے صد شکر — ایسے ہوتے ہیں مسلمان بڑی مشکل سے

٢٦٨	فکرِ رنگین ومی وشاہد وگلشن راسخ جمع ہوتے ہیں یہ سامان بڑی مشکل سے	٩

رند سے گر ہے غرض میری زبانی نہ سہی — میرے قصے سہی مجنوں کی کہانی نہ سہی
تم کوئی درد نہیں رہتے ہو لیکن دلمیں — جانِ عشاق میں ہو سوزِ نہانی نہ سہی
ڈوبا جاتا ہے دلِ کشتۂ ابرو قاتل — تو دمِ نزع جو دیتا نہیں پانی نہ سہی
اپنی تعریف پہ کیوں اتنا برا مانتے ہو — میں سہی تم نہ سہی یوسف ثانی نہ سہی
دم دیا کرتے ہیں دل لیکے گرفتاروں کا — جسکے معنی یہ ہوئے مفت ستانی نہ سہی
ایک پیالی کیجگہ دو سہی جھگڑا کیا ہے — ساقیا گر نہیں مٹکوں میں پرانی نہ سہی
مرد چوں پیر شود حرص جواں میگردد — شوقِ بادہ تو زیادہ ہے جوانی نہ سہی

تو کہے جائیو لفظوں میں معانی ہی سہی		ہے یہ منظور بگڑ کر وہ کہیں کچھ قاصد
١١	ہمسو مانوس ہیں کچھ درد بھری باتوں سے نالے راسخ کے سہی شعر فغانی ہی سہی	٢٦٩

پیار کا پہلو تمہاری تو میں ہے		لطف باتوں کا نئے پہلو میں ہے
دل میں ہے سینے میں ہے پہلو میں ہے		کچھ نہ پوچھو حال میرے درد کا
جو گرہ جو بل ترے گیسو میں ہے		کاش پڑ جائے مری تقدیر میں
چیز جو کچھ تھی مری چلو میں ہے		تونے شیشہ توڑ پھینکا محتسب
لو مبارک ہو کوئی قابو میں ہے		یاد ہے کہنا کسی کا وصل میں
نون کا نقطہ ہو خال ابرو میں ہے		تیغ میں جوہر ہے کعبے میں بلال
دل ہے یا مچھلی ترے بازو میں ہے		پھنس گئی جوشن میں تیرے کس طرح
وہ تمھارے قامت دلجو میں ہے		جس قیامت کو نہاں کہتے ہیں لوگ
جان قدموں سے ترے جگنو میں ہے		ہو گئے رستے کے سب ذرے پری
دیدۂ رم دیدہ آہو میں ہے		تیری آنکھوں کی سی شوخی ای پری

١٧	ہو گیا کس گل کا راسخ عندلیب بیوفائی جس کے رنگ و بو میں ہے	٢٧٠

سچ کہتے ہیں کہ مار ہے جسے سنوار ہے		موباف اوسکی چوٹی میں جو ہر نگار ہے
قاتل یہ کسکے خون کی خنجر پہ دھار ہے		ہم رنگ برق شعلہ فگن شعلہ بار ہے
دلمیں تمھارے رہنے کو یہ خاکسار ہے		گر طبع زود رنج مقام غبار ہے

مجھ میں عدو میں تمسی بھی کچھ بڑھ کے پیار ہے
دلسے نہو وہ نام کو تمیز شار ہے

دشمن کی ہر قصور پہ کیوں خاک ڈالدی
کیا تیری مٹھی میں ترکے دل کا غبار ہے

محشر بپا ہوا وہ جدہر سے نکل گیا
چاروں طرف دہائی ہے ہر سو پکار ہے

یوں پھر رہی ہے مردمک چشم انتظار
گویا کسیکا طالع ناساز گار ہے

میں سانس گن رہا ہوں عدو بوسہائے یار
وھاں کچھ کا کچھ حساب ہے یھاں کچھ شمار ہے

شام وصال غیر ہے پہلے ہو گر سحر
جان ہم نہیں کہ گردش لیل و نہار ہے

شاید خیال غیر ہے پیغام وصل پر
کسکی طرف تری نگہ شرمسار ہے

گھر تپلیوں میں کرنے لگا اہل دید کی
مردم شناس ناوک مژگان یار ہے

مجبور ہو کے اوسنے شب وصل کیا کہا
کس ناز سے کہا کہ تمھیں اختیار ہے

آیا ہے آج چھوڑ کے زلفیں وہ سرو قد
اب دلکو پھانسنی دینے کیا دار ہے

پامال کر کے مجکو وہ بولے یہ کون تھا
تیور چڑھا کے کہتے ہیں کسکا مزار ہے

لو اب تو مر چکا ہوں نکالو غبار دل
لو اب تو دفن ہونیکو یہ خاکسار ہے

تاثیر عشق نے مجھے تجھ سا بنا دیا
تجکو بھی وہ نہیں جو مجھے تجسے عار ہے

٢٧١
بے خوف ہو کے پیتے ہیں راسخ سیاہ مست
کہتے ہیں محتسب جسے یاروں کا یار ہے
١٧

سکوت عیب ہے عشاق ہیجا کے لئے
فغان نالکے لئے ہے زبان فغاں کے لئے

دیا ہے حکم یہ دل لیکے اسنے جان کے لئے
لگا کے رکھو اسے مرگ ناگہاں کے لئے

یہ کیا کہا کہ ہوئے خاک کس لئے عشاق
تری گلی کے لئے نذر آسماں کے لئے

جفا پسند ہیں مرگ بھی ہی خاک مری
نئی زمین ہی یہ جور آسماں کے لئے

ہنوز زبان شب وصل گالیاں دے لو
ہمیں تو چاہئے ہی حیات کچھ یاں کے لئے

شب وصال مؤذن ہو یا ہو مرغ سحر
سدھی سدھائے ہیں یہ جانور اذاں کے لئے

یہ کہہ رہا ہے حسینوں سے رنگ گلگونہ
خزاں بہار ہوئی عارض بتاں کے لئے

نہ اپنی آرزو ہی نہ موت آتی ہے
نہ ہم زمیں کے لئے ہیں نہ آسماں کے لئے

نصیب خفتہ کسی کو پسند گر ہوتا
تو بھیجدیتے یہ سوغات پاسباں کے لئے

کہو یہ موت سے بالیں پہ ہے وہ پردہ نشیں
ابھی نہیں ہے اجازت فرشتہ جاں کے لئے

ستم شعار میں یہ بانکپن ہے قاتل کا
کہ مول تیغ لے بھی تو بانکے بانکے لئے

خدا ہی جانے کہا اُسنے تو نے کیا قاصد
مری زبان نہ نکلی مرے بیاں کے لئے

یہ سادگی کہ مری نعش سے وہ کہتے ہیں
ابھی تو اور جفائیں ہیں امتحاں کے لئے

نصیب بلبل بے خانماں کا یوں چمکا
کہ شب چراغ بنی برق آشیاں کے لئے

نہیں وہ غیر سے خالی کہ چھوٹے جو عدوں پر
خدا کو ڈھونڈ نکالا ہی درمیاں کے لئے

خیال یار جب آیا تو درد نے اُٹھ کر
ہزار بار قدم اپنے میہماں کے لئے

۲۷۴ نہ ہو گی نالوں کی تقلید صور سے راسخ
کہ سوز چاہئے مُنہ چاہئے فغاں کے لئے ۱۷

تیر قاتل پہ شر نہ ہو جائے
دشمن دل جگر نہ ہو جائے

طول زخم جگر نہ ہو جائے
تجھکو قاتل نظر نہ ہو جائے

لے اڑیگی تجھے تری چلمن
کہیں یہ پردہ در نہ ہو جائے

ہے شب وصل ہاں ن لو کہنا
پردے چھوڑو سحر نہو جائے

ناتوانی سے خوف ہے مجکو
کہ تمھاری کمر نہو جائے

وصل کی شب نکھار ہے تیرا
یہ صباحت سحر نہو جائے

وصل میں مُنہ نہ کھول غیرت مہر
نیم شب دوپہر نہو جائے

سامنے بسملونکے تیغ نہ کھینچ
بڑھکے دل ہاتھ بھر نہو جائے

جوہر آئینہ ہے چشم رقیب
دشمنونکو نظر نہو جائے

گالیاں تک ترے دہن میں نہیں
کہیں یہ بھی کمر نہو جائے

چلتے چلتے عدو کی باتوں پر
وہ زمیں سے ادہر نہو جائے

اوسنے توڑا یہ کہکے آئینہ
مجھے اپنی نظر نہو جائے

کوئے قاتل میں غیر سے کہدو
جسکو مرنیکا ڈر نہو جائے

شانہ اولجھا ہے اونکی زلفوں سے
سر نہو جائے شر نہ ہو جائے

ہوچلا ہے ضمیر غائب دل
زلف میں مستتر نہو جائے

میری خودرفتگی کا تھا مذکور
گم کہیں نامہ بر نہو جائے

۲۷۳	بوسہ دیکر وہ کہتے ہیں راسخ یہ ہمیشہ کو کر نہو جائے	۱۷

لخت دل چشم تر میں رہتا ہے
ناخلف ہی نظر میں رہتا ہے

نالۂ دل سفر میں رہتا ہے
جستجوئے اثر میں رہتا ہے

دل سے نکلا تو آنکھ میں آیا
اب وہ چل پھر کے گھر میں رہتا ہے

درد پنہاں ہوا۔ ترا ارماں
تیر ہوکر جگر میں رہتا ہے

اب کسی بات کا قیام نہیں
اُنکا وعدہ سفر میں رہتا ہے

اف رے یہ ضعف پانو کا چکر
ناتوانی سے سر میں رہتا ہے

ایک طفلِ حسین کا زنار
تیغ بنکر کمر میں رہتا ہے

جس پر آیا۔ گیا دلِ مضطر
یہہ مسافر سفر میں رہتا ہے

زلف میں ہے کہ نافِ یار میں دل
بھنورے میں یا بھنور میں رہتا ہے

وھاں کشش حسن میں ہے یہاں دلمیں
کون دیکھیں اُدھر میں رہتا ہے

بچکے چلنا کہ اک شہیدِ نگاہ
آپ کی رہ گذر میں رہتا ہے

معجزہ ہے مری شبِ فرقت
حشر مہمان گھر میں رہتا ہے

دلِ بیتاب تیرے بالے میں
بنکے مچھلی بھنور میں رہتا ہے

بوسۂ لب کے ساتھہ ہی گالی
زہر مل کر شکر میں رہتا ہے

دستِ شوقِ خیال سے بچنا
یہ تمھاری کمر میں رہتا ہے

شامِ غربت کا ماتمی ہونئیں
اک محرم سفر میں رہتا ہے

۷۷	دل ویراں میں ہے وہ اے راسخ اُجڑے اُجڑائے گھر میں رہتا ہے	۱۱

ساغر ہی میرے آگے وہ کافر بغلمیں ہے
ہے سامنے نصیب مقدر بغلمیں ہے

چکر ہی میرے سر میں اسر بغلمیں ہے
مضمون ہی نیا ہی کہ چکر بغلمیں ہے

دشمن کے گھر بھی جاؤ مری گھر بھی ہو کرم
لیکن وہ تم سے دور ہے یہ گھر بغلمیں ہے

دشمن کے گھر بھی جاؤ مرے گھر بھی ہو کرم
لیکن وہ تم سے دور ہے یہ گھر بغلمیں ہے

اک ہاتھ دے جنیو کا اے طفل برہمن
زنار ہے بغل میں کہ خنجر بغلمیں ہے

روز جزا اتمام ہوا ایک بات میں
دفتر ابھی تو داور محشر بغلمیں ہے

واعظ سے کہدو اب ہے دامان تر مرا
رہنے دے گر گناہ کا دفتر بغلمیں ہے

اللہ تیری شان بتوں کو بنا دیا
دل ہے مری بغلمیں کہ آذر بغلمیں ہے

وہ شوخ وہ شریر وہ چنچل وہ شعلہ خو
کیونکر عدو کے پاس ہے کیونکر بغلمیں ہے

یاد مژہ میں ہے نئی ترکیب کا جنوں
کانٹے ہیں پیرہن تو نہیں نشتر بغلمیں ہے

ہر آبلے میں خم ہے ہر زخم میں لہو
دل ہے کہ شیشۂ مئے احمر بغلمیں ہے

١١	راسخ لقب تابط شرا ہے غیر کا نیت میں جسکی مفسدہ شر بغلمیں ہے	٢٧٥

وہ بت نہیں ہو دل مضطر بغلمیں ہے
چنچل بغلمیں فتنۂ محشر بغلمیں ہے

دفتر گناہوں کا سر محشر بغلمیں ہے
خوش ہوں شبیہ زلف معنبر بغلمیں ہے

لاتیں کسی کی چلتی ہیں یعنی عدو وصل میں
پہلو میں ہے کبھی کبھی ٹھوکر بغلمیں ہے

سر بازیاں شباب کی پیری میں ہو چکیں
تھا جو کبھی ہتیلی پہ وہ سر بغلمیں ہے

تمنے نگہ بچا کے چھپایا ہے کچھ نہ کچھ
بغلیں نہ جھانکئے دل مضطر بغلمیں ہے

جوبن ادھر ڈھلا وہ ادھر سنگدل ہوئے
جو سینہ پر تھا اب وہی پتھر بغلمیں ہے

طوفان سرشک ہیں تو دل شعلۂ سقر
آنکھوں میں ایک ایک سمندر بغلمیں ہے

کتنا بڑا ہے وصل میں دل پھول پھول کر
معشوق اک تمہاری برابر بغلمیں ہے

دائیں بغلیں بت ہیں تو بائیں بغلیں حور	حور مری بغلیں ہیں کوثر بغلیں ہے
پوچھا تھا میں نے کیوں ہے کچھ ابھری ہوئی بغل	جھلا کے کہدیا کہ ترا سر بغلیں ہے

۲۷۶	مہریں ہزار داغ معاصی کی ثبت ہیں راسخ مرے گناہوں کا محضر بغلیں ہے	۱۱

کہتے ہیں وہ ہر بات یہ تقدیر تمہاری	تقصیر ہماری ہے نہ تقصیر تمہاری
قسمت کا مری پیچ ہے یا دودِ جگر ہے	بل کرنے لگی زلف گرہ گیر تمہاری
کچھ تمنے سنا منہ سے لگے بولنے صاحب	لو تمسے بھی چل نکلی ہے تصویر تمہاری
مشتاقِ شہادت کے بھی دو ہاتھ لگا جاؤ	سنتے ہیں کہ بافیض ہے شمشیر تمہاری
ہر بات میں گالی ہے نئی ہاتھ تو لاؤ	کیا بات ہے میرے بت بے پیر تمہاری
ہاں حضرتِ دل کوچۂ سفاک میں چلیے	تدبیر ہماری رہی تقدیر تمہاری
مجھسے نہ پڑھی جائیگی ای کاتب اعمال	میرا خطِ تقدیر ہے تحریر تمہاری
پتلی مری پھرتی ہے تصور میں تمہارے	پتلی میں مری پھرتی ہے تصویر تمہاری
دم دیتی ہے مشتاق شہادتکو مری جاں	چلتے ہوئے پر زو نہیں ہے شمشیر تمہاری
ابرو کے تصور سے گلا کاٹ مروں گا	قبضے میں مرے رہتی ہے شمشیر تمہاری

۲۷۷	دلمیں رہو راسخ کے کہ آنکھوں میں کرو گھر یہ ملک تمہاری ہے وہ جاگیر تمہاری	۱۱

شعلہ ہستی ہے یا بوئے چراغ کشتہ ہے	غایت تار نفس دودِ چراغ کشتہ ہے
میری آہوں کا دھواں چھایا ہوا چاند پر ہے	زلف عارض پر ہے یا دودِ چراغ کشتہ ہے

عذر تاریکی قدمبوسی کا باعث ہوگیا
عجب یہ احسان یہ جود چراغ کشتہ ہے

زخم پنہاں میں نہیں پہلی سی سوزش گو نہو
یہ وہ گل ہے اب بھی محسود چراغ کشتہ ہے

بوسۂ دشمن سی شمع روئے جاناں گل ہوئی
جان پروانہ غم آلود چراغ کشتہ ہے

دل نہیں جلتا تو داغ دل سوزاں کس لئے
روشنی کا ہے کی موجود چراغ کشتہ ہے

تیرہ بختی سی ہوا سرد چراغاں سرنگوں
تربت عشاق مسجود چراغ کشتہ ہے

تمکو ہو کیونکر کسی افسردہ دل کا اعتبار
دود آہ عاشقاں دود چراغ کشتہ ہے

پھر مرے زخم جگر میں رکھہ فتیلہ چارہ گر
پھر بھڑکنا عین مقصود چراغ کشتہ ہے

گور پر شمعیں ہیں عیاں جو دل ہوا بے داغ عشق
روزن دیوار مسدود چراغ کشتہ ہے

۲۷۸	زخم پنہاں میں ہے راسخ داغ پیدا سیکڑوں شعلہ افروز جگر بود چراغ کشتہ ہے	۱۱

شمشیر لئے گر وہ بت فتنہ گر آئے
مشتاق شہادت کا ہتیلی پہ سر آئے

ابروئے بتاں دلمیں جگر میں اتر آئے
زخم دم شمشیر ادھر آئے ادھر آئے

تسکین کی صورت شب ہجراں نظر آئے
جنت کو لیکے کوئی حور الہی اتر آئے

اچھا ہوا گیسو جو ترے تا کمر آئے
یہ تار ہیں وہ جنہیں عدم کی خبر آئے

ای حضرت دل اس بت سفاک پہ آئے
کچھ خیر تو ہے آپکے دشمن کدھر آئے

تربت پہ کھڑے روتے ہیں مع اپنے پرائے
ہم اپنے وطن آئے ہیں ہم اپنے گھر آئے

حسرت کے یہ معنی ہیں کہ مر کر بھی نہ نکلے
امید یہ کہتے ہیں جو ہرگز نہ بر آئے

ملتے ہیں ترے دیکھکے افشاں کے ستارے
جلوے کی حقیقت کھلی تارے نظر آئے

رگ رگ کو چل ای تیغ کہ تھم تھم کے کھنچے جان — رہ رہ کے مجھے جلوۂ قاتل نظر آئے
دلسے کبھی پیکان نہ نکالونگا مبادا — قطرہ وہیں لہو کے کوئی اُمید بر آئے
ہمسے بھی ملاقات ہے دشمن سے بھی ملت — تم اپنے کے اپنے ہو پرائے کے پرائے
چلتے ہیں وہ باتونپہ رقیبونکی یہانتک — محشر میں بھی آئے تو زمیں سے اُدھر آئے
سطح مرے قتل پہ باندھیگا وہ خنجر — اک خطِ کفِ دست میں جسکی کمر آئے
دونگا میں شبِ ہجر اذانونپہ اذانیں — شاید یہ بلا دور ہو شاید سحر آئے
وہ ہاتھ مجھے چاہیے وحشت سے ترے یاں — جو چاک گریباں سے چلے تا جگر آئے
یوں آیا ہی سبزہ لبِ جانبخش پر اوسکی — عیسیٰ کی ملاقات کو گویا خضر آئے
ہی بادہ کشی میں مجھے اعجاز کا رتبہ — جا ہوں تو ابھی طاق سے شیشہ اُتر آئے
لکھا ہی جو بے سنے یہ قاصد مرے خط کا — اللہ کرے اب کے تمہاری خبر آئے
ناصح یہ کشش ہی کہ دمِ تیغِ بتاں پر — آجائے طبیعت تو دل آئے جگر آئے
اس پہلو میں وہ شوخ ہو اُس پہلو میں حوریں — پھر دیکھئے زاہد کہ طبیعت کدھر آئے

۲۷۹	جھپکی ہی نہ قاتل کی ابھی تیر تمہارا اسنح بولے جگر و دل اِدھر آئے اُدھر آئے	۱۵

ہے برق منفعل دمِ شمشیر یار سے — دونی ہے بار خونِ تمنا کی دھار سے
مٹی نہ تمنے دی مجھے دل کے غبار سے — کیا کچھ کدورتیں ہیں تمھیں خاکسار سے
مخلوق کو ہے عشق مرے جسمِ زار سے — تیری کمر بنا ہوں غمِ انتظار سے
وحشت میں مجکو سوزنِ عیسیٰ ملے اگر — ناصح کے ہونٹ سیدوں گریباں کے تار سے

ٹوٹے وہ ہاتھ شکو حمائل جو یوں رہا — بوئے رقیب آتی ہی مجھکو تونکے ہار سے
وہ آنکھ جب پھری مری تقدیر پھر گئی — اللہ بچائے گردشِ لیل و نہار سے
چولی مسک گئی کہیں دامن کھسک گیا — جوبن نکل چلا ہی ترے اختیار سے
ہر عضو تن جدا ہی وہ فرقت نصیب ہیں — قبریں ہزار نکلینگی میرے فرار سے
نامِ خدا ہے پاس نکیرین سے کہو — کیا چاہتے ہیں او غریب الدیار سے
دو چار بوسے دیجئے دو چار لیجئے — آپس کا لین دین ہی باہر شمار سے
چھالے ہیں میرے پانوں میں صندِ رشک کہربا — گھر بیٹھے مجکو ربط بڑھا نوک خار سے
اے انتظار بس شبِ وعدہ وہ آچکے — مہلت بناو کی ہی نہ فرصت سنگار سے
غیروں کو بھی دیا ہی وہی داغ جو مجھے — لونگا حساب داورِ روزِ شمار سے
جاری ہیں اشک یادِ بتِ شکریں — بریان ستی رہتی ہیں ابرِ بہار سے

اس سنج ہمیں ہی نقدیہ نسیہ سے کیا غرض
بدلے بہشت کون دارِ اغدار سے

۳۸۰ — ۱۷

ہر کٹوری حباب کی سی ہے — کس نے محرم یہ اے پری سی ہے
چٹکیاں لے رہا ہے تیرِ نگاہ — دل میں پہلو میں گدگدی سی ہے
میرے ہر زخم کا ہے ٹیڑھا منہ — خنجرِ یار میں کجی سی ہے
کون کہتا ہے نیل بوسوں کا — ہاں ترے لب پہ کچھ مسی سی ہے
خاک کسکی ہوئی گریبان گیر — اونکی پوشاک ملگجی سی ہے
لینے دے چٹکیاں مجھے پھر بھی — یاد دل کو وہ تیری سی سی ہے

سرمگیں چشم کے لگے ہیں تیر
چشم ہر زخم سرمئی سی ہے

معجزہ ہے کہ بنگئی سرخاب
پیندھی جس سل پہ تمنے بیسی ہے

بنگئی میرے گھر میں قطب نے میں
شب فرقت کوئی ولی سی ہے

کیا قیامت کا پوچھتے ہو حال
شکل ہیں چودہویں صدی سی ہے

سر چڑھے ہیں تمہارے دو بانکے
ٹیڑھی ٹوپی یہ بانکڑی سی ہے

گالیوں پر ہے زندگی میری
لب جاں بخش یار عیسی ہے

شیخ بنت عنب سے کیوں نہ بچیں
عمر حضرت کی چار بیسی ہے

میں نہیں چارہ جو یہ نہ رہا
درد دل سے تو دل لگی سی ہے

دل مضطر پہ ہاتھ رکھ کے کہا
یہ تو بگڑی ہوئی گھڑی سی ہے

رحم بر نوجوانی مفلس
بھولی بھولی ہی جنتی سی ہے

۲۸۱	بارک اللہ کلام راسخ کا ہر غزل نسخہ نفیسی ہے	۱۵

ہم گرد باد دشت کو مسکن بنائینگے
مرجائینگے تو گنبد مدفن بنائینگے

سلجھائینگے وہ زلف کو ناگن بنائینگے
شانہ کو سر چڑھائینگے یوں پھن بنائینگے

سر تو قلم کرینگے لیے نامۂ عدو
پھر میری ہڈیوں کے وہ قط زن بنائینگے

سنکر فغان دل کو وہ بولے بجا درست
دے ڈالیے ہمیں اسی ارگن بنائینگے

ہم رند بادہ کش ہیں جو توڑیگا محتسب
نائے گلو کو شیشہ کی گردن بنائینگے

ملجائیں تل کہیں جو ہمیں رو نگار کے
تیری شبیہ کے لیے روغن بنائینگے

سنتا ہوں دینگے سرخ دوپٹا پئے کفن
دولھا وہ یوں مجھے پس کشتن بنائینگے

تارے شرارے بنکے اڑینگے اک آہ سے
ہم گنبد سپہر کو گلخن بنائینگے

جب مدینے بیٹھینگے ساقی تو دیکھیو
دو چلوؤنمیں جیٹھ کو ساون بنائینگے

کچھ حسرتوں کا خون کچھ ارماں شہید ہیں
اک دلمیں اک کلیجہ میں مدفن بنائینگے

لو ہو چلے ہیں طور تمہارے جہاں پسند
سارے جہاں سے جو تمہیں بدظن بنائینگے

شب تو عدو کے گھر میں نہ عاشق کے بر میں تھا
دونونکی جان پر ترے الجھن بنائینگے

کوئی ہمارے طالع تیرہ کو بیں دے
سوغات انکو بھیجیں گے منجن بنائینگے

چوڑے وہ پہنینگے جو دیا ہے رقیب نے
وہ اپنی چوڑیونکو سہاگن بنائینگے

۲۸۲	دینگے سوال وصل کا شمشیر سے جواب راسخ وہ پھول چڑھائینگے جیون بنائینگے	۱۱

کیوں قبلہ نسے کانا پھوسی ہے
کس غرض سے یہ چاپلوسی ہے

قول جھوٹا ہے وعدے جھوٹے ہیں
کس نے تیری زبان چوسی ہے

اللہ اللہ گرمی تب ہجر
دست نباض دست موسی ہے

مجھ میں دشمن میں صلح ہو کیونکر
ایک رومی ہے ایک روسی ہے

جسپہ موسی تھے عشق وہ دولت حسن
تمنے چھینی ہے تمنے موسی ہے

سیرے پھولونمیں شاد شادہیں وہ
بزم غم محفل عروسی ہے

ہے جو رومال چشم گریاں پر
کوئی دم میں یہ لال سوسی ہے

وہ سیہ کار ہوں کہ کالا منہ
تختہ گور آبنوسی ہے

پاک نظریں ہیں میری صرفِ نقاب — چولی مصحف کی باوضو ہی سے ہے
آتشیں روئے یار پر ہے نثار — جسکو دل کہتے ہیں مجوسی ہے

۲۸۳ طبعِ حکمت پسند کے صدقے
آج راسخ نصیرِ طوسی ہے ۱۱

جتنی یاری زیادہ ہوتی ہے — بیقراری - زیادہ ہوتی ہے
کیوں نہ رہ رہ کے تمپہ پیار آئے — جان پیاری - زیادہ ہوتی ہے
دلِ عالم سے تیرے گیسو کی — رشتہ داری زیادہ ہوتی ہے
ہوتی ہے جب کمی جفاؤں میں — ضد تمہاری زیادہ ہوتی ہے
رشکِ یوم الحساب ہے شبِ ہجر — دم شماری - زیادہ ہوتی ہے
کاملوں میں کمال ہی یہ بھی — خاکساری - زیادہ ہوتی ہے
نازِ بیجا ہے تیرے غیر کی بات — مجھپہ بھاری - زیادہ ہوتی ہے
رحمتِ حق کے ساتھہ ساؤن میں — بادہ خواری - زیادہ ہوتی ہے
تونے لاکھونکے دل دکھائے ہیں — آہ و زاری زیادہ ہوتی ہے
سخت جانونپہ پیستی ہے دانت — تیغ عاری - زیادہ ہوتی ہے

۲۸۴ پڑتی ہے جب مصیبت اے راسخ
یادِ باری - زیادہ ہوتی ہے ۱۱

ہو گیا ہے مرے جلاد کا خنجر پانی — کم سے کم تا لب کے پینا ہو نہیں گر بھر پانی
دئیے خنجر سفاک نے ہی دو گھونٹ — کہہ رہا تھا کوئی لب تشنہ مکرر پانی

برق مضطر کیطرح جلوۂ عارض سے ترے
کانپتا رہتا ہی آئینہ میں تھرتھر پانی

ساقیا سچ تو یہ ہے بن گئے اس گھر کے طفیل
شیخ میخانے میں بھرتے رہا ہے اکثر پانی

آنکھ میں اشک ندامت سے مرے ہاتھ میں جام
کبھی پیتا ہوں تو پیتا ہوں ملا کر پانی

مجکو وہ آتشِ سیّال پلا دے ساقی
جو گھڑی بھر تو ہے آگ گھڑی بھر پانی

چارہ گر اف رے یہ خون گرمیِ سودائے دماغ
ہو گیا سر پہ مرے پڑتے ہی پتّھر پانی

خون بہانی ہو مرا ایک کسیدن سفّاک
جا رہے سینہ سے شمشیر سے باہر پانی

ہیں شہیدوں نے بہت دیکھے تہِ گردِ ملال
کہیں خنجر کا نہو جائے مکدّر پانی

گریۂ خوفِ معاصی نے یہ پردہ رکھا
دیگیا مجکو کفن کے لئے چادر پانی

٢٨٥	اشک بہجاتا ہو آنکھوں میں بھر کر آسنح یعنی ملتا ہی مجھے کانٹے میں تلکر پانی	١١

اجل آئی نہ تم آئے نہ قیامت آئی
شام بنکر شبِ ہجراں مری شامت آئی

میرے نالوں سے شبِ ہجر قیامت آئی
ڈھے گیا حشر فلک ٹوٹ پڑے چھت آئی

راہِ پر خار جنوں سے تھے کفِ پا چھلنی
شکر ہے پانوں میں سب دل کی کدورت آئی

باپ کا مال پسِ مرگ ہی بیٹے کے لئے
گر یہ سچ ہی تو مری ملک میں جنت آئی

گر پڑا منہ کے بل آیا جو خیالِ ابرو
میں یہ سمجھا کہ کوئی سجدے کی آیت آئی

وہ چلے ناز سے محشر نے لئے سر پہ قدم
پانو پڑنے کو سرِ راہ قیامت آئی

ہائے پہلو سے گیا جبکہ دلِ زار آیا
ہائے قابو سے گئی جبکہ طبیعت آئی

خوش ہوں سیرِ چمن داغ سے اس آتشِ شوق
یعنی دوزخ میں مری واسطے جنت آئی

بے نیازی ہے وہاں اور یہاں استغنا	اے اثر مجکو دعا مانگتے غیرت آئی
خلد ہے باغ کہیں حوریں ہیں معشوق کہیں	ہائے واعظ تجھے کس چیز پہ رغبت آئی

۲۸۶	ہمسے دلی گئی دلی سے گئے ہم راسخ بھیس کالونکا بدلکر شب فرقت آئی	۱۱

دامن غیر سے منہ ڈھانک کے رقت آئی	میرے پہلو میں انہیں یوں ہی محبت آئی
ہوش آیا ہے انھیں یا کوئی آفت آئی	نام سے عہد جوانی کے قیامت آئی
کھد گئے زیر قدم جب مری تربت آئی	مرنیوالے تجھے مرتے ہی تو راحت آئی
جام ٹوٹے ترے سر پر تو بلا سے واعظ	میکدے سے تری توبہ تو سلامت آئی
سادگی دیکھئے آئینہ جو دیکھا تو انہیں	کبھی غیرت کبھی حسرت کبھی حیرت آئی
کہتے ہیں وعدۂ فردا پہ وہ یوں ہنس ہنسکر	کیا کرو گے جو کبھی بار قیامت آئی
دکھ سے سینہ سے کلیجے سے لگا رکھا ہے	کیا کہوں درد محبت میں جو لذت آئی
تمکو دل دیکے بھی مفلس نہیں ہوتا کوئی	درہم داغ عنایت ہوئے دولت آئی
خواب اس نرگس فتاں کا ہے فتنہ گویا	نیند ہو کر تری آنکھوں میں شرارت آئی
جان ہو کر بھی نہ نکلی دم مردن افسوس	دلکی دل ہی میں رہی دل میں جو حسرت آئی

۲۸۷	طور بے طور ہیں کیوں حضرت راسخ کیا ہے کسکو دے بیٹھے ہو دل کس پہ طبیعت آئی	۱۳

یہ لفظ ہیں مرے بوسے کی التجا کیلئے	خدا کے واسطے بہر خدا خدا کے لئے
بتلادے حکم ہے کیا جان مبتلا کیلئے	تری ادا کے لئے رکھوں یا قضا کے لئے

زبان کاٹ لے قاصد کے منہ میں کھدوں گا — وہ قول دیں تو سہی عرض مدعا کے لئے
عدو کے پاس ہی شب سحر یہ مجھ سے کہا — تمھاری روز کی تاکید تھی وفا کے لئے
کہاں سے لاؤں رقیبو نکلے واسطے غم عشق — یہ وہ غذا ہے کہ ملتی نہیں دوا کے لئے
قیامت آئی شب ہجر گر نہیں جاتی — الٰہی پنجۂ خورشید اٹھے دعا کے لئے
کئے ہیں ناوک قاتل نے زخم کے دو منہ — اک آفریں کے لئے ایک مرحبا کے لئے
دلوں کی باندھ لی گٹھری تمھارے جوبن نے — دکھا دکھا کے لئے کچھ چھپا چھپا کے لئے
تری نگاہ نے ڈالا نقاب میں رخنے — فقط اک آنکھ کا پردہ رہا حیا کے لئے
مجھے ہے رشک ترے عکس آئینہ پر بھی — سنگار ہوتا ہے اک صورت آشنا کے لئے
خیال زلف کا احسان ہوا شب ہجراں — کمند چاہیے تھی آہ نارسا کے لئے
رہیگا چاک وہ دامن ہمیشہ جو ہو گا — مرے کفن کی لئے یا تری قبا کے لئے

۲۸۸	سے لئے ہیں ناوک قاتل کے بوسے ای راسخ دہان زخم سے ہم نے مزے جفا کے لئے	۱۵

خار خار الم سے چھل چھل کے — زخم پھر ہو گئے ہرے دل کے
عشق میں جان و صبر و طاقت دل — سب کے سب چل دیئے کدھر مل کے
حسرتیں مر گئی ہیں رہ رہ کر — پھول کملا گئے ہیں کھل کھل کے
پوست کندہ یہ کہتے ہیں ناخن — ہم اوتارینگے زخم کے چھلکے
تیری چتون میں بل پڑے جتنے — سب عقدے ہیں میری مشکل کے
اونکی شمشیر ہو چکی سیدھی — اور ٹیڑھی ہوئی گلے مل کے

تری محفل میں کب ہیں پروانے
ہوش پراں ہیں اہل محفل کے

لالہ و گل سے عشق ہے مجکو
کیوں نہ ٹکڑے ہیں مرے دل کے

چین سے سونے دے ہمیں اے قبر
ہیں تھکے ہارے پہلی منزل کے

بانکی چتون کے ساتھ تیغ بھی ہے
چلتے پرزے ہیں میرے قاتل کے

دلمیں خار الم ہیں خشک زباں
آبدیدہ ہیں آبلے دل کے

بن سنور کر نہ دیکھ آئینہ
دیکھ ٹکڑے ہوئے مقابل کے

کوئے مقتل میں حوصلے دیکھے
تجھے قاتل کے مجھسے بسمل کے

طلب بوسہ دہن سے ہیں تنگ
ہونٹ سل سل گئے ہیں سائل کے

۲۸۹ — آج راسخ مواے دست بدل
دلمیں ارمان رہ گئے دل کے — ۱۱

خنجر نہ چل سکا تو وہ سرتا ہٹ گئے
قاتل کا دل بڑھا کے ہم صاف کٹ گئے

عشاق سے حجاب کرتے تو تھا حجاب
دل وحشیوں کے شکل گریباں پھٹ گئے

کی تھیں جو کچھ دعائیں وہ برعکس ہو گئیں
یارب ہمارے تیر ہیں پر پلٹ گئے

بیٹھے بٹھائے چھین لیا نقد جان و دل
ہم یہ سمجھے ہیں کہ وہ ہمسے بٹ گئے

شاید کسی رقیب کے پھولو نکا تیل تھا
گرد ملال سے ترے گیسو چلیٹ گئے

کیوں دیکھے غیر تجکو یہ مر کر بھی شک تھا
ہم خاک ہوکے دیدۂ دشمن اٹ گئے

یارب مسافران عدم کی خطا معاف
مفلس گئے غریب گئے بے ٹکٹ گئے

اللہ رے انتخاب تری تیغ تیز کا
جتنے گناہگار تھے دم بھر میں چھٹ گئے

تیرے شہید تھے وہ تبرک کہ بعد مرگ	تقسیم خلد میں ہوئے حوروں میں بٹ گئے
قدموں پہ لوٹ جاؤنگا بجلی کے صبح کو	ڈر کر وہ شبکو میرے گلے سے لپٹ گئے

۲۹۰	راسخ خوشی میں سالگرہ کی یہ غم رہا کیونکر بڑھینگے عمر کے وہ دن جو گھٹ گئے	۱۲

ہوئی ہے کس سے یہ ہاتا پائی کہ آستیں ساری چل رہی ہے
کہیں سے دامن نکل رہا ہے کہیں سے چوٹی نکل رہی ہے
ذرا تو اے شوق کشتنی تھم۔ ذرا تو لے لے چھری تلے دم
ابھی وہ دامن اُٹھا رہے ہیں ابھی سروہی سنبھل رہی ہے
جہاں سے سب ہیں نکلنے والے یہ شاد ناشاد چلنے والے
کسیکی میت نکل رہی ہے۔ کسیکی حسرت نکل رہی ہے
ادہر ہے ناوک نگاہ تیری اُدھر ہے عکس نگاہ برچھی
یہ دو شریروں میں چھن رہی ہے یہ دو حسینوں میں چل رہی ہے
تمہاری نیت وفا کی حالت عدو کی حسرت مری طبیعت
بدل رہی ہے سنبھل رہی۔ نکل رہی ہے مچل رہی ہے
کسیکا قاتل ہے تیرا غمزہ۔ کسی کے حق میں شفا اشارہ
کسیکا نقشہ بگڑ رہا ہے کسی کی حالت سنبھل رہی ہے
شباب کہتا ہی ہوکے رخصت۔ ہو زمانہ میں تم سلامت
تمہارا جوبن نکل رہا ہی جوانی سانچے میں ڈھل رہی ہے

اثر یہ سوزِ نہاں کا ہے سب کہ میری شمعِ مزار یارب
گداز غم سے پگل رہی ہے تپ درونی سے جل رہی ہے

اٹھا نہ اپنی کفِ حنائی کہ اے ستمگر ہماری چھاتی
ابھی تو داغوں سے جل رہی ہے ابھی پھپولوں سے پھل رہی ہے

خیالِ ابرو و یادِ مژگاں ہوئے ہیں پھر دشمنِ دل و جاں
جگر میں کانٹا سا چبھ رہا ہے چھری کلیجے پہ چل رہی ہے

غم درونی سے ہجر کی شب نکل گیا میرے منہ سے یارب
زمیں کا سینہ پھٹ گیا ہے فلک کی چھاتی دہل رہی ہے

٢٩١ ہزاروں جھیلیں جفائیں ہم نے اٹھائے رنج ہزاروں صدمے ١٥
مگر یہ کہتی ہے ناتوانی ابھی تو باقی اجل رہی ہے

طبیعت بری ہے نہ عادت بری ہے
بُری ہے ہماری بُری ہمت بُری ہے

نہ حوریں بری ہیں نہ جنت بری ہے
مگر دلّی والوں کی قسمت بری ہے

گلہ دل کا کرتی ہے جوئی تمھاری
تو بیٹھ پیچھے ندامت بری ہے

گلستانِ زخمِ نہانی ہے گلخن
جہنم سے بھی میری جنت بری ہے

سلامت نہیں رہتی توبہ کسی کی
حسینوں نے صاحب سلامت بری ہے

مجھے جاں بلب روز دیکھا تو بولے
تمھیں ورزمِ نیکی عادت بری ہے

لڑے خاک اچھوں نے قسمت ہماری
بری ہے بری ہے نہایت بری ہے

وہ دل پھیر دیتے ہیں لیکن یہ کہہ کر
یہ جو کھوں بری یہ امانت بری ہے

نہ دو خالِ لب خالِ عارض کا بوسہ
مگر ٹکتے ٹکتے پہ حجت بری ہے

بگاڑی یہ کہہ کہہ کے تصویر میری
برے اسکے تیور ہیں نیت بری ہے

تری شکل اے شوخ لاکھوں میں اچھی
مگر مرنے والوں کی صورت بری ہے

شکایت نکر مجھسے قسمت کی اے دل
کسیکی ہو کمبخت غیبت بری ہے

نہیں بنتی ملتے ملاتے بتوں سے
محبت بری ہے عداوت بری ہے

گر اک روز ہو مرگِ ہجراں تو سہ لوں
مگر تیس دن کی مصیبت بری ہے

۲۹۲

کہا سن کے عرضِ وصال اسنے ہنسکر
یہ ارماں برا ہے یہ حسرت بری ہے

۱۷

محبت مجکو صہبا سے بڑی ہے
یہی کمبخت گھٹی میں پڑی ہے

نگاہِ شوخ تیری جب لڑی ہے
صفِ محشر پہ بجلی گر پڑی ہے

تمھارے لب پہ مسی کی دھڑی ہے
ڈلی یاقوت کی نیلم جڑی ہے

تمھاری گالیوں سے جھڑتے ہیں پھول
زبانِ شوخ ہے یا پھلجھڑی ہے

عدو کو بوسہ دیکر کہتے ہیں وہ
گلِ رخسار کی پتی جھڑی ہے

شبِ ہجراں کیا تھا یاد میں نے
اجل کی عمر اے ہمدم بڑی ہے

نہیں اس رخنہ تل اے حسرتِ دید
ہماری آنکھ کی پتلی جڑی ہے

کیا ہے یہ تپ ہجراں نے لاغر
تن پر داغ پھولوں کی چھڑی ہے

گھڑی ہے یا بغل میں دل الٰہی
کہ بیتابی مجھے چونسٹھ گھڑی ہے

کسیکی زلف کا سودا ہے مجکو
بلا کسکی ہے کسکے سر پڑی ہے

شب فرقت ہماری قصۂ کوتاہ — تری زلف مسلسل سے بڑی ہے
کوئی مرجائے جی جائے بلا سے — کسی بیکس کی تمکو کیا پڑی ہے
حیا ہو چشم فتاں میں تمھاری — رنگیلی ہے سجیلی ہے بڑی ہے
بنے گی دم پہ کیا کیا تادرِ خلد — الٰہی پہلی منزل تو کڑی ہے
وہ اپنے آئنے کو توڑ بیٹھے — مقابل سے کہیں کچھ ہو پڑی ہے
غضب کی تھی مری وحشت الٰہی — کہ پوشیدہ کفن میں ہتکڑی ہے

٢٩٣	بنائی دم پہ ضبط غم نے راسخ کلیجے میں مرے برچھی گڑی ہے	١٣

تو نکلی یاد رہی موت کی گھڑی بھولے — یہ ہم سے چوک ہوئی ہے بہت بڑی بھولے
ہمارے گریے سے برسات کی جھڑی بھولے — یقیں ہے مردم چشم جہاں کھڑی بھولے
غضب کی بھول ہے ہم میں جو پڑی بھولے — ترے ستم تری چالیں تری تڑی بھولے
جنوں نے عرض کیا دست بستہ حاضر ہوں — مرے رفیق کفن میں جو ہتکڑی بھولے
وہ لیگئے دل بیتاب یاد رکھے گا — جو رکھ کے جیب میں جلتی ہوئی گھڑی بھولے
گئے ہیں چھوڑ کے مجھ سے نحیف و زخمی کو — مرے سمجھو نے یہ پھولوں کی وہ چھڑی بھولے
خودی سے ہی دنیا میں بشر مدہوش — ہرن ہو نشۂ غفلت تو جو کڑی بھولے
وہ رکھ کے سینہ پہ پتھر ملا گئے مٹی میں — کہاں دبی مری میت کدھر گڑی بھولے
پڑیں نظارۂ کاکل سے پیچ سنبل پر — بنفشہ دیکھ کے مستی تری دھڑی بھولے
پھنسا کے حلقۂ کاکل میں چھوڑ بیٹھے ہیں — مرے گلے میں وہ زنجیر کی کڑی بھولے

نہیں ہے پرتوِ عارض سے سُرخ گلتکیہ وہی ہے یادِ مرے جان تجھے کہ رہ رہ کر		سرہانے پھولوں کی رکھ کر وہ نگھڑی بھولے گھڑی گھڑی جسے پوچھے گھڑی گھڑی بھولے
۲۹۴	بہشت میں بھی یہ اِس شوخ رسیلی یاد مجھے نہیں یقین کہ دِلّی کی چاوڑی بھولے	۱۱

میرے گناہوں سے مری تربت بھی تنگ ہے
تربت نہیں ہے حلقۂ کامِ نہنگ ہے

میں گھر سے تنگ ہجر میں گھر مجھسے تنگ ہے
جس کو پلنگ کہتے ہیں خالی پلنگ ہے

دل کی طرح کشاکشِ دوراں سے تنگ ہے
ہر سانس میرے سینے رشکِ خدنگ ہے

شعلوں سے لڑ رہا ہے نوائے وصال میں
پروانہ جس کو کہتے ہیں جیتا پتنگ ہے

ہر وعدہ بے ٹھکانے ہے ہر بات بے ثبات
ہر قول تیرے ہاتھ کی مہندی کا رنگ ہے

تقدیر سو رہی ہے شبِ ہجر میرے ساتھ
تم یہ سمجھ رہے ہو کہ خالی پلنگ ہے

پیالے میں سبز سبز ہے ساغر میں سُرخ سُرخ
ساقی یہ میری پاک طبیعت کا رنگ ہے

کیوں کہہ رہے ہو آپ کی تقدیر لڑ گئی
تم کو ملاپ میں بھی وہی ذکرِ جنگ ہے

اُڑتی ہیں اُن کے سامنے مُنہ پر ہوائیاں
رنگِ پریدہ رُخِ عاشق پتنگ ہے

ایسے سیاہ رو کو دکھاؤ نہ اپنا مُنہ
زنگ آئینے کا غیر کے چہرے کا رنگ ہے

۲۹۵ طرزِ کلامِ حضرتِ رشخ نہ پوچھئے
یہ رنگ ہی کچھ اور ہے یہ اور ڈھنگ ہے ۱۱

آپ اچھے آپکی کیا بات ہے
آپ ایسے اچھے خدا کی ذات ہے

شغلِ مے واعظ مجھے دنرات ہے
اور مری تردامنی پر بات ہے

کر کے وہ پامال گورِ عاشقاں
کہہ گئے زچ ہو کے یہ شہ مات ہے

سنکے میرے مُنہ سے شکرِ ہر ستم
گالیاں دیں کیا مزے کی بات ہے

ہے تمھیں کیوں بوسۂ رُخ کا گماں
کان میں سُن لو ذرا سی بات ہے

کہتے ہیں ہم جان لینگے دیکے دم
کیا کوئی صدقہ ہے کیا خیرات ہے

دستِ قاتل نازکی سے اُٹھ چکا
آبروئے تیغ تیرے ہات ہے

ہمنے یہ کہکر اُنھیں دل دیدیا
اک نیا تحفہ نئی سوغات ہے

وصلکی شب خود اذاں وہ دیگئے
جب کہا مینے کہ آدھی رات ہے

آئینے میں ایسا کیا آیا نظر
کیوں کہا بےعیب اوسکی ذات ہے

۲۹۶	گر قبول افتد زہے عز و شرف راسخ کمبخت کم اوقات سے	۱۱

سچ بتا کس شب کے کس دن کے لئے — یوں سہی کیوں دشمنی کن کن کے لئے
ساقیا دے دام بہر محتسب — ایک شیشہ چاہئے جن کے لئے
میرے پھولوں میں بڑھا دو بالیاں — پھر رہی ہیں بلبلیں تنکے لئے
دیکھنے والوں سے بھی اتنا حجاب — پھر یہ جوبن کس لئے کن کے لئے
حشر میں بھی سامنے ہوتے نہیں — وعدۂ فردا تھا کس دن کے لئے
وہ بھی ناداں دل بھی ناداں کہیں ہے — ایک کمسن ایک کمسن کے لئے
ہوں سکوں درد دل سے بیقرار — کیوں جگہ ہو حرف ساکن کے لئے
غیر سے کھل کھیلکر مجھ سے کہا — یہ ہمارے اور ہم ان کے لئے
ہمکو وہ مٹی بھی دینے سے رہے — ٹل گئے ہم خاک میں جن کے لئے
وصل کی شب خفتہ بختی کیا ہوئی — بھیجدیتے ہم مؤذن کے لئے

۲۹۷	بادۂ بے درد راسخ پاک ہے پاک طینت پاک باطن کے لئے	۱۱

نقاب عارض پر نور جاناں گر سرک جائے — تجلی طور کی ہو کا دل بنکر بھڑک جائے
نہ پہنچے عرش تک نالہ نہ تا بام فلک جائے — تمنا ہے کہ یہ تجلی تمہارے کان تک جائے
وہ کمسن دیکھکر جو عکس آئینہ جھجک جائے — الہی خانۂ دشمن میں کیونکر بے دھڑک جائے
گرہ ہو کر رہی بدگمانی عشق دشمن کی — نہ تیر دلسے شک جائے نہ تیر دلسے شک جائے

جھپے یہ تیر بن بن کر بھپے شمشیر بن بن کر
دکھا دینگے تمھیں مقبول بندے ایسے ہوتے ہیں
بچائے دیر تک اللہ صدقہ اس نزاکت کا
تصور سے ہم آغوشی کے کہتا ہی ترا جوبن
ہٹا دو منہ سے زلفیں لن ترانی ہو چکی دیکھو
اثر سے دستگیری ہو چکی اُن ناتوانوں کی

نہ دلسے درد دل جائے نہ سینے سے کسک جائے
اثر کچھہ اور اثر آئے دعا کچھہ اور اُچک جائے
ہمارے خواب میں جب ہو لگے وہ آئے تھک جائے
اگر دامن نکلجائے اگر چولی مسک جائے
کسیدن تو یہ تجلی طور کا شعلہ چمکجائے
دعا جنکی الٰہی لبتک آتے آتے تھک جائے

٢٩٨	علامت پختہ کاران محبت کی ہی اے راسخ جگر چھالونسے بھل جائے کلیجا غم سے پک جائے	١٧	

دل میں نظروں میں جو وہ دشمنِ ایمان رہے
سچ تو یہ ہے کوئی کافر ہی مسلمان رہے
تیر بن بن کے ستمگر ترے ارمان رہے
دل میں سینے میں کلیجے میں یہ مہمان رہے
تیر کی نوک سے ماتھے پہ نشانی کردو
تا شہیدوں کی تمھیں حشر میں پہچان رہے
سیکھہ لے ہم سے کچھہ آداب تلاوت واعظ
یا صنم لب پہ رہے ہاتھہ میں قرآن رہے
قاتل اک وار میں دو ہوں تو برائی کیا ہے
نام کا نام ہو احسان کا احسان رہے

نہ رہے گو تری محفل میں تو کیا ہے لیکن
دل وہیں چھوڑ چلے ہم وہیں اوسان رہے
ہے تری ٹھوکریں کھانے کی تمنا ظالم
خانۂ گور میں کب تک کوئی مہمان رہے
صدقے اس رحم کے کہتے ہیں وہ بعدِ کشتن
او مسافر ترا اللہ نگہبان رہے
حیرتِ حسن رہی حسرتِ دیدار کے ساتھ
میں بھی حیران رہا آپ بھی حیران رہے
لطفِ مے یوں ہے کہ وہ شوخ رہے زیبِ بغل
ہاتھ میں شیشہ رہے طاق میں ایمان رہے
بن سنور کر وہ پری زادہو گر جلوہ فگن
چشمِ بسمل کی طرح آئنہ حیران رہے
یاد میں ساقیٔ کوثر کی موئے ہم پیکر
سید ہے جنت میں گئے خاصے مسلمان رہے
طبعِ ثانی ہے مری زلف مسلسل تیری
جس کو یہ مار کہ ہر وقت پریشان رہے
تم وہ نادان کہ طفلی میں بھی تھے تم ہشیار
ہم وہ ہشیار کہ پیری میں بھی نادان رہے

ہتکڑی ہو کبھی وحشت میں کبھی ہو بیڑی
کس لئے طوقِ گلو ہو کے گریبان رہے
نیم چلمن وہ اٹھا کر یہہ کہا کرتے ہیں
شرط بدتے ہیں اگر آپکے اوسان رہے
۲۹۹ راسخ الوعدہ نہیں وہ بتِ بدخو راسخ ۱۱
تم کو معلوم رہے یاد رہے دھیان رہے
رگڑے قمر جبیں ترے گالوں کے سامنے
غش کھا کے بجلی گر پڑے بالونکے سامنے
رویا کرے گھٹا ترے بالوں کے سامنے
ساون کے جھالے پانی ہوں جھالونکے سامنے
دھڑکا ہے شامِ وصل سے صبحِ فراق کا
ہر لحظہ ہر گھڑی ہیں ملالوں کے سامنے
تنہا غریب دل صفِ مژگاں کے روبرو
بھالوں کے سامنے ہے رسالوں کے سامنے
ذکرِ غنائے فقر کروں گر دعا سے میں
پھیلائے ہاتھ میرے سوالوں کے سامنے
پیکاں تمھارے کھیلتے ہیں دل میں گولیاں
جمتا ہے رنگ کب مرے چھالوں کے سامنے

سفلوں کو ناز لعل و گہر پر ہے گر تو ہو
ہیں کوڑیاں ہمارے سفالونکے سامنے
آنسو ہیں میری آنکھونمیں ہاتونمیں پُر جام
ہے لطف جلترنگ کا پیالوں کے سامنے
ٹانکا ہے جب سے یار نے محرم پہ گوکھرو
کانٹا سا رہتا ہے مرے چھالونکے سامنے
گڑ جائیں کیا عجب ہے زمیں میں کمر کمر
وہ نونہال ہو جو نہالوں کے سامنے

۳۰۰ طوبا کو نسبتیں قدِ دلدار سے نہیں
راسخ مرے بلند خیالوں کے سامنے

درد کے شعر سناؤں نہیں لے سے ایسے
نہ سنے ہوں نہ سنے ہوں لب نے سے ایسے
تم کو نازک کمری پر ہے بہت ناز مگر
مجھ سے لاغر کو تو بچتے نہیں ایسے ایسے
بال کی کھال نکالیں گے تمہارے پیکاں
یہ تو واقف ہیں ہمارے رگ و پے سے ایسے
پاس دشمن کو بٹھا کر وہ سناتے ہیں مجھے
چاہنے والے ہوا کرتے ہیں کیسے ایسے

مفلسی میں جو دعا کی وہ ہوئی داغ بکف
مجکو قسمت نے دیے بھی ہیں تو پیسے ایسے
یار دونکے یار ہیں گر کوئی پلا دے پی لیں
شیخ صاحب تنفر نہیں مے سے ایسے

۱۷ سخت جاں خنجر قاتل سے ڈرے کیا راسخ ۳۲۱
اوس کے ناخن میں پڑے رہتے ہیں آرے ایسے

نالے سنتا ہوں دل ناکام کے — دونو ہاتھوں سے کلیجا تھام کے
پھیر لو بوسے لب گلفام کے — غیر کے جھوٹے مرے کس کام کے
بوسے دو گر زلف عنبر فام کے — آؤ ہم بندے رہے بے دام کے
پھر رہی ہے ہر نظر میں چشم یار — ہو رہے ہیں دور دورے جام کے
بیٹھتا جاتا ہے دل اے ضعف ہجر — درد اٹھتا ہے کلیجا تھام کے
کنج عزلت جیتے جی مرکے گور — مجکو ذوقونے ملے آرام کے
سات گھر مانگی ہے بھیک اے محتسب — ہٹ چبا لینے دے ٹکڑی جام کے
حشر کے دن سکۂ خون شہید — بیٹھ جائیگا دو پٹا تھام کے
نقش ہاتھی کی لکیریں پانو کی — زائچے ہیں گردش ایام کے
غیر چھینٹے دیکے تم کو لے گیا — ہائے جلسے رات بھر حمام کے
آتش ہجراں کو آہیں آندھیاں — اشک چھینٹے روغن بادام کے
مجکو طوف دیر کی خدمت ملی — پھر گئے دن بخت نافرجام کے

بن گئی تیغِ برہنہ صبحِ ہجر
شانہ ہو نکلے سی چلون ہر شام کے

منہ میں گویا رہتی ہے تیری زباں
ہیں [illegible] پاس پہ [illegible] دشنام کے

آبلہ پائی میں اسے خارِ جنوں
ہو گئے ٹکڑے ہمارے نام کے

مجھ سے کہتے ہیں مزاج اچھا تو ہے
[illegible] کیا کہتے ہیں [illegible]

ہیں بہت سے [illegible]
نام لیوا [illegible] کے

شرمِ عصیاں سے ٹپکتا ہے [illegible] پانی
[illegible] پانی

کھولدو زلف چمن میں جو [illegible]
[illegible] چھم چھم پانی

سخت مشکل ہے کہ تھم نہ پسیجے ہرگز
[illegible] سے ہوئی [illegible] پانی

چارہ گر ہیں دمِ شمشیرِ ستمگر کے نثار
[illegible] کام ہم پانی

رشکِ جمشید ہے پیرِ مغاں تا محشر
خمخانے میں بھرتے ہیں یہ جم جم پانی

موجۂ دستِ تاسف ہے مری توبہ پر
کرتا رہتا ہے مرے حال پہ ماتم پانی

گریۂ شرمِ معاصی سے ہے ترک یا رب
مانگتا ہے مرے رومال سے زمزم پانی

موجِ کوثر ہیں مرے دامنِ تر کے چھینٹے
کیا تعجب ہے کہ ہو جائے جہنم پانی

یہی رونا ہے تو ہم خلق کو رو بیٹھینگے
یہی عالم ہے تو ہو جائیگا عالم پانی

ساقیا پینے پلانے کی قسم کھائی ہے
بھولے چوکے سے کبھی ملجاتا ہے کم کم پانی

گریۂ ہجر بہا دیگا کسی دن [illegible]
فرطِ غم سے ہوئیں گھل گھل کے مجسم پانی

رباعیات متفرقہ

ساقی وہی خوب ہیں جو مے پیتے ہیں
تجکو بھی خبر ہی کچھ کہ ہی یہ کیا شی
مے کا ہمکو ہے عجیب شے پیتے ہیں
اک دشمن دیں کا خون ہے پیتے ہیں

ایضاً

کہتا ہے یہ بندہ لاکھ کھا کر قسمیں
سنتا ہی نہیں کوئی فغان درویش
گو ردنمیں ہیں قتل بے گنہ کی رسمیں
سچ ہے کہ نہو کوئی کسی کے بسمیں

ایضاً

گو ردنکے لیے کبھی زغن ہوتے ہیں
یہ سچ ہی کہ کالے ہیں غضب کے وحشی
گہ پھنسنے کو طائر چمن ہو جاتے ہیں
ہوتے ہیں شکار جب شاہین ہو جاتے ہیں

ایضاً

ہے توڑ یہ بھوک کا کہ سم کھا لیجے
جھوٹی بھی ملے تو شکر کر کے کھائیں
ٹھوکر بھی لگے تو ہر قدم کھا لیجے
گر ہم سے کوئی کہے قسم کھا لیجے

ایضاً

یہ قحط کی تاثیر سے کیا ہوتا ہے
جو بال نکلتے ہیں وہ جل جاتے ہیں
مخلوق کا نقشہ ہی نیا ہوتا ہے
ہو گال پہ جو تل وہ مسا ہوتا ہے

ایضاً

بوتل ہے کہاں وہ خم کدہ ہے ساقی
توبہ کا جہان سے سفر ہے ساقی

مشکو ہیں پڑے ہوئے ہیں گیندے کے پھول | کچھ تجکو بسنت کی خبر ہے ساقی

کب تک یہ رہیگی ساقیا کل پرسوں | پیاسونکو ہیں گند گئے ہیں برسوں
لا جلد کہیں سے پیلی مٹی کا جام | برخیز - ہتیلی پہ جما لا سرسوں

موسم ہی یہ وہ کہ زرد کائی ہوجائے | دھانی پوشاک کہربائی ہوجائے
ہاں رنگ زمانہ سے تعجب کیا ہے | چاندی کی جو بالی ہو طلائی ہوجائے

ہے غیرتِ یاسمین و نسرین سوسن | سرسوں پھولی کھڑی ہوئی ہی بن بن
تاثیر یہ کی بسنت کی شوخی نے | کالوں کا رنگ ہو گیا ہے کندن

ہوتا ہے بسنت کے دنوں میں کیا رنج | فرحت کا زمانہ ہی تو پھر کیسا رنج
گلشن میں بسنت نے جمایا یہ رنگ | بیضے قمری کے ہوگئے ہیں فارغ

کسطرح پئیں ساغرِ مئی عذر میں ہیں | ساقی رمضاں مہیونکے طور میں ہیں
ہر ہفت خطِ جام ہے یاد مجھے | یہ منزلیں وہ ہیں کہ مرے دور میں ہیں

تا وقت قضا کسے قضا یاد رہی | ہر لحظہ بتوں ہی کی ادا یاد رہی

قرآن کبھی یاد تھا بہرِ رمضاں — سب بھول گئے سورتِ نسیا یاد رہی

کالے ہیں تو کاکلِ پریشاں ہیں ہم — گورے ہیں تو آئینۂ حیراں ہیں ہم
سچ ہے سیدھی سے ہر کوئی ہے ٹیڑھا — ای بختِ سیہ سیدھے مسلماں ہیں ہم

دنیا کا کچھ فکر نہ عقبے کا غم — جھاڑو ہی نہ دینے کو نہ کھانیکو قسم
ہم بھی بھولے ہیں قوم بھی ہماری بھولی — دولت ہے نہ ہمت نہ قناعت نہ کرم

ہرگز نہ دمِ عشقِ حسیناں تو بھر — ہو جائے گا ورنہ ہر کسی پہ دو بھر
دریائے محبت میں وہ ڈوبے راسخ — پانی نہ ملے جسے کہیں چلو بھر

پنشن کو جو چھوڑ دینگے پچھتائیں گے — جھنجھلائیں گے شرمائینگے مر جائینگے
دم دیں گے جو نوکری پہ دم ہی دینگے — جب بھوکے مرینگے ٹھوکریں کھائینگے

کیوں مہری رشک چشمِ پرنم ہے ہے — کیوں گیسوئے شب ہوئی ہے برہم ہے ہے
تاروں سے بندھا ہی کیوں یہ تارِ گریہ — کرتا ہے فلک یہ کسکا ماتم ہے ہے

گر مال طلب کرے وہ تو کتنا چاہوں — کیا مجھپہ بنی ہے کیوں میں قتل نہ چاہوں

لے مجھسے مری جان کو جسے تو چاہے
دے مجکو غمِ حسینؑ جتنا چاہوں

ایضاً

کیا تو نے کیا یہ ہائے چرخِ بے پیر
کیوں زہر دیا یہ کیا بُری تھی تدبیر
جو گھاس ہری ہوئی وہ ہے شاہدِ عدل
ہے نعشِ حسنؑ کی یہ زمیں میں تاثیر

ایضاً

کچھ جانِ بتول پہ قیامت گذری
کچھ شانِ رسول پر قیامت گذری
لیکن وہ غضب کی تھی جو دشتِ غم میں
مہمانِ ملول پر قیامت گذری

ایضاً

موہوم تھا شکلِ زندگانی پانی
جھوٹی ہی تھی مگر کوئی کہانی پانی
پیاسے ہیں جو خاک میں بروزِ محشر
نکلینگے دہاڑتے کہ پانی پانی

ایضاً

کرتے تھے یزید کی غلامی سارے
قتلِ معصوم کے تھے حامی سارے
شمشیرِ حسینؑ سے ہوئے تھے دو نیمہ
جل بھن کے کباب ہونگے شامی سارے

ایضاً

ہو کیوں نہ جہاں میں صبرِ قاسمؑ کی دھوم
تھا ننھی سی جان پہ بلاؤں کا ہجوم
ساقی کے نبیروں کو ملے کیوں پانی
مشہور ہے وہ مثل کہ قاسم محروم

ایضاً

جبدن سے جہاں میں تیغِ حیدر چمکی
ہر شکل سے تیرگیِ بدعت کم کی

فانی کو مگر نہ حل مشکل سمجھو | ایضاً | باقی ہیں ہنوز مشکلیں عالم کی

بھرتا ہوں دم سرد تو جاں جاتی ہے
ہوتا ہے جو منہ زرد تو جاں جاتی ہے

وہ درد مجسم ہو نہیں درماں دشمن | ایضاً | لینے ہو گیا درد تو جاں جاتی ہے

غفلت میں گذر رہی ہے یہاں شام و پگاہ
کیا سوجھے اندھیرے میں ترقی کی راہ

دنیا کے [illegible] | ایضاً | لاحول ولا قوۃ الا باللہ

اے حسرت ریا ہو گئے ہوائیوں گمراہ
لیوں مٹا کئیں ملکی تعلّی اے آہ

اے شوق مدد کی ہماری تو نے | ایضاً | لاحول ولا قوۃ الا باللہ

افراط ہے ہر کام میں اک قہر الٰہ
تفریط سے ہو جاتا ہے انسان تباہ

ہیں دو نو برے اگر یہ حد بڑھ جائیں | ایضاً | لاحول ولا قوۃ الا باللہ

بیگانے ہوئے ہیں سب یگانے راسخ
ہیں سب کے لبوں پہ ٹھکانے راسخ

مل بیٹھتے گر ہم تو ستم ہی کرتے | ایضاً | رکھا ہمیں دیکھ کر خدا نے راسخ

تمام شد رباعیات

تخمیس غزل بلبلِ ہند حضرت داغ دہلوی

رقم چوری چھپی کی جب وہ اس میں نہیں نکلی | تہی ہر گوشۂ رومال خالی آستیں نکلی
حیا نکلی نہ غارتگر تری چینِ جبیں نکلی | نگہ نکلی نہ دل کی چور زلفِ عنبریں نکلی

ادہر لا ہاتھ مٹھی کھول یہ چوری یہیں نکلی

کہاں کس دن تمنائے دلِ اندوہگیں نکلی | نکلنے کی تمنا میں مری جانِ حزیں نکلی
کوئی امید بر آئی کوئی حسرت کہیں نکلی | تری خاطر سے کہدو دل آرزوئے نازنیں نکلی

نہیں نکلی نہیں نکلی نہیں نکلی نہیں نکلی

دمِ فریاد سے ہر لحظہ آہِ آتشیں نکلی | دلِ ناشاد سے فریادِ محشر آفریں نکلی
غرض اک مرتے دم صد شکرِ رب العالمیں نکلی | تہِ شمشیر گھٹ گھٹ کر مری جانِ حزیں نکلی

تمنا آپ کے دل کی بھی نکلی یا نہیں نکلی

لگے آگ اس محبت کو پڑے چولھے میں یاری | دلِ پُر سوز پہلو میں ہے یا خرمن میں چنگاری
بنایا جنتی کو دم کے دم میں ہجر نے ناری | دعائے بے اثر کی جب ہوئی کچھ سرد بازاری

کلیجے سے ہمارے جل کے آہِ آتشیں نکلی

عدم کا راستہ انکی محبت نے دکھایا ہے | کمر انکی بنایا ہے دہن انکا بنایا ہے
برا ہو ناتوانی کا ہمیں اتنا ستایا ہے | اٹھے دستِ دعا کیا ضعف نے ایسا گھلایا ہے

جسے ہم ہات سمجھے تھے وہ خالی آستیں نکلی

رقیبوں کی نگاہیں ہر قدم ہیں وقف چلمن پر | نظاروں نے بچھائے دام صید کی نشیمن پر

مسلط ہو گئے ہیں سیکڑوں قزاق رہزن پر
بہت آنکھیں لگی رہتی ہیں اُس کی چشم پر فن پر
ہماری تاک میں جو تھی وہ خونریز کمیں نکلی

یہ مانا ہے انوکھی طرز سے باغ و شان جنت
نئے انداز کی رکھتی ہے جو حوریں گماں جنت
مبارک آپ جیسوں کو رہے ای مہرباں جنت
بجا ای حضرتِ واعظ کہاں دنیا کہاں جنت
نرالی آن بانکی وضع جب نکلی ہیں نکلی

کسی کے جلوے سے محروم تھی چشمِ تماشا تک
محالِ عقل تھا نظارۂ زلفِ چلیپا تک
نظر جاتی نہ تھی کمزور یونہی قدِ رعنا تک
رسائی ضعف سے مشکل تھی اوس کی روئے زیبا تک
ہماری آہ سے ملکِ نگاہِ واپسیں نکلی

وہ چشمِ سرمہ سا کی آپ ہی تعریف کرتے ہیں
خرامِ فتنہ زا کی آپ ہی تعریف کرتے ہیں
حیا یہ ہے حیا کی آپ ہی تعریف کرتے ہیں
وہ اپنی ہر ادا کی آپ ہی تعریف کرتے ہیں
نگہ نے نیمچہ مارا زباں سے آفریں نکلی

بنی ہے سخت مشکل ہجر کے شکوے کروں کیونکر
سناؤں ڈرتے ڈرتے کس طرح حالِ دلِ مضطر
معاذ اللہ ترچھی چتونیں بگڑے ہوئے تیور
کہوں کیا پہلے ہی آنکھیں نکالیں آپ نے مجھ پر
ابھی کمبخت پوری بات بھی منہ سے نہیں نکلی

یہ مجھ پر کیوں ترحم کیوں مبارکباد دیتے ہو
یہ کیوں لب پر تبسم کیوں مبارکباد دیتے ہو
تمھیں نے کیا تو ہم کیوں مبارکباد دیتے ہو
مجھے خوش دیکھ کر تم کیوں مبارکباد دیتے ہو
نہ پوچھو وصل کی حسرت کہاں نکلی کہیں نکلی

بڑھے ہیں حوصلے غیروں کے تم نے ہاتھا پائی سے
یہی ہے لطف ملنے کا یہی معنی ہیں شوخی کے

مبارک ہو مبارک ہو رقیبوں نے لیٔے لیٔے | نکلکر تم مری آغوش سے اس حال کو پہنچے

کہیں سے چلدیا دامن کہیں سے آستیں نکلی

بتائیں کسکو اپنا کون یارب دیکھہ سکتا ہے | نہو جب دیکھنے کی تاب کس ڈھب دیکھہ سکتا ہے
گزرتی ہو جو دم پر ہجر کی شب دیکھہ سکتا ہے | ہمارا حال دنیا میں کوئی کب دیکھہ سکتا ہے

توقع جسکی چشمِ جاناں سے تھی وہ بھی شرمگیں نکلی

یہیں رہنا یہیں سہنا یہیں تکیہ بچھونا ہے | دلِ مرحوم کہتے ہیں جسے راحت کا کونا ہے
نکلجانا دمِ مرگ آشنائی کا ڈبونا ہے | زمانے کو تو یہ ارماں مجھکو اس کا رونا ہے

وہ تھی کیا بیوفا حسرت جو وقتِ واپسیں نکلی

ہوا الٹا اثر آہِ رسا نے کیوں نقاب الٹی | پشیماں ہو رہا ہوں میں دعا نے کیوں نقاب الٹی
مجھے ہی ذبح کرنا تھا ہوا نے کیوں نقاب الٹی | مرے ہی سامنے بادِ صبا نے کیوں نقاب الٹی

چھری کھینچے ہوئے اس شوخ کی چین جبیں نکلی

بتا سکتا کوئی ہوتا نشیمن کا نشاں ہوتا | دلِ بیتاب عاشق طائرِ عرش آشیاں ہوتا
مکاں عشاق کا ہوتا تو شاید لامکاں ہوتا | ٹھکانا خانۂ ویرانِ محبت کا کہاں ہوتا

نہ اس لائق فلک نکلا نہ اس قابل زمیں نکلی

تمھیں کہتی تھی ہم ہیں پہنچنے والے عرشِ منزل کے | سرِ بام آؤ بے پردہ کہ نکلیں حوصلے دل کے
اگر ہو بات سچے پوری تو آگے ہو مقابل کے | تمھیں دعوی تھا ہم ہونگے مقابل ماہِ کامل کے

خدا کی شان ہے لو وصل کی شب چودہویں نکلی

ہمیشہ عاشق و معشوق کو نسبت ہے دنیا میں | جھلکتا تھا لہو وامق کا رنگِ روئے عذرا میں

نکلکر دامنِ یوسف رہا دستِ زلیخا میں
نیاز و نازِ حسن و عشق دیکھا قیس و لیلا میں
جو یہ صحرا نشیں نکلا تو وہ محمل نشیں نکلی

خدائی دعوے تک پہنچی ہی نوبت حسنِ ظاہر سے
کسی سید سے مسلماں کی نبھے کیا ایسی کافر سے
یہ اونکو شوق ہی تعریف کر دے کوئی خاطر سے
یہ اونکو لاگ ہے وہ پوچھتے ہیں ہر مسافر سے
ہماری سی کوئی صورت کہیں دیکھی ہیں نکلی

تمنا دلکی دلمیں رہ گئی ای واہ رے قسمت
وہ ملنے آئے جبسے ہم جان تن سے ہو گئی رخصت
الٰہی تو بہ ہی کسوقت مرنے کی ملے فرصت
اجل نے دی نہ مہلت بات کی بھی رہ گئی حسرت
ادہر وہ گھر سے نکلے تھے ادہر جانِ حزیں نکلی

مجھے پہچانتی ہیں آپ میں ہوں اپنا سودائی
گلستانِ معانی کا ہوں اپنے خود تماشائی
وہ راسخ ہوں کہ جسپر ختم ہے اب نکتہ آرائی
مری طبع رواں ہی داغ جسدم جوش پر آئی
وہی پانی ہوئی جو شعر کی تہِ زمیں نکلی

تخمیس سلام بلبلِ ہند حضرت داغ دہلوی

اونکو مجرا ہے جو لیے آہ و فغاں بیٹھے ہوئے
تشنہ کام و تشنہ لب تشنہ دہان بیٹھے ہوئے
مسندِ تسلیم پر تکیہ کناں بیٹھے ہوئے
اونکو مجرا ہے جو زیرِ آسماں بیٹھے ہوئے
بھوکے پیاسے بیوطن بے خانماں بیٹھے ہوئے

دشمنِ دیں سنگدل تھے کیسے یا رب اہلِ شام
رکھتے تھے دنیاے فانی ہی سے مطلب اہلِ شام
جانتے تھے شامِ غم کو عیش کی شب اہلِ شام
شور ماتم سنکے اہلِ بیت کا سب اہلِ شام

شادیاں کرتے تھے گھر میں شادماں بیٹھے ہوئے

بے مدد بے فوج و لشکر بے سپاہ و بے خدم
کہہ رہا تھا المدد شوقِ شہادت دمبدم
منکروں کو خوب دکھلائی رہِ تارِ عدم
شاہ اسیر بھی اٹھا دیتے تھے اعدا کے قدم

تیر تن پر دل پہ داغِ دلستان بیٹھے ہوئے

کیا ستم تو نے کیا اے گردشِ لیل و نہار
ای خزاں تو نے اجاڑی باغِ یثرب کی بہار
ای فلک تیرے کلیجے کو ہوئی کیونکر سہار
وادریغا دستِ اعدا بد میں تو ہوا ونکی مہار

اور اونٹوں پر جلیں سب سارباں بیٹھے ہوئے

اوس شہیدِ تشنہ دہر غم کی جاتی تھی خبر
ننھے ننھے بچوں کے ماتم کی جاتی تھی خبر
حالِ زارِ سیدِ عالم کی جاتی تھی خبر
کربلا سے شام تک دم دم کی جاتی تھی خبر

جا بجا تھے ڈاک پر سب خط رساں بیٹھے ہوئے

اس مصیبت میں فلق میں شاہ نے مانگی دعا
حضرتِ ربّ الفلق میں شاہ نے مانگی دعا
ساعتِ مقبول حق میں شاہ نے مانگی دعا
امتِ عاصی کے حق میں شاہ نے مانگی دعا

جانبِ قبلہ زمیں پر نیم جاں بیٹھے ہوئے

لاش حسینِ شاہ کی سب خاک و خوں میں بھر گئی
بے جنازہ بے کفن بے غسل بے چادر گئی
مومنوں کو دل پہ کیسا داغِ حسرت دے گئی
جب مدینے میں شہادت کی خبر اڑ کر گئی

کچھ کھڑے روتے تھے کچھ پیر و جواں بیٹھے ہوئے

وادریغا حسرتا بے ظالموں نے کیا کیا
ایسے مہمانِ مکرم اور سلوک ایسا کیا
تھا جو بدتر از گنہ عذرِ گنہ پیدا کیا
کوفیوں نے خود بلا کر یہہ ستم پیدا کیا

اپنے گھر تھے چین سے شاہِ زماں بیٹھے ہوئے

داد کے خواہاں بھی حضرت اور نہ خوگر آہ کے
صبر سب کچھ سہی گذری جو سر پر شاہ کے
خنجر تھی وہ صبر و تسلیم و رضا کی راہ کے
حلق پر خنجر چلا سبطِ رسول اللہ کے

کھائی ہیں عابد نے غم کی برچھیاں بیٹھے ہوئے

بے نیازی سب سے تھی خالق ہی تھا راز و نیاز
لیتنی کنت معک خیر العجم نعم الحجاز
اور یہ استقلال تھا پہلا ہی سا سوز و گداز
بیٹھے بیٹھے پشت زیں پر ہی پڑھی شہ نے نماز

زخم کاری تھے بہت تا استخواں بیٹھے ہوئے

ابر کے پردے میں ماتم انکا کرتا ہے فلک
نالہ خونیں کی بجلی میں نمایاں ہے جھلک
خلد میں ضو انکی فوارہ ہوئی اک ایک پلک
شاہ کے ماتم میں روئے ہیں بہت حور و ملک

دیکھنا جنّت میں بھی ہونگے بکاں بیٹھے ہوئے

ہند سے ہجرت کرو جلدی چلو جلدی ٹلو
آستانِ سیّد ابرار پر آنکھیں ملو
ایسی کیا گوں شکلِ راسخ سوزِ ہجراں میں جلو
حج زیارت کر چکے اب کربلا کو بھی چلو

داغ مدّت ہو گئی تم کو یہاں بیٹھے ہوئے

ترجیع بند مشعر تہنیت انعقاد دربار دُربار ریاست پٹیالہ

برخیز و بیا کدھر ہے ساقی
رندوں کو سرِ دگر ہے ساقی
مدہوش ہے مست چشم میگوں
یہ سحر ہے یا نظر ہے ساقی
ساقی کی نہ پوچھ چارہ سازی
داروئے دل و جگر ہے ساقی

ہر دل میں بشکل درد پنہاں ہر درد کا چارہ گر ہے ساقی
ہر رنگ میں اک گلِ نو آئین ہر سنگ میں اک شرر ہے ساقی
ہر فصل میں اک بہار نورس ہر نخل میں اک ثمر ہے ساقی
ظاہر ہے کبھی کبھی ہے پنہاں گہ شام کبھی سحر ہے ساقی
دے جام وگرنہ چل بسے ہم قصہ ہی یہہ مختصر ہے ساقی
پٹیالہ میں جشن خسروی ہے گلبانگ اثر خبر ہے ساقی

نزدیک کو دور کو مبارک
یہ ملک حضور کو مبارک

ہر بزم میں جام چل رہا ہے ہر جام میں نشہ ڈھل رہا ہے
برسات ہے میکدہ میں ہر روز توبہ کا قدم پھسل رہا ہے
سبزے کو ملا لباسِ مخمل پوشاک چمن بدل رہا ہے
ہر شاخ نہال ہے چمن میں ہر نخل جہاں میں پھل رہا ہے
پٹیالہ سے ہے یہ فیض جاری ہر بیکس و لنگ پل رہا ہے
گنگا ہو کہ کالکا کہ جمنا دشمن جو بنا وہ جل رہا ہے
ہر نغمہ سے نغمۂ مبارک ہر زخمہ سے جی بہل رہا ہے
مختار رہوے حضورِ عالی ہر تار سے یہ نکل رہا ہے

نزدیک کو دور کو مبارک
یہ ملک حضور کو مبارک

طاؤس ہیں محو رقص بن میں
بلبل ہے نفیر زن چمن میں
مُردے بھی سُنیں جو یہ بشارت
پھولے نہ سمائیں پیرہن میں
پٹیالہ میں ہے جو قدر مردم
پورب میں ہی وہ نہ وہ دکن میں
یہہ کیونکہ نہ ہو حضور عالی
ہیں منتخب زمن۔زمن میں
بے مثل ہیں بے نظیر و مانند
ہر علم میں ہر ہنر میں فن میں
پھر ملک کی باوفا خلافت
ہے دست حسین میں حسن میں
وہ ملک میں ہیں کہ جانیں قوت
یا جان ہے جسطرح بدن میں
کونسل کی ہو مدح کب یہ ممکن
گویا کہ زباں نہیں دہن میں
ہر لفظ سے ہے عیاں یہ نغمہ
معنی یہ نہاں ہیں ہر سخن میں

نزدیک کو دور کو سلامت
یہ ملک حضور کو سلامت

ہاں ملک کی جان ہی وزارت
انصاف کی کان ہے وزارت
مخلوق پہ رحمت مجسّم
اللہ کی شان ہے وزارت
نصرت کی زمام ہے ریاست
دولت کی عنان ہے وزارت
انصاف پہ زنگ لگ رہا تھا
اوسکے لئے سان ہے وزارت
فریاد کرے جو کوئی مظلوم
اوسکے لئے کان ہے وزارت
تعظیم اثر ہے یہ ازل سے
توقیر نشان ہے وزارت
اعدا سے نپوچھہ حال اِسکا
سینوں میں سنان ہے وزارت

صد زینتِ نظم ہے ریاست — صد زیبِ جہان ہے وزارت
کی تھی جو دعا ہوئی وہ مقبول — کیا سیف زبان ہے وزارت

نزدیک کو دور کو مبارک
یہ ملک حضور کو مبارک

مہراج کو یہ حشم مبارک — یہ سیف ہو یہ قلم مبارک
یہ جود و سخا دہش سلامت — یہ بذل و عطا۔ کرم مبارک
احباب کو عمرِ جاودانی — اعدا کو رہِ عدم مبارک
بدخواہ حضور کے ہیں جتنے — گردوں کا اُنہیں ستم مبارک
پینے کے لئے ہوں اشکِ خونیں — کھانے کے لئے ہو سم مبارک
ہر نخل نہال ہے خوشی سے — ہر برگ پہ ہے رقم مبارک
خاموش ہیں گو بسانِ تصویر — کہتے ہیں مگر صنم مبارک
پٹیالہ کی سرزمین ساری — کہتی ہے بہر قدم مبارک

نزدیک کو دور کو مبارک
یہ ملک حضور کو مبارک

مختار ہوئے ہیں اب مہاراج — تا حشر رہے یہ یا خدا۔ راج
غارت ہے جہانسے ظلم و بیداد — اقلیم ستم ہوئی ہے تاراج
رنجیت کا نام لیتے ہو کیوں — بیچارہ نے کی گھڑی کیا راج
سکھوں کے حضور میں شہنشاہ — کیا پائے فروغ غیر کا راج

راجندری راج کے مقابل
راجہ اندر نے کیا کیا راج
تا حشر مبارک آپ کو تخت
تا حشر سلامت آپ کا راج
ہر وقت دعا ہے دل سے راسخ
اللہ کرے رہے سدا راج

نزدیک کو دور کو مبارک
یہ ملک حضور کو مبارک

ترکیب بند بطور مرثیہ مشعر تعزیت وفات عالیجناب والا خطاب نواب مولوی حاجی سید محمد صدیق حسن خان صاحب بہادر مرحوم سابق معتمد المہام ریاست بھوپال

دل وقف حسرت و غم و رنج و محن ہے آج
سینہ جواب خندۂ جیب کفن ہے آج
ہی چشم ماہ دیدۂ یعقوب اندنوں
یوسف پہ جور گرگ سپہر کہن ہے آج
دہرے ہوئے ہیں غم سے بتان جفا پسند
موئے کمر بھی زلف شکن در شکن ہے آج
ہوتا ہی شور یا اسفا بر گمان رعد
چرخ بلند گنبد بیت الحزن ہے آج
لگا دو زمین و شور فلک کے کباب ہیں
ذو جانبین نعرۂ آتش فگن ہے آج
ہی وقف سوز نغمۂ یا حسرتا زبان
تبخالہ زیر ہر لب مرغ چمن ہے آج
خون حسین جلوہ کنان ہی برنگ بو
آشوب دہر ماتم مرگ حسن ہے آج
ماتم کے آج کان ہیں اور یہ حدیث غم
فریاد کی زبان ہی اور یہ سخن ہے آج

تاراج دین کا ہی چمن وا مصیبتا
صدیق سے ملا ہی حسن وا مصیبتا

نالوں کا شور ہی لب زخم دراز سے
تدبیر مرگ پوچھئے اب چارہ ساز سے

زیبا تھا کاسۂ سر دشمن میں خاک ہو
کیسی خطا ہوئی فلک کاسہ باز سے

جن و بشر کو کسکے الم سے جنوں ہوا
کسکی نماز پڑھکے ہیں فارغ نماز سے

ہمسے گناہگار و نکو لیتی ہی کب زمین
ناچار ہیں مگر ہوس ہرزہ تاز سے

مرہون منت و کرم گورکن رہوں
بدلے زمین قبر جو عمر دراز سے

دل زندگی سے سرد ہوے ایسا کہ کیا عجب
کافور برسے گریۂ آہن گداز سے

غمخانۂ بہشت میں ہی کسکی حاضری
کھاتی ہیں نان خشک جو حوریں پیاز سے

تارے ہیں یا سرشک وان ملائکہ
مشکل ہوئی تمیز حقیقت مجاز سے

ماتم ہی مسجدوں میں فغاں ہے کنشت میں
نالے ہیں آسمانوں میں غم ہی بہشت میں

جاتا رہا ہی صبر فغان رسا کے ساتھ
تا سینہ جان آئی ہی جوش بکا کے ساتھ

سر پیٹنے کی حسرتیں ہیں مردہ ہمنشیں
میت میری غسل دے آب بقا کے ساتھ

ملتا نہیں کہیں ملک الموت کا نشاں
عرض نیاز و سم ہی ہر نقش پا کے ساتھ

کتنا ستم ہے جامۂ ہستی نہ چاک ہو
دست جنوں نکو لاگ رہے بس قبا کے ساتھ

مانگی تھی ہمنے موت مگر ای تف درو
تبخالے پڑگئے ہیں لبو پر دعا کے ساتھ

ہیں حاملان نعش سب آمادہ اے اجل
ماتم الم کے ساتھ ہے حسرت جفا کے ساتھ

تابوتِ خلد ہے الٰہی یہ کس کی نعش
طوبیٰ کو نسبتیں ہیں جو نخلِ عزا کے ساتھ

یونس خصال لقمۂ ماہی گور ہو
یوسف جمال اور ہو گرگِ قضا کے ساتھ

نواب نامدار کی رحلت ہزار حیف
دنیا سے آج شرع ہوئی رخصت ہزار حیف

لائے کہاں سے تیری خبر کیا کرے کوئی
اے مرگِ ناگہاں تجھے کوسا کرے کوئی

ہر درد خیر مقدم لبِ ہر شوخ پر دریغ
کیونکر علاجِ مرگ مسیحا کرے کوئی

وہ یوسفِ جہانِ نکوئی وہاں کہاں
تا حق خیالِ خوابِ زلیخا کرے کوئی

بہتی ہے نعش خضر کی آبِ حیات میں
کیا اعتبارِ ہستیٔ دنیا کرے کوئی

آئے مژہ سے خونِ جگر شکلِ موجِ مے
گر آرزوئے خندۂ مینا کرے کوئی

نخلِ عزا کی یاد ہے محشر خرامیاں
کیا خاک یادِ قامتِ زیبا کرے کوئی

گر چاہے زندگی تو لبِ یا مسیح کیوں
ماتم کدہ میں وردِ دریغا کرے کوئی

آہِ فلک خرام ہو یا نالۂ رسا
اُن سے یہ پوچھ آئے بس اتنا کرے کوئی

اے رہ گرائے عالمِ بالا چگونہ
ما بے تو در ملال تو بے ما چگونہ

لب پہ فغانِ حشر ہے دل میں نہاں دریغ
سینہ میں شورِ حیف ہے وردِ زباں دریغ

تحریک ہی نہیں رگِ جانِ مسیح میں
لاؤں کہاں سے چارۂ تسکینِ جاں دریغ

طاعت میں ہے وہ ذوق نہ وہ لطف زہد میں
جاتا رہا وہ کیفِ عبادت کہاں دریغ

گنجینۂ رموز زمیں نے چھپا لیا
رازی کا فخر آج ہے رازِ نہاں دریغ

جو مخمل ودخوابہ پہ مشکل سے سو سکے — وہ اور فرشِ خاک پہ خوابِ گراں دریغ
جو فارسِ سمندِ قیامت خرام ہو — وہ ہو بدوشِ غمزدۂ حاملاں دریغ
بدعت کی روح سلب ہوئی جسکے وقار سے — وہ پر شکوہ وصدمۂ نزعِ رواں دریغ
گردوں جھکائے جسکے نشانِ قدم پہ سر — زیرِ زمیں وہ مرکے ہوئے یوں بے نشان دریغ

چمکائے جو نصیبوں کو اُسپر کفن پڑے
پہنائے جو غریبوں کو اُسپر کفن پڑے

کعبے کا قصد حضرتِ زاہد سفر نہ ہو — مریے وہاں کہیں کہ کسی کو خبر نہ ہو
کاہکو بانگِ مرغِ سحر کوسِ شام تھی — ابرِ سیہ میں رعد کہیں نوحہ گر نہ ہو
ڈرتے ہیں چارہ ساز بھی صورتکو دیکھکر — طفلِ دلِ حزیں کو الٰہی نظر نہ ہو
سامانِ خواب ہو ملک الموت کے لئے — کیا بات ہی کہ قصۂ غم مختصر نہ ہو
ہی ابتو اپنے مرگ کی تدبیر خود کُشی — شرمندۂ قبول دعائے سحر نہ ہو
چاہینگے زندگی کو اب اے انقلابِ دہر — اللہ کرے ہماری دعا میں اثر نہ ہو
پھر نیکو راستے سے ہے آئی ہوئی قضا — غمخوار اذنِ عام مری نعش پر نہ ہو
لیلی کی زلف کیوں نہ پریشاں ہو ہمنشیں — تصویرِ قیس رنج سے کیوں جامہ در نہ ہو

خمخانۂ سخا کا وہ ساقی نہیں رہا
اب لطف کچھہ حیات کا باقی نہیں رہا

نوّاب ہی کے دم سے تھی شہرت حدیث کی — جاتی رہی جہان سے دولت حدیث کی
خود بھی حسن اور اُنکی حدیثیں بھی سب حسن — خود نام کر رہا ہی صداقت حدیث کی

انکی وفاتِ مرگِ بخاری سی کم نہیں — گویا جہاں سے ہوگئی رحلت حدیث کی
مرحوم کے ہو نورِ نظر کی دراز عمر — ایکا شکے علی سے ہو خدمت حدیث کی
جائیں جو خاکِ تربتِ نواب اہلِ شوق — آجائے پھر زبان پہ لذت حدیث کی
نو مسلموں کو آپنے مسلم بنا دیا — کس شان سے ہوئی تھی اشاعت حدیث کی
جاتا رہا زمانہ سے وارث حدیث کا — کچھ بڑھ کے ہی یتیم سے حالت حدیث کی
بیکس کا اب جہاں میں سہارا نہیں رہا — یارب کریگا کون حمایت حدیث کی

ہے ہے وہ سروِ باغِ شریعت کہاں ہے اب
راسخ وہ خیرِ امت و ملت کہاں ہے اب

قطعہ مشتمل بر حالتِ موجودہ اسلام و اہلِ اسلام

یاد آیا میکہ اسلامی حمیت کا تھا جوش — متفق مجموعۂ عالم کی طاقت ہم میں تھی
تھے کبھی ہم وہ کہ نقدِ دیں سے مالا مال تھے — تھے کبھی ہم وہ کہ اک دنیا کی دولت ہم میں تھی
ہم شتربان تھے مگر ہرگز شتر کینہ نہ تھے — شیر ہو کر بھیڑ کی سی ساری خصلت ہم میں تھی
خادمی سی ہوگئے تھے ہم وہ مخدومِ جہاں — منصبوں میں سے غیر ممتاز خدمت ہم میں تھی
ہم وہ کمل پوش تھے دیبا تھا جنکا غاشیہ — عیش کیسا عادتِ کم خواب راحت ہم میں تھی
ہم حجازی نیزبان تھے ہم تھے رومی مرزبان — تیغِ ہندی ہم میں تھی مصری حکومت ہم میں تھی
دستِ بستہ جسکو کہتے ہیں کنیزک یا غلام — وہ ہمارا بخت تابان تھا وہ دولت ہم میں تھی
حیدری حملوں سے جنکے کانپتی تھی سب زمیں — ہم وہ بندے تھے کہ فاروقی شجاعت ہم میں تھی

تھے کبھی ہم موجبِ رشکِ عالم کے لئے — جو دِ حاتم ہم میں تھا لقمان کی حکمت ہم میں تھی
ہم وہ دولتمند تھے الفقر فخری جنکا گنج — ہم وہ رشکِ شاہ مفلس تھے قناعت ہم میں تھی
ہم وہ غیرتمند تھے رہتے تھے بھوکے تین دن — غیر سے کب مانگ کر کھانے کی عادت ہم میں تھی
امرِ معروف اوسکا پیشہ تھی منکر اُسکا قول — کہتے ہیں خیر الامم جسکو وہ اُمت ہم میں تھی

سچ تو یہ ہے حضرتِ راسخ وہ حالت اب کہاں
خواب سا دیکھا تھا یہ ہمنے کہ عزت ہم میں تھی

قطعہ مشتمل بر نصیحت اہلِ ہند بطور تضمین

ہند سے مینے ایک دن پوچھا — کسکے غم میں ہے تیرا کالا رنگ
کب سے تیرا نیام ہے خالی — تیغِ ہندی کو کھا گیا ہے زنگ
خوابِ غفلت سے اُٹھ خدا کے لئے — قافلے پہنچے ہیں کئی فرسنگ
ہائے کبتک یہ ذوقِ ساغر و مے — ہائے کبتک یہ شوقِ بربط و چنگ
اپنی بےعلمیوں سے ہے مفلس — بے کمالی سے اپنی ہے دلتنگ
عمر ہفتاد سے ہوئی ہشتاد — اور طفلانہ تیرے سارے ڈھنگ
بے نشاں تو ہی کیا یہی ہے نام — تن برہنہ ہے کیا یہی ہے ننگ
ہے ترے پیرہن میں ستر جوڑ — کیا یہی ہے زمانہ کا نیرنگ
حیف اس تیری فاقہ مستی پر — نہ ملا جامِ مے تو ساغرِ بنگ
دشمنوں سے سلوک کیا معنی — دوستوں سے ٹھنی ہوئی ہے جنگ

مانگے تانگے کی چیز پر شیخی
ہے لفافہ جناب کا بیرنگ

ساری باتیں یہ سنکے کہنے لگا
ہند - کہتے ہیں جسکو لوگ بھچنگ

باسیہ دل چہ سود گفتن وعظ
نرود میخ آہنی در سنگ

قطعہ مشتمل بر تہنیت تشریف آوری حضور صاحب گورنر جنرل بہادر بالقابہ در ریاست پٹیالہ

قدومِ بادِ بہاری سے سبز ہیں جنگل
فیوضِ رحمتِ باری سے بھر گئے جل تھل

صنم پرست ہیں عشاق کیوں نہ پوجینگے
کہ سرو سے بھی کئی ہاتھ بڑھ گیا ہیل

گھٹائیں جھومتی پھرنے لگیں مسرت سے
سیاہ مستیو نکا ہے فلک پہ دل بادل

نسیمِ صبح کی رفتار کیا قیامت ہے
صبا کی چال سے کہتا ہے دم بدم مجھی بیچل

چمن میں پھولونکی بو کا عجیب ہے عالم
کہ شاخ شاخ مغیلاں ہے غیرتِ صندل

عجیب شان ہے شبنم نے جڑ دیے موتی
بچھایا سبزہ نے فرشِ مکلف مخمل

لبھا رہی ہیں دلوں کو پپیہونکی تانیں
کیا ہے زمزمہ عندلیب نے بیکل

ورق ورق ہے جلا جل زماں جو گلشن میں
تو نخل نخل بجا نیکو ہے خوشی سے بغل

کہاں ہیں حضرتِ پیر مغاں چلے ساغر
کدہر ہے ساقیِ عیسیٰ نفس کھلی بوتل

ڈبو ڈبو کے کھلادے کباب صہبا میں
چھڑک چھڑک کے گزک میں پلادے گنگا جل

عروسِ عیش نے پائی ہے صورتِ زیبا
ہوئی ہے تازہ مسرت غمِ کہن کا بدل

نہ کیوں ہو دل کو مسرت کہ جشنِ پٹیالہ
رہے گا تا سرِ محشر جہاں میں ضرب مثل

یہ جشن باعثِ صد غیرتِ شہانِ سلف
یہ بزم موجبِ صد رشکِ سنجر و طغرل

فلک کاب فریدوں فر و سکندر در
کہ جسکے عہد میں سکہ چلا ہی سر کے بل

تری نظیر بنائینگے مہر و ماہ کبھی
ہزار سال بھی ڈھونڈینگے لیکر مشعل

وہ کون کانِ وفا جانِ علم و شانِ کمال
وہ کون عینِ مروّت جہانِ علم و عمل

وہ کون حضرتِ راسخ بتائیے ہم کو
وہ کون کہتے ہیں جس کو گورنرِ جنرل

نامۂ شوق کہ بسمتِ جیپور فرستادہ شد

مظہرِ لطف و معدنِ خوبی
مصدرِ رحم و مخزنِ خوبی

جانِ عشاق نور دیدۂ ظلم
غیرتِ خنجرِ کشیدۂ ظلم

مایۂ ہر فریب و ہر شوخی
سر بسر ناز و سر بسر شوخی

بندگی فرض جانتا ہوں میں
جان تسلیم کر چکا ہوں میں

بعد عرضِ سلام شوقِ نیاز
دست در گردنست طوقِ نیاز

حالتِ دل فغاں سے سن لیجے
لبِ زخمِ نہاں سے سن لیجے

صدمے کبتک سہا کرے کوئی
مر نہ جائے تو کیا کرے کوئی

تم نے مدت سے خط نہیں بھیجا
نامۂ غم غلط نہیں بھیجا

کوئی پیغام بر نہیں ملتا
یا پیمبر کو گھر نہیں ملتا

چپکے بیٹھے ہوئے ہو کیا معنی ‌ ‌ گھنّی سادھے ہوئے ہو کیا معنی

کہیئے صاحب مزاج کیسا ہے ‌ ‌ کل تو اچھا تھا آج کیسا ہے

تمنے دنیا سے کھو دیا مجکو ‌ ‌ بحرِ غم میں ڈبو دیا مجکو

بحر وہ شر بات ہی جسکا ‌ ‌ موت کا گھاٹ گھاٹ ہے جسکا

رشکِ عنقا کنارہ ہے جسکا ‌ ‌ وار جسکا نہ پار ہے جسکا

کوئی بیتاب کیا کہے ظالم ‌ ‌ خوش رہے تو جہاں ہے ظالم

کیا سنا مجھپہ کیا گذرتی ہے ‌ ‌ تو بتا تجھپہ کیا گذرتی ہے

دوست سے نبھ رہی ہے اب کیسی ‌ ‌ دشمنوں پر بنی ہے اب کیسی

عشق کی بیقراریاں لکھو ‌ ‌ عقل کی ہرزہ کاریاں لکھو

کس سے ملتے ہو کسپہ مرتے ہو ‌ ‌ جان دیتے ہو کام کرتے ہو

دونو باتیں ہیں تم میں لاؤ تو ہاتھ ‌ ‌ دلربائی ہے دلبری کے ساتھ

پہلے خط میں تمھارے تھا تحریر ‌ ‌ جون میں ہم ملینگے بے تاخیر

ہو چکا جون ہو گیا ہے جنون ‌ ‌ تازہ وحشت بدل رہی ہے جون

کیا کہوں ہو گیا ہے حالِ دگر ‌ ‌ جون نے کر دیا ہے خونِ جگر

کب چھری جان پر نہیں چلتی ‌ ‌ جوں ترے کان پر نہیں چلتی

کششِ دل سے جب ملینگے آپ ‌ ‌ دیکھنا بے طلب ملینگے آپ

کیا لکھوں حال تمسے ڈرتا ہوں ‌ ‌ تمسے ڈرتا ہوں تمپہ مرتا ہوں

بیقراری سے ہوں مگر مجبور ‌ ‌ شرحِ رنج و الم ہے کچھ مسطور

تیری فرقت میں اشک پیتا ہوں
ٹھوکریں قند کھا کے جیتا ہوں

سانپ سا لوٹتا ہے سینے پر
موت قربان ایسے جینے پر

دنکو ہے بیقراریوں سے کام
شب کو اختر شماریوں سے کام

خاطرِ دردمند سے مطلب
دلِ آفت پسند سے مطلب

دردِ پہلو نصیب سے ہے غرض
جانِ رخصت قریب سے ہی غرض

ضعف سے جی نڈھال ہے ابتو
لکھنا پڑھنا محال ہے ابتو

سامنے رہتی ہے ربِّ قدیر
صورتِ عشق یا تری تصویر

تیری صورت سے رہتی ہیں باتیں
کس محبت سے رہتی ہیں باتیں

جان رو رو کے غم میں کھوتا ہوں
سخت جانی کی جانکو روتا ہوں

کاسۂ زندگی نہیں بھرتا
جاں بلب ہوں مگر نہیں مرتا

جینے دیتا نہیں جو مجکو ملال
مرنے دیتی نہیں امیدِ وصال

قادرِ ذوالجلال کچھ تو ہو
وصل ہو یا وصال کچھ تو ہو

روز کا قضیہ ایکدا جائے
تم نہ آؤ تو موت آجائے

آخری عرض ہی اگر ہو قبول
رحم بر بندۂ نزار و ملول

ایک دو دن کو مصطفا کی لئے
دہلی آجائیے خدا کے لئے

بیوفائی کو کچھ تو کم کیجے
میرے گھر آئیے کرم کیجے

قدمِ آں بتِ وفا گستر
میری آنکھوں پہ ہوں مرے سر پر

کیا عجب ہے سماں بدل جائے
تجھے میں مجھے تو بہل جائے

آرزو ہے کہ ای بُت خودکام — میں ہوں اور تو ہو اور خدا کا نام
یہ نہ ہو تو مجھے بلا لیجے — جان سے جانیکو ہوں آ لیجے
آئیے یا بلائیے مجھکو — کوئی رستہ بتائیے مجھکو
یہ بھی منظور گر نہیں تجھکو — اپنے ہاتوں سے کھوئیگا مجھکو
پھانس دلکی کھٹک کے نکلے گی — جانِ مضطر پھڑک کے نکلے گی
کفِ حسرت ملوگے بعد جفا — یاد آئے گی تمکو میری وفا
پھر مرے دلسے آہ نکلی ہے — جاں نکلنے کی راہ نکلی ہے
ہوگئی مجھہ پہ پھر غشی طاری — بیخودی کی پھر آئی ہے باری
پھر کلیجے کو کوئی ملتا ہے — جان جاتی ہے دم نکلتا ہے
پھر مجھے آج جاں کنی سی ہے — ہاتوں پانوں میں سُن سُنی سی ہے
وہ چلی جان پھر وہ دم ٹوٹا — پھر مرے ہاتھ سے قلم چھوٹا
لکھنے پڑھنے کا پھر نہیں ہے ہوش — شکل تصویر پھر ہوں میں خاموش
چشم براہ حلقہ بر در ہے — دلِ بیتاب فتنہ در بر ہے
پھر وہی میں وہی فغاں میری — کون سُنتا ہی داستاں میری
پھر وہی بیقراریاں ہے ہے — پھر وہی ہرزہ کاریاں ہے ہے
پھر وہی میں وہی تمہاری یاد — پھر وہی میں وہی دلِ ناشاد

راقمِ نامہ بندۂ ناکام
عاشقِ بدنصیب راسخ نام

قصیدہ مشتمل بر مدح عالیجناب والا خطاب درۃ التاج جاہ و جلال مہر سپہر دولت و اقبال حضور لامع النور حضرت نواب محمد ممتاز علیخان صاحب بہادر بالقابہ مستقل جنگ والی ریاست دوجانہ۔ دام اقبالہ و زاد اجلالہ

کشتی مے ہو ساقیا جاری — بحر رحمت ہی شان غفاری
سوجھتی ہے سیاہ مستونکو — شب مہتاب میں سیہ کاری
چاہیے ہے وہ شاہد رعنا — ختم جس پر ہوں خوبیاں ساری
میٹھی میٹھی ہوں جسکی سب باتیں — جنسے قند و نبات ہو کھاری
کچھہ کھلے بند کچھہ چھپا ہوئے — جوش مستی و عین ہشیاری
ہات میں جام جام میں وہ مل — جسسے حاصل نشے کو سرشاری
نانے دے مجھے وہ مے جس سے — روح ساری کو کیف ہو طاری
ہاے آئی بہار گلشن میں — شکر صد شکر حضرت باری
تہنیت گوئے زندگی ہو ہمیں — زندگی کی ہی ہر گھڑی پیاری
سچ تو یہ ہے کہ عمر کا ہر دن — ایک گذرا ہزار پر بھاری
چین دن کو نہ رات کو آرام — شام کو نالے صبح کو زاری
میں سفر میں ہوں وقت گرد سفر — اور گھر میں ہوں صرف بیماری
کچھہ ملال حوادث دوراں — کچھہ غم مفلسی و ناداری

فکرِ اہل و عیال نے مارا — کر گئی کام اپنا بیکاری
جبرِ قسمت پہ اختیار ہے کیا — چارہ سازی ہی وقفِ ناچاری
فکر و غم یاس و رنج نے کھینچی — اک مصیبت کی چار دیواری
یاری دیتے نہیں نصیب اپنے — بخت کرتا نہیں مددگاری
کھاتے کھاتے بگڑ گیا ہے منہ — دال یا مولیونکی ترکاری
اور اس پر شرارِ سوزِ دروں — ڈالے جاتا ہی پھس میں چنگاری
ایسے صدمو نپہ موت کا وعدہ — وعدۂ شاہدانِ بازاری
مرنا جینا محال ہے یارب — ایک ہیں دو طرح کی دشواری
چارہ گر احتراز کا قائل — اور مرنے کی مجکو بیماری
ہات کس کس کے آگے پھیلاؤں — سخت بدنام ہے طلبگاری
پانو راہِ طلب میں سوج گئے — کس بلا کی چڑھی ہی تیاری
ناتوان و نحیف ہوں لیکن — نظم یا نثر سے نہیں عاری
اسپِ لاغر میاں بکار آید — روزِ میداں نہ گاؤ پرواری
چرخ کا شکوہ کیوں کروں کیا گوں — ملگئی غیب سے مجھے یاری
مدح گوئے حضور والا ہوں — اُف رے یہ بخت کی مددگاری
عرض کرتا ہوں مطلعِ دیگر — لذت افزائے شہد گفتاری

باغِ عالم میں رحمتِ باری — کوثر من نعیمہ الجاری
پھر لگاتا ہے مرہم زنگار — زخمِ ہر گل پہ چرخِ زنگاری

گلشنِ دہر - پھر ہی بوقلموں ۔۔۔ کلکِ قدرت نئے کی ہے گلکاری
رشکِ رفتارِ ناقۂ لیلے ۔۔۔ کالی کالی گھٹائیں ہیں ساری
ابر نے سی دیا ہی چھینٹوں سے ۔۔۔ ملبسِ اخضر و گلناری
جبر میں بھی ہے مغفرت پنہاں ۔۔۔ جبرِ نقصاں ہی شانِ غفاری
کہئے سبزہ کو کیونکہ خوابیدہ ۔۔۔ ذکرِ حق ہے ہی جسکو بیداری
ٹہنی ٹہنی کا شغل - یا معطی ۔۔۔ پتے پتے کا ورد - یا باری
کُلُّ شَیْءٍ بِاَفْصَحِ الْمَقَالِ ۔۔۔ یُسَبِّحُ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ
ہے بشر میں صفاتِ حق کا ظہور ۔۔۔ نیک نامی و نیک اطواری
آج ہے آپ کا ثنا گستر ۔۔۔ غیرتِ انوری و مختاری
آج تو ہے وہ مہر ذرہ نواز ۔۔۔ جس سے روشن ہوئی شب تاری
فردِ کامل - بمعنئے مطلق ۔۔۔ مہر رخشاں ز سبع سیاری
تیری تنویر گر نہو - تو نور ۔۔۔ پتلیوں کو کبھی ندے یاری

ق

تیری شمشیر کے تصور سے ۔۔۔ تیرے دشمن کو ہو یہ بیماری
خوف باطن سے دم رکے ہر دم ۔۔۔ زخمِ پنہاں سے خون ہو جاری
اس سے کیونکہ کٹے نہ دشمنِ دیں ۔۔۔ کند ہو کر بھی جو بنے جاری

ق

تیرے پتلی کمر کے وہ گھوڑے ۔۔۔ ختم جن پہ ہے برق رفتاری
قوتِ مردمانِ دیدۂ دل ۔۔۔ غیرتِ آہوانِ تاتاری
موجِ دریا ہیں فکرِ شاعر ہیں ۔۔۔ کہہ رہی ہے یہ اونکی تیاری

اک اشارہ میں پھاند جائینگے — ربع مسکوں کی چار دیواری
کہدو حاتم سے ہٹ پرے در گور — ہے یہ جودِ حضور کی باری
جسکے ہاتونکی سب لکیر فرینے — چشمۂ فیض ہے کہ ہے جاری
نام جس کا ہوا زمانے میں — کام جس کا رہا گہر باری
جودُہٗ کالصّبا بہ بُستانِ — کفُّہٗ کالسّما بجدٔ رارِی
تیری ہمت کے سامنے حاتم — سیکے ہلدی بنا تھا پنساری
کوئی نادار ہے تو اب افلاس — کوئی مفلس ہے اب تو ناداری
گنگ ہے کب زبانِ حرصِ سوال — بند ہے اب لبِ طلبگاری
تیرے رتبہ کو کب کوئی پہنچا — جس کی دنیا ہے عین دینداری
صُلحا کی نیاز مندی ہے — علما کی ہے ناز برداری
تیرے نفع متاعِ عقبی ہیں — فقرا کی ہے گرم بازاری
چرخ ہر لحظہ تیرا فرماں بر — جاہ ہر وقت تیرا درباری
لونڈیاں دونو دولت و حشمت — بخت و اقبال دونو بیگاری
مرتبوں میں ترے ترقی ہو — اور تائیدِ غیب سے یاری
عمر و دولت بڑھے سخا کی ساتھ — اَلشّیخُ خیرٌ باَعمارِی
دشمنوں کو ترے نصیب رہے — رشک سے تیرے گریہ و زاری

ہا۔ فادعوا لہٗ انا راسخ
اِستجب ربّنا باسحارِی

سہرے

رخ زیبا پہ مبارک ہو پھبن کا سہرا
ہے ترے سر پہ سعادات زمن کا سہرا

بار نظارۂ مردم سے جھکا جاتا ہے
پھولوں ہلکا ہے مگر ہے کئی من کا سہرا

روئے نوشاہ پہ زرتار ہے سہرا اے چرخ
یا یہ خورشید کے منہ پہ ہے کرن کا سہرا

الفت عارض گلرنگ کو چھوڑے کیونکر
جان بلبل ہے مرے رشک چمن کا سہرا

حور و غلماں کا اگر بزم طرب میں ہو گزر
سہرا دولہ کا یہ گوندھیں وہ دلہن کا سہرا

تو نے دیکھا ہے تو اے چرخ دکھا دے ہم کو
ایسے جوبن کا کہیں ایسی پھبن کا سہرا

فکر رنگیں نے کھلائے ہیں وہ گل اے راسخ
ہے یہ سہرا سر ارباب سخن کا سہرا

ہے ترے عارض گلرنگ پہ مائل سہرا
دل عشاق ہے یا جان عنادل سہرا

عکس عارض سے گل لالہ ہے غنچہ غنچہ
رخ رنگیں سے ترے حسن کا بسمل سہرا

کہکشاں بدھی ہے تیری تو شفق ہے مہندی
طرہ ہے عقد ثریا سہ کامل سہرا

کیا ہی تضمین ہے وہاں منہ پہ دلہن کے ہے تو یہاں
مصرع زلف پریشاں کا مقابل سہرا

جذب عشاق کا رشتہ ہے ترے سہرے کو
کھینچے لیتا ہے دل دیدۂ محفل سہرا

پئے چشم بد کے لیے تار نگاہ مردم
جمع ہو ہو کے بنا سہرے کا حائل سہرا

لب معشوق ہیں پھولوں کی کلیاں راسخ
بوئے ہر گل ہے پری حور شمائل سہرا

ہو مبارک تجھے ای رونقِ گلشن سہرا
چہرہ سہرے کی پھبن چہرے کا جوبن سہرا

چشمِ بد سے ہے محفوظ بہارِ عارض
بن گیا رخ پہ ترے نور کی چلمن سہرا

پھول جس باغ کے سہرے میں ہیں وہ باغ ہے خلد
غیرتِ حور ہے لائی ہے جو مالن سہرا

حسرتِ دید ہی مشتاق نگاہوں کو یہاں
ہو گیا رخ پہ وہاں شرم کا دامن سہرا

چشمِ دانا میں نہیں سہرے کی کلیاں سر گرما
بلکہ جپتا ہے ترے حسن کی سمرن سہرا

چشمِ بد دور تری آنکھ کی اللہ رے شرم
خود حیا سے ہی جھکائے ہوئے گردن سہرا

اُسپہ عاشق ہیں نگہ باز ہیں راسخ ہیں ہم
دیکھ لینگے نہ دکھائے رخِ روشن سہرا

قطعۂ تاریخ حصول اختیارات مہاراجہ صاحب بہادر والی پٹیالہ

قلم ہے شاخِ گل و صفحہ عارضِ خوباں
مے سرور سے شنجرف ہی سیاہی آج

ہوئی ہی پیرِ مغاں کی مرید پھر توبہ
گناہ گار میں شامل ہے بے گناہی آج

نموئے سبزہ و جوشِ بہار ہے یہ شیخ
کہ رنگِ ریشِ مقدس ہے سبز کاہی آج

یہ انقلاب ہے اچھا کہ ہی مسرت بخش
الٹ پلٹ کے اوامر ہوئے نواہی آج

زمین و چرخ پہ بیٹھا سرور کا سکہ
جبین ماہ ہے ہم رنگِ پشتِ ماہی آج

نشاط بخش ہے ایسی ہوائے پٹیالہ
کہ ہم عنان گورنر ہی ہر سپاہی آج

سنائی فکر نے راسخ یہ عیسوی تاریخ
سر کھینور۔ مبارک یہ بادشاہی آج
۱۸ ۶ ۸۹

قطعۂ تاریخ رہائی یافتن شیخ مہر علی صاحب رئیس گورداسپور پنجاب

ہو گئے تم بری سلامت باد | یہ نئی زندگی مبارک ہو
ساغرِ بادۂ مسرتِ دل | پی گئے شیخ جی مبارک ہو
پھانسی کھائے رقیب حسرت سے | غیر کو خودکشی مبارک ہو
جسمیں چھوٹے سلامتی کے ساتھ | حبیب ہو وہ گھڑی مبارک ہو
تا قیامت رہو سلامت تم | مخلصی کی خوشی مبارک ہو
دشمنوں کو نصیب بغض عمر | ہم کو مہر علی مبارک ہو

سنیئے راسخ سے مصرع تاریخ
مہر یہ مخلصی مبارک ہو
۱۳۰۱ھ

قطعۂ تاریخ تخمیس پند نامہ عرف کریما مصنفہ سید فضل حسن صاحب فضل

بتوفیق ایزد داد ار عالم | کہ در دریائے دل دُر آفریدہ
نوشتہ فضل تخمیسے نفیسے | کہ خطے بر خطِ خوباں کشیدہ
تخمیسے مخمس بر کریما | برنگِ پنجۂ مرجاں بدیدہ
جزاک اللہ اے رشک ابوالفضل | ترا دیدہ و سعدی را شنیدہ

ز راسخ بشنو ایں تاریخ طبعش
حواسِ خمسۂ حکمت دمیدہ
۱۳۱۱ھ

بیتاب ہوں بیقرار و مضطر ہوں میں | برگشتہ نصیب ہوں بد اختر ہوں میں
دیتی ہے زمین مجکو دکھے راسخ | ہوں خاک مگر خاک کو دو بھر ہوں میں

تقریظ عربی منظوم از اعجاز افادات و تبرکات مخدومی حضرت ایشان مدظلہ العالی

کتابٌ فی سرائرہٖ سُرُورٌ — و ناظرہٗ من الاحزان ناجٍ
فکم معنیً بدیعٍ تحت لفظٍ — ھُناک تزاوجا ای ازدواجٍ
کراحٍ فی زجاجٍ او کروحٍ — سرت فی جسمٍ معتدل المزاجٍ

تقریظ شاعر ذی شعور محسود شعرائے آفاق عزیزم حافظ محمد اسحٰق صاحب شیدا

تو مبارک ہو اُس کا روشن ہے — نام عالم میں جسکا روشن ہے
اک ہوا بندھ گئی زمانے میں — کیا ذرا سے قلم اُٹھانے میں
کیوں نہ بازی جہاں میں لیجائے — نئے مضموں جو عرش سے لائے
واہ رے باکمال کیا کہنا — اُف رے تیرا خیال کیا کہنا
جسکو ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں — سامنے جسکے کھبت رہتے ہیں
کس کے ایجاد کا یہ چرچا ہے — یہ نیا رنگ کس نے برتا ہے
کس کا علم و کمال ظاہر ہے — آج راسخ سا کوئی شاعر ہے
ایک تو۔ اور پھری خدائی ہے — کیا طبیعت بلا کی پائی ہے
تو نے مضمون زبان میں باندھے — کوئی ایسے جہان میں باندھے ؟
عالمانہ خیال ہے تیرا — معجزہ ہے۔ کمال ہی تیرا
بھر دیئے کوٹ کوٹ کر مضموں — جو سنے تھے نہ عمر بھر مضموں
عاشقانہ کلام کی حالت — سونے میں ہے سہاگے کی صورت
شعر کا رتبہ تیرے دم سے بڑھا — چاند جس طرح چودھویں کا چڑھا

آج دیوان چھپ کے نکلا ہے
سحر ہیں شعر - بحر - دریا ہے

عاشقوں کے لئے ہے عید کا دن
مہر خوں کے لئے ہے دید کا دن

اچھے اچھوں نے اسکو مانا ہے
بچے بچے نے اس کو جانا ہے

دل کو لگتا ہوا ہے ایک اک شعر
اشرفی توے کا ہے ایک اک شعر

یہ مضامین - یہ زباں تیری
اللہ اللہ شوخیاں تیری

ایسا دیواں زمانیاں تو لکھیں
دوسرے کے فرشتے خاں تو لکھیں

جو مضامیں بڑے بڑے ہیں آج
ناخنوں میں ترے پڑے ہیں آج

غیر مانے نہ اوپری دل سے
ہمیں کیا کام ایسے جاہل سے

شرط انصاف کی جہانتک ہے
تیری اُستادیوں میں کیا شک ہے

جس میں تونے قلم اُٹھایا ہے
ایک ایجاد کر دکھایا ہے

ایک ہندوستان میں تو ہے
بلکہ سارے جہاں میں تو ہے

تونے اگلوں کو بھی بھلایا ہے
آفریں - کیا دماغ پایا ہے

حمدِ خالق میں تونے کی تجدید
ہوگیا عام جلوۂ توحید

ہو کا عالم دکھا دیا تونے
صاف پردہ اُٹھا دیا تونے

نعت صد مرحبا کے قابل ہے
واہ صلّ علےٰ کے قابل ہے

زلف کس کس طرح سے باندھی ہے
شبِ دیجور کالی آندھی ہے

فیض اس سے گھٹائیں لیتے ہیں
یا بلائیں - بلائیں لیتے ہیں

تیری باندھی ہوئی جو چینیں ہیں
لوحِ محفوظ کی وہ سطریں ہیں

کیسا کیسا بھووں کو تانا ہے — انتہا ہے - کوئی ٹھکانا ہے
تیغ - تلوار - خنجرِ برّاں — بازی لیجائے ان سے کیا امکاں
طعنہ زن ہوں غزال پر آنکھیں — آنکھیں دیکھو جو کھول کر آنکھیں
خال کو باندھتے ہیں شاعر اور — ایسا دیکھا نہیں مگر تل - طور
لکھے دیکھے جو ایسے رخسارے — سامنے کیا شفق ہو انگارے
جس دہن کو بتائے تو چھوٹا — ہے وہ گویا مگر نہیں گویا
ٹھوڑی سے تارے کو دلائی ہے — رونمائی سے رونمائی ہے
تذکرہ چھڑ گیا جو گردن کا — شیشئہ مے کا ڈھل گیا منکا
کہیں خنجر نظر کو باندھا ہے — کہیں عنقا کمر کو باندھا ہے
ایسی رانیں جو آئینہ دیکھے — مُنہ کی کھائے - خجل ہو - مُنہ پھیرے
چال وہ چال کرنے والی ہے — فتنے پامال کرنے والی ہے
الغرض تونے جو ادا باندھی — انتہا کی بھی انتہا باندھی
ڈھنگ کچھ تونے وہ کیا پیدا — میں بھی شیدا جہان بھی شیدا

تقریظ نکتہ آموز ہر بلیغ و فصیح جناب ڈاکٹر مولوی محمد اسمعیل خانصاحب ذبیح دہلوی

اے آنکہ سخن طرازیت را — شایانست پرِ عقابِ طرّار
بر اوج بلاغ طائرِ فکر — پرّانست چو بازِ تیز منقار
تو حافظِ وقت و سعدیِ عہد — جامیِ زماں بہ نغز گفتار
در نثر تو صد ہزار رمزست — در نظم تو بے شمار اسرار

در صنع بدایع و صنایع	بانہج شگرف واد اظہار
ہر شعر بری ز سقم شعری	نے حشو و نہ زاید و نہ اضمار

فصاحت آرائے فصیح زباناں - بلاغت پیرائے بلیغ بیاناں - غیرت دہ کلامِ آتش
ناسخ مولانا مولوی حافظ محمد عبد الرحمن صاحب راسخ - دہلوی خلف الرشید مولانا سید
بشیر و نذیر حضرت جناب مولانا مولوی محمد حسین صاحب فقیر - کہ جنکے زور قلم اور شور رقم
کا ہر چہار دانگ عالم میں غوغا تھا - چرچا تھا - الحمد للہ انکا دیوان اول لاجواب بمصداق
ان ہذا لشئے عجاب موسومہ بہ ارمغان جدید - بحسن اہتمام و صوابدید جناب منشی
میرزا محمد عبد الغفار بیگ صاحب کے مطبع افضل المطابع دہلی سے طبع ہوکر رونق دہ
بزم سخنوران جہاں ہوا - سخنوروں پر احسان بیکراں ہوا - سبحان اللہ یہ وہ خزینہ
بلاغت ہے کہ دماغ غالب جسکا امین تھا - ماشاء اللہ یہ وہ دفینۂ فصاحت ہے
کہ دل ذوق و مومن جسکا گوشہ گزین تھا - زمین بحور ہمپایۂ بحر معلق و ہمرتبۂ
عرش بریں صفحہ ورق ابت جبین کی پرافشاں جبیں مضامین ادق صورت سیرت
حسین دل نشین حرف حرف دائرہ پذیر قاف زمین - لفظ لفظ گرد گیر مشک ناف
چین - لفظ لفظ قطرہ کش عرق ناف عنبرین بویان جمین - سطر سطر دام کش موباف
مشکیں مویان ختن - مصرع مصرع تحریر کش قشقہ پیشانی معشوق سادہ لوح ہندی نژاد
شعر شعر تصویر کش نقشہ ابروئے پیوستہ پریزاد - استعارات پاکیزہ کنایات شکل
عروس دوشیزہ - حالات خیالات وہ کہ بیدل ہوتا تو قتیل ہوتا کیفیت حالات
وہ کہ درد ہوتا تو ذبیح بنتا - آئینہ رخسار شاہد سخن گنجینۂ دُرر مضامین نو ایجاد

اردو داں کا اتالیق لئیق۔ اہل زبان کا شفیق رفیق۔ ہمارے دوست مصنف نے کیا طبیعت پائی ہے۔ کہ ہر اصناف سخن پر قادر ہے۔ جو کلام ہے عجیب ہے نادر ہے کلیم کا رنگ سنے ہر بیاض ورق میں یدبیضا کا ڈھنگ دکھایا ہے۔ سحر ساز ڈھنگ نے ہر سواد سطر میں سامری کا رنگ جمایا ہے۔ شیرینی زبان عجب ہے۔ نمکینی بیان غضب سچ ہے ایسے ہی شخص کو دعوی اوستادی زیبا ہے۔ کہ جس کے فقرہ فقرہ پر ہر کس وناکس شیدا ہے۔ ذٰلِکَ فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ واللہ ذو الفضل العظیم

تقریظ نتیجہ طبع ظریف و متین حضرت مولانا مولوی قاضی محمد مبین صاحب بدایونی ہمشیرہ زادہ قاضی عبدالرحمن صاحب تشنہ

صبح نوروز حسیناں ہے آج	نور چھن چھن کے نمایاں ہے آج
جلوہ گل میں نیا رنگ ہے آج	طوطی نغمہ سرا دنگ ہے آج
آہ کی درد فروشی ہے آج	لب نالاں پہ خموشی ہے آج
شمع فرقت تہ دامن ہے آج	دل عاشق سر گلخن ہے آج
جوہر آئینہ ہے حسن عروس	چشم حیرت ہے خیالی فانوس
رخ پہ ڈالا جو نقاب شفاف	بن گیا کعبہ ابرو کا غلاف
کن نگاہوں نے کیا نظارہ	بخیہ زخم ہے پارہ پارہ
چشمہ مہر ہے آب رخسار	خون زخمی لب لعلیں کی بہار
شبنم آمیختہ ہے گوہر اشک	مہرہ عین ہے یا منظر اشک

ریزۂ الماس کا ہے دردِ جگر
گریہ ہے موجۂ بحرِ احمر

حسن آرائی میں خود بینی ہے
شیوۂ ناز میں رنگینی ہے

رشکِ اقلیم ہے دشتِ اُلفت
دُرّۃ التاج کلاہِ وحشت

پا بزنجیر ہیں دیوانۂ زلف
دلِ صد چاک ہے یا شانۂ زلف

نظرِ شوق نہ کر رخنہ گری
کچھ تو ہوگا سببِ پردہ دری

اے فلک ہو نہ شریکِ نیرنگ
جی کی جی میں ہی رہے تیری اُمنگ

اے گلِ زخم نہ پژمردہ ہو
غنچہ طبعوں میں نہ افسردہ ہو

گرم بازارِ مضامین ہے آج
رونقِ شاہدِ رنگیں ہے آج

ہاتھ اُٹھتے ہوئے جوبن پہ دھرے
چلے آتے ہیں وہ پریوں کے پرے

یک بہ یک آہ نکل جاتی ہے
اللہ توبہ کی صدا آتی ہے

شیخ جی چاک گریباں ہیں آج
زلف کی طرح پریشاں ہیں آج

سر جھکایا ہے سوئے سنگِ بتاں
آنکھ میں ہے صنمیں رخ کا سماں

کان سنتے ہیں صدائے قلقل
لب یہ کہتے ہیں چکھا لذتِ مُل

ہاتھ مصروف ہیں دامان کی طرف
پانو اُٹھتے ہیں بیاباں کی طرف

وہ تماشائیوں کے ٹھٹ آئے
شوخ اندازوں کے جھمگٹ آئے

لو وہ زہرہ کا کھٹولا اُترا
مشتری کا وہ ہنڈولا اُترا

ایک سے ایک خجستہ پیکر
بزم ہے محفلِ راجہ اندر

بارک اللہ عجب نقشا ہے
ایک پر ایک گرا پڑتا ہے

کرتے ہیں ماہ رخ و مہر جمال — رقص طاؤسِ نگارین تمثال
دلفریبی میں ہیں انداز نئے — دل لیا غمزے نئے ناز نئے
نقشۂ عالمِ ایجاد ہے بزم — غیرتِ گلشنِ شداد ہے بزم
باغِ ہستی کا نمونہ کہیئے — سربلندی احبا کہیئے
زینت ساز ہے سامانِ بہشت — اسکا خادم ہے کہ رضوانِ بہشت
فرش سمٹا ہے جبینوں کیطرح — طاق نکھرے ہیں حسینوں کیطرح
ہیں! یہ کون آتی ہے چھم چھم کرتی — قدم آہستہ زمیں پر دھرتی
مشعلِ برق ہے آگے آگے — پلٹنیں غمزے کی پیچھے پیچھے
زیبِ تن جامۂ الفاظِ صفا — گلِ توشیح کا سہرا ہے بندھا
زرِ تشبیہ کا پہنے زیور — استعارہ کا دوپٹہ سر پر
گہرِ سحرِ سخن زینتِ گوش — لب پہ ہے موجِ سیاقت کا جوش
حسنِ بندش کا کمر میں پٹکا — وہ کمر جو کہ نہ کھائے جھٹکا
مصرعۂ قد ہے خیالوں سے بلند — بلکہ عشاق کے نالوں سے بلند
ایسا معشوق جو اللہ دکھائے — کیوں نہ آغوشِ تمنا کھل جائے
دو قدم چلکے رکی وہ خوشخو — خود کہا کہتے ہیں مجکو اردو
تمہیں معلوم ہے راسخ کا نشان — رہتی ہوں جسکے لئے سرگرداں
چشم بد دور عجب شاعر ہیں — صرف شاعر ہی نہیں ماہر ہیں
گوہرِ درجِ فصاحت ہیں وہ — اخترِ برجِ بلاغت ہیں وہ

خاتمۂ باغ

اللہ رکھے وہ لکھا ہے دیوان | روح سعدی کی ہو جس پر قربان
لفظ سادہ ہیں تو معنی پرکار | خانۂ باغ کی بیتوں میں بہار
ایک تو خوبیٔ مضموں کی پھبن | اور یہ ہر شعر میں بے ساختہ پن
باتوں باتوں میں غضب ڈھایا ہے | اس کے ہر شعر نے تڑپایا ہے
کیوں نہ حساد کا اڑ جائے دھواں | لطف کا لطف زباں کی ہے زباں
دعویدارانِ سخن ہوش کی لیں | باغبانانِ سخن ہوش کی لیں
ذکرِ ناکامی و ناشادی ہے | ہر غزل شاہدِ اوستادی ہے

نوشتہ

سبحان اللہ تار شعاع خورشید کا سہرا تو شاہ فلک کے چہرہ پر اس وقت وہ سین دکھا رہا ہے جو شمع کائنات نے بزم ازل میں دکھایا تھا۔ فرش زمین پر کچھ اس قسم کے موتی بکھرے ہوئے ہیں جنہوں نے انجم کا بازار سرد کر دیا ہے زہرہ مشتری کہکشاں کی بدھی گلے میں ڈالے

تماشہ

عقدِ ثریا کا کنگن پہنے ناچ رہی ہیں مشتاق نگاہوں کو جلوۂ طور کے تماشے کے مزے آ رہے ہیں۔ عاشق مزاجوں کے دل قابو سے یوں باہر ہیں جس طرح صدف چشم سے دُرِ اشک نکلے پیکاں سے تیر مرغِ زریں کی خوش الحانیوں نے طائر سدرہ کو تڑپا دیا ہے گلچین قدرت کے

سہرا کا چھپنا

دامن میں مچلنے والے پھول اُس غنچہ دہن کی تقلید پر آمادہ ہوئے ہیں جو شب وصل کسی منچلے کی آغوش تمنا سے تڑپ کر نکل جائے۔ نازنیں حوروں کے رُخِ زیبا سے ہوا کے جھوکوں نے سنہرے دوپٹے کا آنچل اُٹھا دیا ہے نہیں نہیں جوانی کے جوش میں بھرے ہوئے دولہا نے دولہن کے چہرے سے گھونگٹ سرکایا ہے۔ حنائی انگلیاں ٹٹولنے والے ہاتھ شوخ رنگینی کے اثر سے گُلِ تازہ کی ڈالی بن گئے ہیں عطر افشاں لعلوں کے قطرے دیدۂ آفتاب کا سُرمہ

ہو رہے ہیں ماہتابی دائرہ چشم مجنوں کا حلقہ اور گوش لیلیٰ کی بالی معلوم ہوتا ہے گیسوئے پیچاں کا عشق سر پر یوں چڑھا ہے جیسے دار پر منصور۔ چاہِ ذقن میں یوسفِ دل غوطے کھا رہا ہے۔ عروس بہار جامۂ گل تھامے ہوئے ہے۔ یا ماہ کنعاں کا دامن زلیخا کے ہاتھ میں ہے چمن کے مختلف رنگوں نے طلسمات گاہ چین کی آرائش مٹا دی ہے سیمین زر گنجینۂ جان کی نچھاور کر رہے ہیں - سچے چہ ؟

صحن میں ایک صفا پرور آئینہ رکھا ہے جس میں طرح طرح کی صورتیں نظر آ رہی ہیں اہو ہو ہو یہ تو جناب آسخ مدظلہ کا پہلا دیوان ہے اور نام کتنا پیارا ہے **مرأت الخیال** یہ وہی آئینہ ہے۔ اگر کسی خود بیں کی نظر پڑ جائے۔ رشک و حسد سے سینہ پر ہاتھ مار کر خود نمائی کا دعویٰ بالائے طاق رکھے۔ واہ مولانا دیوان کیا ہے۔ مہر خوں کو محو حیرت بنانیکا خاصا آلہ ہے۔ واقعی یہ ہے مضامین کی دشوار گزار گھاٹیوں کو طے کرنا فصاحت کا طلسم توڑنا۔ بلاغت کی تاروں بھری رات میں الفاظ کی قدرتی قندیل سے اعلیٰ درجہ کی روشنی پر قبضہ حاصل کرنا معاملہ بندی کے سن سان اور ڈراؤنے جنگل کے ہرے ہرے درختوں کی کاٹ چھانٹ میں مشغول ہونا آپ ہی کا کام ہے۔ یوں تو شبِ ہجر کا سناٹا بخت خفتہ کی شکایت۔ اندھیری کا سماں۔ کواکب سحری کی مایوسانہ رخصت ہر شاعر نے لکھی ہے۔ یوں تو فراق کی گھڑیاں دل کا اضطراب طبیعت کی بے چینی۔ زمانے کی سرمہری ناکامیوں کی تصویر ہر شاعر نے کھینچی ہے۔ یوں تو ستم زدوں کی آہ جسم کی لاغری۔ چہرہ کی بے رونقی کا ہر شاعر نے رونا رویا ہے۔ گل و بلبل کے جھگڑے۔ قمری و سرو کے معاملات۔ شمع و پروانہ کا عشق کون نہیں جانتا۔ مگر آپ نے تو ریگستان سخن سے ایسے ایسے چمکیلے ذروں کو

چھنا ہے کہ تاریک دلوں میں شب قدر کا اجالا ہو گیا - اچھوتے خیالات اس دیوان میں اسطرح نظر آ رہے ہیں - جیسے دریا کی اٹھتی ہوئی موجوں میں پنجۂ خورشید عالمتاب کی شعاعی انگلیوں کا عکس - اختر داغ جگر میں کچھ ایسی روشنی کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے - کہ عطارد کی طرح اہل قلم جگر میں آ گئے - ظلمت کدہ دل میں خیال یار کا آنا ایسا لکھا ہے کہ کنج مزار میں چاندنی چھٹکی ہے - جذبۂ الفت کی خداداد کشش کا ایسا چربا اتارا ہے کہ ہرے بھرے درختوں کی قوت نامیہ کا جوش پھولوں کی دل آویز خوشبوؤں میں مل گیا - شوق کی ترقی کا ثبوت ایسے پیچیدہ الفاظ میں ادا کیا ہے - کہ محبوب بھی اپنے شیفتہ کی جھلک کی خواہش ظاہر کرے

صاف صاف سینہ - بال سے بل کھاتی ہوئی کمر - چاند سی پیشانی - جڑی جڑی بھووں پر جان دینی نازک نازک کلائیوں کی چوڑیوں کو دیکھ کر اپنا دل توڑ ڈالنا - طرح طرح کی آرایشوں پر مٹ جانا کنگھی چوٹی کی ظاہری نمائش پر قربان ہونا کیا یہ ایسی باتیں ہیں جو دلیں گدگدی نہ پیدا کریں

پیارے پیارے جوبن کو دست گستاخ کے کرتب دکھانے - بھولے بھولے منہ سے گالیوں کا مزا لینا - کوسنے کھانا - چھیڑ چھاڑ نوک جھوک - قہقہوں میں آزادانہ زندگی گذارنی کیا یہ ایسی باتیں ہیں جو دلوں میں چٹکیاں نہ لیں

گردن غیر میں مہندی لگی ہاتھوں کو حمایل دیکھ کر آنکھوں سے خون بہانا - رقابت کے صدمے اٹھاتے اٹھاتے خودکشی کرنی طعنہائے اعزا سے زخموں پر نمک چھڑکنا - ناصح کی بےنتیجہ باتوں سے کانوں پر ہاتھ رکھنا - کیا یہ ایسی باتیں ہیں جو بےقرار نہ کریں

شب وصل میں روٹھے یار کو تکیہ بنانا - صبح فراق کو باسی پھولوں کے ہار گردن سے اتار کر پھینک دینا - ہنگام رخصت کسی کا دامن پکڑ کر مچل مچل کر رونا - کیا یہ ایسی باتیں ہیں جو سامع کو

بے چین نہ کریں۔ بادیہ پیمائی کی دھن میں حضرت قیس کا نام روشن کرنا۔ پہاڑوں میں سر ٹکرانا خار مغیلاں کے بچھونے پر رات کاٹنی۔ خون جگر اور اشکوں کو غذا بنانا۔ غریب الوطنی کے ٹیلے یاد وطن میں گریہ وزاری کرنی۔ کیا یہ ایسی باتیں ہیں جو دلیں اولجھن نہ پیدا کریں۔

واعظوں کو کھری کھری سُنانی جوانی کی لہروں میں خرابات کے دروازے پر پڑے رہنا مستی کے انداز دکھانے۔ پارسائی کو بالائے طاق رکھنا۔ زہد و تقوے سے الگ تھلگ رہنا توبہ کو پیمانوں میں بند کرنا۔ کیا ایسی باتیں ہیں جنپر سُننے والا قربان نہ ہو جائے۔

غرض کہ بات ہو تو کہی جائے۔ استعارات تشبیہات۔ معاملات کے زیور سے یہ دیوان آراستہ ہے نفیس مضامین پاکیزہ بول چال سطریں دام حسن۔ نقاط دانہ خال۔ جدول نہار کوثر بڑھ کر۔ باوجود ان خوبیوں کے مالک مطبع کی زاغ بیہودہ سرائے تقریظ کی فرمایش بھلا میں قصبہ کا رہنے والا زبان سے ناآشنا شاعری سے بے خبر پریشان خیال ایسے عذب البیان شیریں گفتار واقف رموز سخندانی کاشف اسرار نکتہ وری۔ غواص بحر فصاحت کے بیش بہا کلام پر کیونکر اپنی رائے ناقص ظاہر کروں چشمۂ سلسبیل کی دھلی ہوئی زبان کہاں سے لاؤں خواہ مخواہ کوئی بدباطن پھبتی اُڑا بیٹھا کہ ؎

کلاغے تگ کبک در گوش کرد تگ خویشتن را فراموش کرد

تو کیا جواب دونگا۔ مجھے اُمید ہے کہ عاشقانہ کلام کے شائقین کی میزیں اس دیوان سے بھری نظر آئینگی۔ اور وہ نئے نئے مناظر کی سیر سے دل بہلائیں گے۔ خدا مصنف کے قلم میں اور زور دے جس سے زبان کی ناآشناؤں کو فائدہ پہنچے۔ محاورات اصطلاحات۔ نہ جاننے والوں کو مدد ملے (آمین یا رب العالمین)

تقریظ عطیئہ ماہر فن علامۂ زمن جناب حکیم سید محمد حسن صاحب حسن خلفِ حکیم سید منور علیخانصاحب آشفتہ دہلوی مرحوم

شاعری کا اضمحلال نظم کا اختلال۔ مضامین کی ناتوانی۔ معانی کا ضعف۔ محاورات کی لاغری۔ زبان کا ذبول۔ اردو کی سقیم الحالی۔ بندش کی سستی۔ ترکیب کی خستگی۔ خیالات کی نحافت۔ افکار کی پژمردگی۔ مصطلحات کا سوئے مزاج بیان کی ردائت۔ کلام کا کلال۔ موزونی کی نقاہت۔ روانی کی ماندگی ایسی بڑھ گئی تھی جسکا روگ کسی کے بس کا جس کا ازالہ کسی کی چارہ گری کے ہاتھ نہ تھا

سخن کے نام لیوا کلام کے سرپرست اسکی صحت کی فکر میں مستغرق اسکی تندرستی کی سوچ میں ڈوبے۔ جی چھوڑے ہمت ہارے تھکے تھکائے سر پکڑے کمر جھکائے بیٹھے۔ شافی مطلق کی جناب میں اسکی سلامتی کی منتیں مانتے اور دعائیں مانگتے تھے

مجیب الدعوات نے ان بیچارگان دردمند کی سن لی اور وہی مرادپوری کی کہ نباضِ نظم مزاج دان نثر۔ ارسطوئے رائے مسیحا نفس شفاء الاسقام سخن۔ مزیل الاعراض کلام۔ علاج الامراض فن۔ جاں دار وئے زبان۔ روح پرور بیان۔ قانون سخندانی مخزن شیوا بیانی۔ لطیف الفکر لطیف الطبع۔ ظریف الخیال۔ طائف الحال۔ انیق المقال۔ نادرہ بند۔ نغز گفتار۔ صاحب ذہن سلیم وقلب قویم۔ بدعات اہل سخن کے ناسخ مولانا حافظ محمد عبد الرحمن صاحب راسخ نے کلام کی حالات ردیہ پر مشفقانہ توجہ فرما کر اسکی چارہ سازی پر کمر باندھی۔ اور اسکی صحت کا بیڑہ اوٹھا کر ایک معجون تیار کی اور (مرات الخیال) کے نام سے

مشتہر کیا جسکے اجزا حسب ذیل ہیں فصاحتِ الفاظ - بلاغتِ معانی - رشاقتِ مضامین - سلاست محاورات - حلاوتِ مصطلحات - متانتِ فکر - نزاکتِ خیالات - طلاقتِ زبان - عذوبتِ بیان - حسنِ ادا - لطفِ بندش بے تکلف - بول چال دلچسپ و برجستہ - روزمرہ اردو مقبول - پاکیزہ بشستہ و رفتہ -

شافی مطلق کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اوسکے استعمال اشاعت سے اردوئے دہلی نے جان تازہ پائی نظم کے منہ پر بہ رونق آئی - زبان پنپ گئی - بیان کا رنگ و آب جھلکنے اور شاعری کا جوبن ابھرنے لگا -

پنپ گئی

الحق یہ سرمایۂ خیالات عجیبہ اور نتیجۂ افکار غریبہ زبان آوران نکتہ سنج کے لئے ایک نسخہ ہے ما بہ الاحتفاظ - اور سخنوران دقیقہ یاب کے لئے ایک تکملہ ہے ما بہ الاہتزاز -

مفاد و منافع افعال و خواص اس نسخۂ انوشدارو ئے کلام کے تجربہ کی رو سے یہ ہیں واقع ہموم - تریاق سموم - مسکن التہاب عاشق تفتہ جگر - سرور سینہ - بہجت خاطر - نور نظر - مقوی قوائے زباندانی - عالیۂ روئے مضامین و معانی - مفرح طبیعت - دافع کدورت - مفرح بستگیہا - مورث شگفتگیہا - منفس الکروب - مفرح القلوب - مزیل انقباض - مفیض انبساط - مزید صحت شعر و شاعری - رافع علل سخن سنجی و سخن گستری

محامد و محاسن اس شگرف کارنامۂ فکرت رسا کے ملاحظۂ ناظرین سخن اور مطالعۂ ماہرین فن پر منحصر ہیں +

حسن آسیمہ سواد کج مج زبان اس کلام اور کلیم کے لئے دعائے حسن قبول طبایع اولی الابصار بر انقراض تقریظ کرتا ہے والسلام والکرام +

تمام شد تقریظات

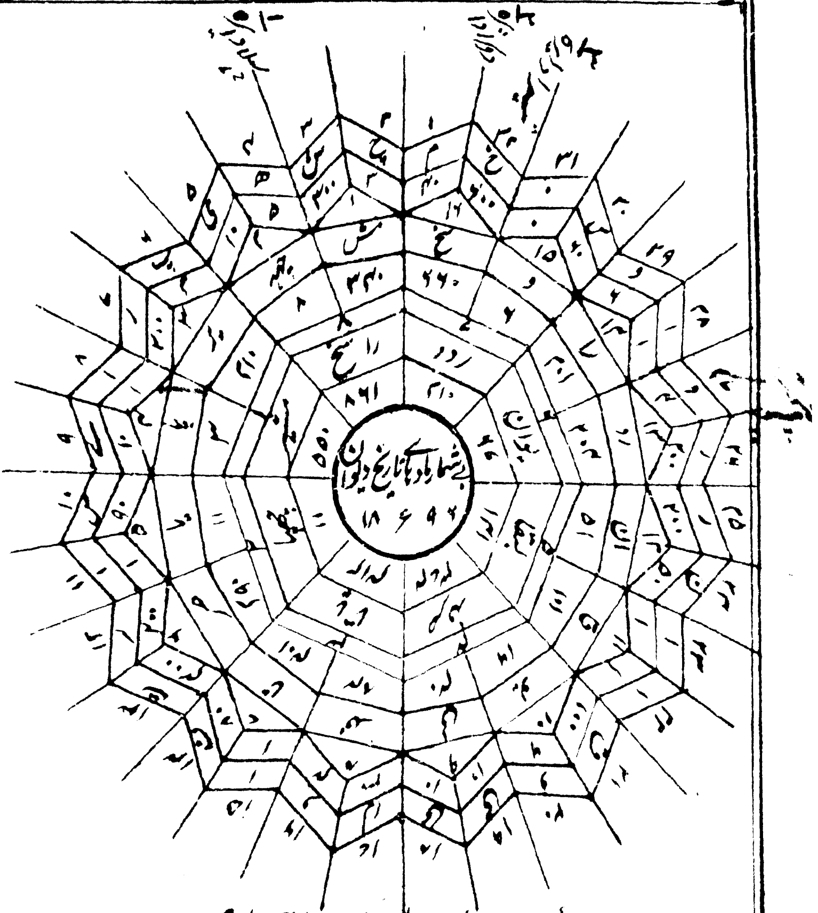

مؤلف دائرہ سال دیوان ذبیح دہلوی
۱۲ ھ ۱۳

قاعدہ ترکیب استخراج سنین مطلوبہ دائرہ

واضح رہے کہ یہ ایک دائرہ متضمن بسہ دو دائرہ ہے۔ پہلا دائرہ آٹھ خانہ کا ہے اور دوسرا سولہ خانہ کا تیسرا بتیس خانہ کا ہر ایک دائرہ پر نمبر شمار خانہ جداگانہ ہے۔ اور قاعدہ استخراج سنین سب کا ایک ہی ہے اس قاعدہ میں لفظ مبدا و منتہا سے بہت کام لیا گیا ہے پہلے ان لفظوں کو سمجھ لینا چاہئیے مبدا وہ خانہ ہے کہ جس سے گنتی شروع کیجائے اور منتہا وہ کہ جس خانہ

گنتی تمام کیجائے۔ دائرہ کے جس خانہ کو چاہو مبدا قرار دو اور جس خانہ کو چاہو منتہا یعنے انجام اعداد شمار زوج ہوگا یا فرد۔ فرض کرو زوج ہے یعنے ۶-۸-۱۰-۱۲ وغیرہ تو مبدا سے آخر منتہا تک کل عدد شمار چھوڑکر صرف منتہا کے خانے کے عدد لکھہ لو۔ پہر منتہا کے دوسرے خانہ سے گنتی شروع کرکے کل عدد موافق شمار اول چھوڑتے جاؤ اور صرف منتہا کے خانے کے عدد لکھتے جاؤ یہاں تک کہ مبدا اول سے پہلا خانہ منتہا آخر ہوجائے اس منتہا آخر کے بھی عدد لکھکر کل اعداد لکھے ہوئے جمع کرنے سے سنین مطلوبہ ۱۳۱۲ھ حاصل ہونگے

اگر منتہا فرد فرض کیا ہے یعنے ۷-۹-۱۱-۱۳ وغیرہ تو مبدا سے منتہا تک بطریق مذکورۂ بالا شمار کرکے منتہا کے اعداد لکھہ لو۔ اور اس بات کا ضرور لحاظ رکھو کہ جس منتہا کے عدد لکھے ہیں۔ اسکو مبدا ثانی خیال کرکے پہر گنتا شروع کرو اور منتہا ثانی کے اعداد لکھہ لو۔ پہر منتہا ثانی کو مبدا ثالث جانکر گننا شروع کرو۔ یہانتک کہ مبدا اول آخری منتہا ہوجائے۔ اسکے بھی عدد لکھکر جمع کرلو۔ وہی سنین معلومہ حاصل ہونگے اس ترکیب سے بے حساب تاریخیں نکلیں گی جنکا شمار سوائے خدا کے ہمکو بھی معلوم نہیں ہاں اگر منتہا ایسا عدد فرض ہوجائیگا جو ہر شمار میں بار بار منتہا بنتا رہے جیسے عدد شمار کل خانہ ہائے دائرہ یا اسکی تنصیف یا تضعیف یا کل خانہ ہائے دائرہ سے ایک زائد تو عمل باطل ہوگا۔

قطعہ تاریخ نتیجہ طبع عالی بلبل ہندوستان استاد السلطان فصیح الملک دبیر الدولہ ناظم یار جنگ جناب نواب میرزا خانصاحب داغ دہلوی ظلہ العالی

کہا دیوان اور اچھا کہا واہ
کہی ہے داغ نے تاریخ اتمام

غنیمت ہے غنیمت ہے یہ شاعر
کلام مولوی راسخ ہے نادر
۱۳۱۴ھ

قطعات تاریخ طبع مرآۃ الخیال یا ارمغان جدید عرف دیوان راسخ بترتیب حروف تہجی

جناب حکیم نور الحسن صاحب احقر مقیم روڑکی شاگرد حضرت وحشی دیوبندی

فیضِ یمن زبانِ راسخ ہے	کہ ہما بن گیا ہے زاغِ کلام
ہوئی بادِ خزاں یہاں برباد	ہے انوکھی بہارِ باغِ کلام
تھم تھم اب اے زبانِ راسخ تھم	کہ چھلکنے لگا ایاغِ کلام
ہے ہر ایک شعر میں مسیحائی	چرخِ چارم پہ ہے دماغِ کلام
ہے صبا فکرِ حضرتِ راسخ	کیوں نہو باغ باغ۔ باغِ کلام
طبع احقر نے لکھدیا سن طبع	روشن اب ہو گیا چراغِ کلام
	۱۸۹۶ع

جناب منشی میر علی اصغر صاحب اصغر خلف حاتم علی صاحب پنشنر سب انسپکٹر متوطن ضلع فتح پور

وہ چہ دیوانِ حضرتِ راسخ	طبع گردید با صفاتِ عجیب
ہست دو مادہ بیک مصرع	یافت تاریخ ایں عجب ترتیب
سالِ طبعش چنیں نوشت اصغر	مشتہر شد ہمیں - کلامِ غریب
	۱۳ھ ۱۳ ۱۳ف

جناب منشی حافظ احمد خان صاحب احمد دہلوی کاتب افضل المطابع دہلی

بارک اللہ گلستان سخن ہے دیوان	مصرع آہ ہے یا سروِ ریاضِ عشاق
ہوچکا طبع تو احمد نے سن ہجری میں	خوب تاریخ کہی - ہے یہ بیاضِ عشاق
	۱۳ھ

جناب منشی احمد جان صاحب احقر دہلوی تلمیذ جناب راسخ

میرے اوستاد کا ہے وہ دیوان	وہم میں بھی نہیں ہے جسکی نظیر

مصرعِ شوخ برقِ جانِ عدو — مطلعِ صاف رشکِ مہرِ منیر
پھر جلائی مری ہوئی اردو — حبذا نظمِ عیسوی تاثیر
میں نے تاریخ یوں لکھی اچھی — ہے یہ دلسوز غنچہ تصویر
٩٦ ١٨

جناب بیگم صاحبہ بیگم دہلویہ شاگردِ راسخ

یہ دیوان ہے بہارِ گلشنِ عشق — چمن ہی غیرتِ گلزار ہے یہ
ہوئی یہ طبع کی تاریخ بیگم — نسیمِ گلشنِ بے خار ہے یہ
١٣

جناب منشی عبدالقدیر صاحب حیرت پانی پتی شاگرد حضرت کوثر خیرآبادی

تعریف کیا کروں میں ہے وہ کلامِ راسخ — مدح و ثنا سے جسکی قاصر ہیں سب سخنداں
کاغذ عذارِ عذرا سطریں ہیں زلفِ لیلے — نقطے ہیں خال جوہر حرف مہرِ رخشاں
غنچوں کی یہ چٹک ہے پھولوں کی یا مہک ہے — دیوان کے ہیں صفحے یا تختۂ گلستاں
مضموں جدید رنگیں الفاظ نظم ہیں یا — ہر گوہرِ معانی یا موتیوں کی لڑیاں
تھی فکرِ سال حیرت بولا سروشِ غیبی — ڈھونڈو کہ چھپ گیا ہے یہ بے نظیر دیوان
١٣

ولہ

حضرتِ راسخ کہ دیوانے نوشت — لفظ و معنی شد پسندِ خاص و عام
گفت حیرت سالِ طبعش بکرمی — وہ چہ پر لطف است راسخ را کلام
١٩٥٣

ولہ

کرتے ہیں اشعارِ راسخ کو پسند — شاعرانِ نکتہ رس نازک خیال
واہ کیا بے مثل یہ دیوان ہے — وصف میں جسکی زبانِ وصف لال
یہ کلامِ شستہ و پاکیزہ جب — چھپ چکا حیرت بفضلِ ذوالجلال
دل لگا کر میں نے لکھا سالِ طبع — ہے یہ دیوان بے نظیر و بے مثال
١٣١٨

کیا خوب چھپا حضرتِ راسخ کا یہ دیوان — ہر شعر کے مضموں سے ظاہر ہے بلاغت
حیرت لبِ اعجاز سے یہ نکلی سنِ ہجری — دیوان پر ادب کے ہوئی قربان فصاحت

جناب حافظ عبد الرزاق صاحب حافظ دہلوی

کلامِ راسخ خوشگو چھپا ہے — نہ صرف اک نظم لیکن جانفزا نظم
چمن میں بلبلیں کہتی ہیں سن کر — کہیں ہوتی ہے ایسی خوشنوا نظم
دلِ کاہیدہ کھنچ جاتے ہیں اُس سمت — سنی دیکھی نہ ایسی کہربا نظم
ہوئی حافظ جو اُس کی فکرِ تاریخ — ندا آئی عجائب دلربا نظم

قطعہ تاریخ جناب حافظ محمد یوسف خان صاحب حیانی۔ تلمیذ جناب تپش

چہ دیوان خوش اسلوب مطبوع گشت — کہ رشکِ کلامِ جدید و کہن
بتاریخ سالش تردد مکن — بگو اے حیانی براتِ سخن

جناب منشی پیارے لال صاحب رونق دہلوی تلمیذ جناب راسخ

سہل و مشکل کلامِ راسخ ہے — رشکِ میر و نصیر ہے یہ کلام
بینے لے کر قلم لکھی تاریخ — واہ وا بے نظیر ہے یہ کلام

ولہ

چون مرتب نمود ایں نسخہ — شاعرِ نغز گو نشاط آرا
کرد تاریخ خوش رقم رونق — سخن راسخ انبساط آرا

قطعہ تاریخ شاعرہ پردہ نشین راز تخلص شاگرد زاغ الہند بدایونی

یہ دیواں ہے بیاضِ صبحِ محشر — شرارِ گرمیِ اشعارِ دلسوز
کہو اے راز اسکا سالِ تاریخ — نگارستانِ الفت فتنہ اندوز

جناب مولوی غلام نبی صاحب رکن بتھوی شاگرد حضرت کوثر خیرآبادی

عجب دلچسپ دیوان گفت راسخ — زہے دلکش خمے منظوم نادر
فلک با چشم خود ہرگز ندیدہ — مثالِ او گہے منظوم نادر
چو کردم رکن فکر از بہر سالش — خرد گفتا۔ زہے منظوم نادر

جناب محمد عبد الکریم صاحب فیق تاجر کتب مقام نیلور

مرتب وہ دیوان راسخ ہوا — بفضل خدا و رسول زمن
لکھا حرف منقوطہیں سال طبع — ہوئی آج روشن وہ شمع سخن

جناب نواب سید اکبر مرزا صاحب سید دہلوی

ز قرآں گشتہ نسخ صحائف — پئے دیوانہا اینست تاریخ
سر دیوان ناسخ محو گشتہ — چو سید طبع شد دیوان راسخ

جناب منشی غلام احمد خاں صاحب سرور اجمیری تاجر کتب

مشہور ہیں جو حضرت راسخ جہاں میں — دیواں سے انکے انکا عیاں ہی کمال آج
سرور تو لکھدے مصرع تاریخ جلدتر — دیوان چھپ چکا بخدا بیمثال آج

عزیز دلہا حافظ محمد اسحٰق صاحب شیدا دہلوی تلمیذ مصنف

راسخ یہ بس نچوڑ ہی شعر و سخن کا آج — دعوی عدو کا جھوٹ ہے لاف و گزاف ہے
شیدا مقابلہ کی ہی کیا تاب غیر کو — ڈنکے کی چوٹ کہتی ہیں میں ان صاف ہے

جناب بابو چندی پرشاد صاحب شیدا دہلوی کلرک تیلی گھر تلمیذ جناب راسخ

چھپا میرے اوستاد کا جبکہ دیواں — ہر اک شعر جسکا ہی شعرے سے بڑہکر

زمینِ غزل ہمسرِ آسماں ہے | ہے صد رشکِ جنت ہر اک مصرعِ تر
ندا غیب سے دی یہ ہاتف نے اوسدم | ہوا بہرِ تاریخ شیدا جو مضطر
نکر غور بیکار لکھدے یہ مصرع | لطافت انوکھی فصاحت کا دفتر
۹۶ ۱۸

جناب بابو بھولا ناتھ صاحب شررؔ دہلوی پوسٹل ڈپارٹمنٹ

ہوگیا چھپکے ای شرر صد شکر | آج دیوان تمام راسخ کا
سال ہجری کہا یہ ہاتف نے | طرفہ ہے کیا کلام راسخ کا
۱۳ ۱۳

شاعرِ خوش مقال جناب سید محمد امراؤ علی صاحب صبرؔ مقیم بھوپال

پھڑک اٹھتے ہیں سن لیتی ہیں جو اشعار راسخ کے | دلوں میں چٹکیاں لیتا ہے ہر اک شعر کا مضموں
نظارۂ گلشنِ دیواں کا کرکے دیکھ لے کوئی | ابھی مسرور ہو جائے طبیعت ہو اگر محزوں
جو نقطہ ہو اوسے خالِ رخِ خورشید وش کہیے | سمجھنا چاہیے ہر سطر اسکی کاکلِ شبگوں
کلامِ حضرتِ راسخ کی جب تقطیع کرتا ہوں | نظر آتا ہے مجکو سرو کا مصرع بھی ناموزوں
غضب کی تازگی مضمونمیں ہے وہ ہوئیں زندہ | ہیں جیسی تو دل میں جو مردہ حسرتیں فزوں
عدو لکھے کوئی اس رنگ کا دیواں مشکل ہے | بنا لیتا ہے آساں تند ہو کر دیدۂ پرخوں
تماشا ہے کہ عالم میں الٰہی اسکی غزلوں کو | مسلماں کہتے ہیں اعجاز ہندو کہتے ہیں افسوں
جو سطریں ہیں وہ ہیں فی الواقعی مشکی ہوئی زلفیں | جو صفحہ ہے وہ گویا ہے حسینوں کا رخِ گلگوں
نہ دیکھی گر بہارِ گلشنِ دیوانِ راسخ کو | تعجب کیا کہ ہو جائے زمانہ کشتۂ افیوں
خدا لگتی کہے دیتا ہوں انصاف تو یہ ہے | کلامِ حضرتِ راسخ ہے کیسا پختہ کیا موزوں
لکھو اے صبر تم یوں خامۂ جادو رقم لیکر | کہ کیا کیا بھر دیا ہے کوٹ کر دیوانمیں افسوں
۱۲ھ ۱۳

چکیدۂ کلک جواہر سلک عالیجناب محامد انتساب حضرت نواب احمد سعید خاں صاحب بہادر طالب رئیس اعظم دہلی — و جاگیردار ریاست لوہارو دام اقبالہ

بہت دیکھے باغِ سخن ہم نے طالب	مگر پُر فضا ہے گلستانِ راسخ
گلِ طبع بینے عنادل سے پوچھا	کہا - شاہد نو ہے دیوانِ راسخ

نتیجۂ فکر فلک ہیجا و ذہن ثاقب جناب منشی ونائک پرشاد صاحب طالب بنارسی مقیم بمبئی

وہ لکھا حضرتِ راسخ نے دیوان	جسے کہئے خیابانِ مضامین
بھرے ہیں سربسر اس میں جواہر	بجا ہے گر کہیں کانِ مضامین
نئے انداز کے اشعار ہیں سب	نئی ہے بیگماں شانِ مضامین
کھلے کیونکر نہ اسکی سیر سے دل	شگفتہ ہے گلستانِ مضامین
غذائے روح ہر لختِ جگر ہے	بچھا ہے طرفہ تر خوانِ مضامین
بلاغت پر اگر وائل ہو صدقے	تو ہو سحبانِ قربانِ مضامین
پئے تاریخ پڑھ کر شعر دو چار	کہا طالب نے - کاشانِ مضامین

ولہ

نہیں لکھا ہے راسخ نے یہ دیوان	پری کا نقشہ کاغذ میں اُتارا
گر اک اک صفحہ ہے رخسارِ خوبان	تو ایک اک نقطہ ہے آنکھوں کا تارا
ہوئی طالب کو فکرِ سالِ جبدم	کہا ہاتف نے - نظمِ عالم آرا

ولہ

ہوا مطبوع کیا دیوانِ عالی	کوئی مصرع نہیں خوبی سے خالی
جو جدول ہے وہ گویا کہکشاں ہے	جو نقطے ہیں وہ ہیں رشکِ لآلی
کہے دیتی ہے مضمونکی صفائی	کہ ہے یہ دل لگے آئینے کی جالی

نکالا کیا نیا دیوان گویا ۔ نئی اک شاخ حضرت نے نکالی
نئے مضمون نئے ہیں استعارے ۔ نئی ترکیب ہے بندش نرالی
ہے اسکی عیسوی تاریخ طالب ۔ متاعِ خانۂ نازک خیالی ۱۸۹۶

وله

عجب محکم ہے یہ دیوان راسخ ۔ تخلص کر رہا ہے خود کفایت
مصنف کی ہے وہ فکر معلّے ۔ کہ کی نازک خیالی کو ہدایت
بنایا ہے بُت مضمون کو رام ۔ سند اکی ہے عجب انپر عنایت
سلیقہ دارِ فنِّ شاعری ہیں ۔ انھیں کے ہاتھ ہے نصرت کا رایت
مزے ہیں مرہم و نشتر کے باہم ۔ ہیں اس انداز کے شکر و شکایت
کہیں مہجوریِ دلبر کا قصہ ۔ کہیں وصلِ دلارا کی حکایت
دکھا دیتی ہے گل میں خار کا لطف ۔ خوشی کی داستاں غم کی روایت
جہاں ہے وصفِ ابروئے صنم کا ۔ وہیں موجود ہے سجدے کی آیت
جو پوچھا سال کو ہاتف نے طالب ۔ تو بولا تحفۂ کشفِ ہدایت ۱۳۱۴ ھ

وله

کیوں نہ دیوان اُن کا ہو یکتا ۔ ہیں جو ملکِ سخن پہ خود قادر
فکرِ تاریخ کی ہوئی دونی ۔ فقرے دو غیب سے ہوئے صادر
عیسوی ایک دوسری ہجری ۔ نظمِ خوش ۱۸۹۶ اور غنچۂ نادر ۱۳۱۴

وله

چو شد ایں نسخۂ مطبوع مسجوع ۔ جواب آتش و ہم رنگ ناسخ
پئے تاریخ ہاتف گفت در گوش ۔ بگو طالب گہر ریزیِ راسخ ۱۳۱۴

وله

چھپ گیا یہ کلام جب راسخ رشکِ میر کا ۔ آگیا رنگ خوشنما اپنے گلِ امید میں

طالب خستہ نے کہا داغ کے طریق پر — بلبلِ بوستاں بلا ارمغانِ جدید میں
۹۶

۱۵ طوطیِ بوستانِ شیریں مقالی حضرت سید ظہیر الدین حسین صاحب ظہیرؔ دہلوی

ہوا مطبوع جب دیوان راسخ — گلستانِ مضامیں ہیں کھلے پھول
کلامِ صاف و شیریں و مہذب — بیان بامزا رنگین و معقول
ظہیر اس گل کدہ کی ہے یہ تاریخ — بہارِ بے خزاں گلزارِ مقبول
۱۴

نتیجۂ طبعِ وقاد جناب مولوی حاجی سید کفایت علی صاحب علوی ہاپوری مقیم ریاست الور

دی شنیدم ز شاہدِ معنی — کایں ہمہ ہرچہ ہست آنِ منست
گر بہ پرسی ز مبدأ فیاض — خوانِ یغمائے امتنانِ منست
در بگوئی ز منتہائے کمال — بذل نعمائے بیکرانِ منست
گفتم ایں شعر خوش مگر سحرست — گفت اعجاز مرسلانِ منست
گفتمش نغمۂ عرب چہ بود — گفت الحانِ بلبلانِ منست
گفتمش از نشید پارس بگو — گفت آہنگ طوطیانِ منست
گفتم ایں غمزہائے اردو چیست — گفت این نورسِ زبانِ منست
بنگر اردو کہ در قلمروِ ہند — میر سالارِ کاروانِ منست
درد را بیں کہ در گزارشِ حال — قالشِ الحال ترجمانِ منست
ذوق و آزردہ غالب و مومن — ہر یکے روحِ من روانِ منست
ناسخ و آتش و دبیر و انیس — ہر یکے بزم و رزم خوانِ منست
مے نہ بینی بکارنامۂ دہر — نامِ شاں عیشِ جاودانِ منست

گفتم اینان مگر ز اسلافند | زاں نشان دہ کہ در زبان منست
گفت میراث خوار ایشاں نیز | مجمعے از سخنوران منست
داغ آن در فراخنائے آن | بلبل باغ و بوستان منست
آنکہ در دولت دکن امروز | اوستاد خدائگان منست
حالی آن پیر مرد خوش گفتار | کاندریں دہر خطبہ خوان منست
زانکہ دارد متاع رنگارنگ | مایۂ رونق دکان منست
مہر طبع امیر مینائی | در آن دہ شمع دودمان منست
ہم بہ دہلی درست خوش نفسے | کلک وے شاخ گل فشان منست
ایں زماں ریخت طرح دیوانے | نظم وے تازہ ارمغان منست
گفتم آن کیست گفت راسخ نام | گفتم آں نیز مہربان منست
مرحبا خامۂ فسوں کارش | کہ بہ ہر شیوہ دلستان منست
حبذا نامۂ فرح بارش | کہ بہ ہر عشوہ عیش جان منست
بہر سالش بگفتم از علوی | کہ ز دیرینہ مخلصان منست
گفت تاریخ بایدت گفتن | کہ زبان تو ہم زبان منست
من ز روئے بلاغ جستم سال | گفت راسخ بلاغ ارزان منست
۱۳۰۲

عالیجناب مولوی منشی محمد اقبال حسین صاحب عاشق دہلوی معتمد ریاست بیکانیر

طبع دیوان ہو چکا جب دم | حکم تاریخ کا ہوا صادر
لکھدو عاشق جو اسیر راسخ کو | سال تاریخ غنچۂ نادر
۱۳۰۲ھ

جناب منشی محمد عبدالعزیز خاں صاحب عزیز دہلوی شاگرد حضرت داغ دہلوی

ہے یہ دیوانِ حضرتِ راسخ — قابل دید و غور نظم شوخ

مادّے دو عزیز مصرع ایک — لکھو خوش نظم اور نظم شوخ

ولہ

ہیں مصنف جو مولوی راسخ — کیوں نہ اونکے سخن کی ہو توقیر

سال ہاتف نے یہ کہا ہے عزیز — ہے یہ دیوان صاحبِ تاثیر

جناب سید عاشق علی صاحب عاشق دہلوی ساکن مہرولی عرف قطب تلمیذ جناب راسخ

دیکھکر دیوانِ راسخ ہر سخنور نے کہا — جو کہ دلّی کی زباں ہے اسمیں وہ موجود ہے

سنکے عاشق ہمنے بھی تاریخ دوہری یہ لکھی — مظہر علم و ادب ہے۔ غنچۂ مقصود ہے

صاحب تاریخ جناب حکیم محمد عمر صاحب فصیح مقیم ریاست الور

آئینہ بنا ہے جو گلدستۂ سخن کلام راسخ کمال راسخ — بچشم انصاف آؤ دیکھو کلام راسخ کمال راسخ

ہے فصاحت بلاغت و متانت ہے رشاقت — بغور دیکھو کمال والو کلام راسخ کمال راسخ

شگفتگی بہار معنی کی تم نے دیکھی نظر فریبی — ستم کا جادو بھرا ہے یارو کلام راسخ کمال راسخ

کھلے ہوئے ہیں چمن دیدہ دل تو دیکھ اہل نظر کو کیا کیا — جتا رہا ہے یہ دو بدو وہ کلام راسخ کمال راسخ

بطرز نادر فصیح تاریخ طبع کی مجھکو جستجو تھی — کہ نکلی ہجری کے مادّے دو کلام راسخ۔ کمال راسخ

قاعدہ استخراج۔ کلام راسخ اور کمال راسخ کے ۹۵۲ عددوں کو ۲۰ میں ضرب دینے سے ۱۹۰۴۰ ہوئے ۱۹۰۴۰ میں سے۔ منہا کئے ۱۹۳۳ رہے ۱۹۳۳ کو ۲۰ پہ تقسیم کیا گیا تو ۱۳ بچے۔ تیرہ کو ۱۰۱ میں ضرب دینے سے ۱۳۱۳ سنہ مطلوب نکل آئے۔ یہ عمل آخر کس قاعدہ کی بنا پر کیا گیا ہے؟

شاعر بے نظیر جناب منشی گوری شنکر صاحب قصیر دہلوی

چھپا جس وقت یہ دیوان راسخ | ہوئی سرسبز اک اک اسکی ڈالی
رقم ہو سال ہجری اے قصیر اب | یہ دیوان سے ہے گلستان خیالی
۱۳۱۲

ولہ

عجب شان سے آج نکلا ہے دیوان | ہوا جان اردو پہ احسان راسخ
قصیر اسکا اب عیسوی سال لکھدو | چھپا خوب رنگیں یہ دیوان راسخ
۱۸۹۶

ولہ

مرتب ہوا اب وہ دیوان راسخ | کہ عالم تھا جسکے مضامیں کا شیدا
یہی لکھہ قصیر اسکے چھپنے کا سمت | خیالات راسخ ہوے اب ہویدا
۱۹۵۲

مضامین عاشقانہ ہیں غضب دیوان راسخ کے | خدا حافظ خدا حافظ بس ایمان واعظ کا
قصیر باوفا سمت میں لکھہ تاریخ چھپنے کی | گماں ہوتا ہے اس دیوان پر دیوان حافظ کا
۱۹۵۲

چکیدۂ خامۂ عنبریں شمامہ جناب مولانا حکیم محمد عابد علی صاحب کوثر خیرآبادی

زندہ دیں دیوان راسخ شد اکنوں | زمین سخن آسمان فصاحت
مملے مضامین و الفاظ رنگیں | بود لعل و یاقوت کان فصاحت
بلاغت نثار کلام فصیحش | بیانش بود جسم و جان فصاحت
بہ شیریں زبانی و رنگیں بیانی | فزوں تر شدہ عز و شان فصاحت
ز طبع چنیں نظم بے مثل و یکتا | بہ ہفتم فلک شد مکان فصاحت
ز فیض چنیں شاعر نکتہ پرور | شدہ زندہ نام و نشان فصاحت
بہ سمت نوشتم سن طبع کوثر | شگفتہ گل بوستان فصاحت
۱۹۵۲

ولہ

چو شد منطبع جان فزا نظم راسخ | شدہ مشتہر جا بجا نظم راسخ

بہ گوہر فشانی بہ شیریں زبانی
نگارے ست معجز نما نظمِ راسخ

بود بحرِ مواجِ علمِ معانی
فنِ شعر را ناخدا نظمِ راسخ

فصاحت باغت کند گار غازہ
عروسِ سخن را حنا نظمِ راسخ

سن عیسوی از سرِ جاہ کوثر
نوشتم زہے بے بہا نظمِ راسخ
۹۶ ۱۸

ولہ

جو شد مطبوع دیوانِ خجستہ
بہ فہم آمد ہمہ مفہومِ راسخ

چہ دیوانے کلیدِ گنجِ معنے
کہ بودہ از ازل مقسومِ راسخ

ہمایوں نظم گنج شایگانی
معانی دولتِ مکتومِ راسخ

پسندِ خاطرِ اہلِ سخن باد
الٰہی تا ابد مرقومِ راسخ

چو از خنجر سرِ اعدا بُریدم
مسیحی سن شدہ منظومِ راسخ
۹۷ ۱۸

جناب بابو چیند ربھان صاحب کیفی دہلوی

دیوانِ اُردو حضرتِ راسخ کا چھپ گیا
ملتا نہیں ہے آج دماغ زبانِ دہلی

تاریخ کیفی عیسوی ہجری میں یوں لکھو
خضرِ رہ کمال - چراغِ زبانِ دہلی
۹۶ ۱۸ ۱۳ ۱۴

ولہ

شاہِ خالق رشکِ ناسخ راسخ کا دیوان چھپا
پھیلا ہے آجکل اسکا گھر گھر چرچا گھر گھر ذکر

عیسوی سمت ہجری وصفی لکھ کیفی اک مصرع میں
نظمِ شوخ - ایاغ مضامیں - غنچہ نادر - باغِ فکر
۹۶ ۱۸ ۱۹۵۳ ۱۲ ۱۳

ولہ

خوب لکھا ہے یہ دیوان جناب راسخ
معدنِ علم و کمال و ہنر و کانِ سخن

یہی دیوان ہے مسیحائے زبانِ اُردو
ہے یہی روحِ مضامین ہے یہی جانِ سخن

پھر بہار آئی ہے گویا چمنِ اُردو میں
پھر شگفتہ ہیں گل و لالہ و ریحانِ سخن

دیر سے فکر تھی تاریخ کی مجھکو کیفی
صاف ہاتف نے ندا دی چمنستانِ سخن
۱۴ ۱۳

جناب میرزا محمد لطیف بیگ صاحب لطفی تلمیذ جناب علوی مقیم ریاست الور

سخن شناسان نکتہ رس کو نوید مژدہ بشارت افزا
مبارک نظم اب ہوا درافشاں کلام راسخ کمال راسخ

طلاقت بسط گستری میں لطافت حسن معنوی میں
ہے نطق کی روح نظم کی جاں کلام راسخ کمال راسخ

جو مجھ سے پوچھو تو صاف کہدوں ہے مذہب ملت سخن میں
زبان دہلی کا دین و ایماں کلام راسخ کمال راسخ

شمار تاریخ عیسوی میں ہیں تصنع کا دخل لطفی
بفرق حاسد ہے تیغ براں کلام راسخ کمال راسخ

۱۸۹۶

سخنور بے مثال جناب لالہ بہاری لال صاحب مشتاق دہلوی تلمیذ حضرت غالب مرحوم

راسخ نکتہ سنج کا دیوان
حسن اور عشق کا فسانہ ہے

لفظ دیکھو تو عاشقانہ ہیں
اور مضمون عارفانہ ہے

رزم گویا کہ حشر کا میدان
بزم گویا کہ عیش خانہ ہے

کیسی ستھری ہے بول چال مگر
صاف برگ گل میں چھانا ہے

شعر کا لطف دلنشینی میں
بیخطا تیر کا نشانا ہے

چاہ کا کھیل مرنے والوں کو
تا دم واپسیں کھلانا ہے

سبق نازمہ جبینوں کو
پردہ نظم میں پڑھانا ہے

اوسکا دیوان ہوگیا مطبوع
نکتہ سنجی میں جو یگانا ہے

سکۂ شاعری بٹھانا تھا
طبع دیوان کا بہانا ہے

شاعری جسمیں تھی نہ باقی جان
از سر نو اسے جلانا ہے

طبع دیواں کی اسلئے تاریخ
روح اشعار عاشقانہ رہے

ولہ

چھپا دیوان راسخ یا کھلا ہے
در گنجینۂ اسرار راسخ

وہ سعد وم البصر ہے جو ندیکھی   فروغ مطلع الانوار راسخ
ید طولے ہی اصناف سخن میں   غضب دلچسپ ہے گفتار راسخ
جو سال طبع پوچھے کوئی اُسکا   تو کہدو۔ دلپسند افکار راسخ

ولہ

چھپا راسخ دہلوی کا کلام   کہ ہے مدح خواں جسکا سحر حلال
خریدار دیکھینگے لیکر اوسے   گہر سنجی کلک جادو خیال
پروئے ہیں موتی ہر اک شعر میں   فصیحوں کا حصہ ہے یہ بول چال
کہا بالبداہت یہ مشتاق نے   گہر ریزی راسخ ہے اسکا ہی سال ۱۳۱۴ھ

عالیجناب چودہری ناہر علیخان صاحب مضطر رئیس گوہانہ

چو راسخ کرد دیوانے مرتب   ندا آمد ز ہے منظوم راسخ
بجستم سال تاریخش بگفتہ   دل مضطر زہی منظوم راسخ

شاعر والاشان جناب محمد مراد مرزا صاحب نادان دہلوی

چھپا ہے حضرت راسخ کا دیواں   بہت شہرت بڑی ہی دہوم ہر سو
لکہی نادان نے تاریخ اِس کی   کلام منتخب مطلوب دل جو ۱۳۱۴ھ

جناب منشی حافظ محمود حسین صاحب نازاں چشتی سلیمانی جھجری

بلاغت میں یکتا فصاحت میں بے مثل   مرتب ہوا جبکہ دیوان راسخ
لکھی اوسکی تاریخ نازاں نے ہجری   ہوا ہے زمانہ پہ احسان راسخ ۱۳۱۴ھ

جناب منشی سید وجاہت حسین صاحب وجاہت تلمیذ جناب داغ دہلوی

لاکھوں ہیں شگفتہ گل خندان فصاحت   کیا پھولا پھلا ہے یہ گلستان فصاحت

راسخ کا یہ دیوان وہ دیوان ہے جس سے
رونق یہ ہوئے اور بھی سامانِ فصاحت
جو اسمیں مضامین ہیں وہ ہیں لعل و جواہر
دیوان یہ ہے نامِ خدا کانِ فصاحت
لکھا یہ وجاہت نے سنِ بکرمی اس کا
اب دہر میں راسخ ہی ہیں سحبانِ فصاحت
سمت ۵۲ ۱۹

ولہ

راسخِ دہلوی نے یہ دیوان
خوب ہی بے مثال لکھا ہے
میں نے بھی ایک ہی سنِ فصلی
تیرہ سو تین سال لکھا ہے
۱۳ ف ۳

ولہ

جب یہ دیوان ہو گیا تیار
سارے احباب خوش ہوئے آہا
سالِ ہجری لکھا وجاہت نے
فکرِ راسخ کے گل کھلے آہا
۱۳ ھ ۱۳

شاعرِ مشہورِ زمن جناب منشی حبیب حسن صاحب وحشی دیوبندی مقیم رُوڑکی

مذاقِ سخن۔ لذتِ شاعری
مجھے فکر تھا کیا ہوا کیا ہوئی
کہا دل نے دیوانِ راسخ کو دیکھ
تجھے کیوں یہ تشویش بیجا ہوئی
ہے نقطہ ہر ایک خالِ رُخِ بُتان
ہر اک سطر زلفِ چلیپا ہوئی
ہیں کیا کیا مضامینِ عالی رقم
زمینِ غزل عرش پیما ہوئی
یہ دیوان ہے شاہدِ بے مثال
کہ خلقِ خدا اسپہ شیدا ہوئی
صدا غیب سے آئی وحشی یہ جب
مجھے فکرِ تاریخ زیبا ہوئی
جو مشتاق تھے ہو مبارک انھیں
عروسِ سخن جلوہ آرا ہوئی
۱۳ ھ ۱۳

خاتمۃ الطبع الحمد للہ والمنۃ کہ مرآۃ الخیال یا ارمغان جدید عرف دیوان راسخ جلد اول بماہ ستمبر سنہ ۱۸۹۶ء در مطبع افضل المطابع دہلی زیب اختتام یافت

رسالہ روشنائی

سیاہ روشنائی کتھہ کی روشنائی شنگرفی لاجوردی۔ زنگاری۔ لاکھی۔ سفید۔ سبز۔ سرخ۔ زرد۔ پیلی۔ اودی۔ روپہری سنہری طلسمی۔ غرضکہ ہر رنگ اور ہر طرح کی روشنائی کے نہایت مجرب نسخے درج کئے ہیں۔ پھر ہر نسخہ کے ایسے سہل او قلیل القیمت اجزا کہ ہر شہر اور قصبہ میں باسانی دستیاب ہو سکتے ہیں روشنائی کے شائقین نے اس سے بہتر کوئی رسالہ نہ دیکھا ہوگا قیمت فی رسالہ ۴ر مع محصول ڈاک۔

تفسیر سورۂ الم نشرح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا پورا بیان کر کے صدہا صحیح معجزات لکھے ہیں اور انشراح صدر کا بیان نہایت بسط کے ساتھ کیا گیا ہے۔ پھر اسلام کے چاروں رکنوں یعنے صوم و صلوۃ و حج و زکوۃ کا ایسی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ مبتدیوں کو اس کے مطالعہ کے بعد فقہ کی چھوٹی چھوٹی کتابیں پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ قیمت فی جلد ۸ر مع محصول ڈاک۔

مثنوی لطیف

یہ مثنوی حقائق او دقائق تصوف میں سب مثنویوں سے عمدہ اور قابل دید ہے۔ قیمت ۳ر

تفسیر حقانی

یہ تفسیر آٹھ جلدوں میں ختم ہوئی ہے۔ جلد اول جسکو مقدمہ کہتے ہیں عہ ہر۔ اور باقی ہر ایک جلد کی قیمت للعہ ہے + آٹھویں جلد زیر طبع ہے، جلدوں کے اکٹھے خریدار کو دو روپیہ کی کفایت ہوگی +

جوہر الایقان فی حفظ الایمان

فاتحہ۔ سوم چہلم محفل میلاد وغیرہ کا ثبوت غیر مقلدوں کے عقائد فاسدہ کا رد۔ عبد الوہاب نجدی کا ذکر اختلافی مسائل کے فیصل کرنے میں اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں چھپی۔ دس جلد کے خریدار کو ایک جلد مفت نذر ہوگی۔ قیمت فی جلد ۱۲ر +

تفریح الاحباب فی مناقب الآل والاصحاب

خلفاء اربعہ کے فضائل و مناقب عشرہ مبشرہ کے محامد۔ ازواج مطہرات کے فضائل تمام اہل بیت کے ستودہ خصائل حضرات حسنین کے برگزیدہ فضائل۔ سچ تو یہ ہے کہ دریا کو کوزہ میں بند کیا ہے۔ ایک کالم عربی۔ دوسرا سلیس اردو جس میں عربی کا پورا پورا ترجمہ صفحہ بصفحہ ہے اس نایاب کتاب کی عمدگی بڑے بڑے محققین کی تقریظیں ثابت کر رہی ہیں قیمت باوجود حجم کثیر بہت قلیل ہے۔ یعنے صرف عہ ر علاوہ محصول ڈاک +

جواہر زواہر

یہ نایاب رسالہ شائقین فارسی کے لئے عموماً اور طلبائے مدارس سرکاری کے لئے (جماعت اول سے لیکر انٹرنس تک) خصوصاً نہایت فائدہ بخش ہے تھوڑی سی استعداد کے طالب علم کو اسکا مطالعہ اچھا خاصا فارسی داں بنا سکتا ہے۔ اس کے قواعد اگر ضبط کر لیئے جائیں تو مشکل سے مشکل فارسی اشعار کے مطالب دم کے دم میں حل ہو سکتے ہیں اسکے مولف نے الف سے لیکر یے تک تمام حروف تہجی کی بحث اُن کا محل استعمال اُن کے معنے اُنکا بدل اُنکی ترکیب جو فارسی میں مع سند اشعار اساتذہ متقدمین بڑی خوبی سے درج کی ہے مصادر تمام صیغوں کی اصل ہوا کرتے ہیں اس رسالہ میں بہ ترتیب حروف تہجی مصدروں کی بحث قابل یادداشت لکھی گئی یہی باعث ہے کہ اس رسالہ کے مطالعہ سے ہر ذہین طالبعلم فارسی کی استعداد گھر بیٹھے بلا منت استاد حاصل کر سکتا ہے ایک ایک مصدر کے کئی کئی معنے مع اسناد و اشعار سعدی و خاقانی و نظامی و جامی و عرفی و بدر چاچی وغیرہ بڑی تحقیق اور عرق ریزی سے درج ہوئے ہیں مثلاً آلودن و آلائیدن کے سات معنی ہیں تر کرنا۔ ڈالنا۔ آراستہ کرنا۔ پیدا کرنا۔ زیادہ کرنا۔ ٹپکانا

گلستان تازہ فضل الاخبار دہلی

اعلان

ہر خاص و عام کو اطلاع دیجاتی ہے کہ اس کتاب
مسمی دیوان راسخ کے جملہ حقوق تصنیف
و تالیف ہمیشہ کیلیے مشتہر کے نام محفوظ
ہین اور مشتہر نے بموجب قانون بستم سنہ ۱۸۴۷ع درج فہرست
رجسٹری گورنمنٹ انڈیا بھی کرا دیا ہے لہذا
بخدمت جملہ اہل مطابع و تاجران کتب وغیرہ
التماس ہے کہ کوئی صاحب اس کتاب کے
کل یا جز چھاپنے کے مجاز نہین جبتک کہ میری
تحریری اجازت حاصل نہ کر لین ہان جسقدر جلدین
مطلوب ہون مشتہر سے طلب فرمائین بامید نفع
نقصان نہ اٹھائین المشتہر
مرزا عبد الغفار بیگ مالک فضل الاخبار دہلی

دہلی پنچ دہلی

المشتہر مرزا عبد الغفار بیگ مالک کارخانہ معدن التجارت و فضل المطابع و فضل الاخبار و دہلی پنچ دہلی